

مَثَلُ الَّذِينَ كَفَرُوا بِرَبِّهِمْ أَعْمَالُهُمْ كَرَمَادٍ اشْتَدَّتْ بِهِ
 الرِّيحُ فِي يَوْمٍ عَاصِفٍ لَا يَقْدِرُونَ عَلَيْهَا كَسَبُوا عَلَىٰ شَيْءٍ
 ذَلِكَ هُوَ الضَّلَالُ الْبَعِيدُ (ابراهيم: ١٨)

”اور جن لوگوں نے اپنے رب سے کفر کیا ان کے اعمال کی مثال اس راکھ
 کی ہے جس پر تیز ہوا آندھی والے دن چلے (اور اسے منتشر کر دے)،
 اپنے کیے ہوئے پر ان کو ذرا قدرت نہ ہوگی۔ یہی دور کی گمراہی ہے۔“

الہامی ادب

قُلْ إِنْ كَانَ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ وَإِخْوَانُكُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ
وَعَشِيرَتُكُمْ وَأَمْوَالٌ اقْتَرَفْتُمُوهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ
كَسَادَهَا وَمَسَاكِينُ تَرْجُونَ تَرْكَهَا لَكُمْ مِنْهُ نُوْرٌ سُوْرِهِ
وَجْهَادٌ فِي سَبِيلِهِ فَارْجُوا حَتَّى يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرٍ وَاللَّهُ
لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ (البقرہ ۲۱۷)

(۱۔ نبی) آپ کہہ دیں کہ اگر تمہارا باپ، بیٹے، بھائی اور تمہاری بیویاں تمہارا
اور تمہارے مال جو تم نے کمایا ہے اور تمہارا کاروبار جس کے نقصان سے تم ڈرتے ہو
اور تمہارے لوگ ان سے کہ تم نے کما کر لے ہو، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں
جہاد سے زیادہ عزیز ہیں تو تم انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنے حکم (مذابح) بھیجے۔
اللہ تعالیٰ مافریاتوں کو ہدایت نہیں دیتا۔

حبیب اللہ

زیر نگرانی: محمد حنیف

مجلس (دور رس)

محمدی گل - شمیم احمد صدیقی - صابر علی
منور سلطان - محمد سہیل

محمدی و محمدی احمد

تحریک سے سانس بند نہ لے سکیں
تحریک کو جاری رکھیں

اور حبیب اللہ کی اشاعت کو ممکن
بنانے کے لیے حسبِ توفیق تعاون
— ضرور فرمائیے —

یہ مجلہ بلا قیمت تقسیم کیا جاتا ہے

—————

مجلہ حبیب اللہ درج ذیل مقام سے شائع ہوتا
ہے، اس کے سوا اس کا دوسرا کوئی پتہ نہیں

—————

مقام اشاعت

مرکزی دفتر: مسجد توحید

آر۔ جی ریلوے کوارٹرز، پوسٹ بکس نمبر ۶۲۸
کیمسٹری - کراچی

اس شمار میں

ترتیب

حدیث دل

ادارہ

مقیدہ عذاب قبر اور مسلک پرستوں کی مخالفت آرائشیں
محمد سہیل

عالم الغیب کون ہے؟

محمد منیر

نذر و نیاز

ابو عبد اللہ

ام المؤمنین صفیہ رضی اللہ عنہا

ہفت خالد خان

قافلہ ہے رواں دواں

زعیر احمد داؤد، شکیل الرحمن، مجاہد حسین، نادر شد ظفر

سلسلہ سوال و جواب ذوالرحمنی ۱۴۲۰ھ

معراج الدین

حریتِ دل

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُوا اللَّهَ وَالْيَوْمَ
الْآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيرًا (الاحزاب: ۲۱)

”تمہارے لیے رسول اللہ کی زندگی بھترین نمونہ ہے، جو اس شخص کے لیے ہوا
ہے جسے اور آخرت کی بنیاد پر یقین رکھتا ہے اور اللہ کو غیب یا رکھتا ہے۔“

اس کی عملی تفسیر یہ حدیث پیش کرتی ہے:

عن عبد الله بن مسعود رضی اللہ عنہ قال من سرّ أن يلقى الله غدا
مُسْلِمًا فَلْيَحْفَظْ عَلَى هَذِهِ الصَّلَاةِ حَيْثُ يُنَادِي بِهِ
فَإِنَّ اللَّهَ شَرَعَ لِنَبِيِّكُمْ ﷺ سُنَنَ الْهُدَى وَالْهُدَى مِنْ سُنَنِ
الْهُدَى وَلَوْ أَنَّكُمْ صَافَيْتُمْ فِي نَبِيِّكُمْ كَمَا يُضِلُّنِي هَذَا
الْمُتَخَلِّفُ فِي نَبِيِّ لَعَرَّخْتُمْ شَيْئًا نَبِيِّكُمْ وَ لَوْ تَرَكْتُمْ شَيْئًا
نَبِيِّكُمْ لَضَلَلْتُمْ وَمَا مِنْ رَجُلٍ يَتَطَهَّرُ فَيَتَخَمَّنُ الظُّهُوزَ ثُمَّ
يَعْبُدُ إِلَى مَسْجِدٍ مِنْ هَذِهِ الْمَسَاجِدِ إِلَّا كَتَبَ اللَّهُ لَهُ بِكُلِّ
عُظْمَةٍ يُحْطَرُّهَا حَسَنَةً وَيَرْفَعُ بِهَا دَرَجَةً وَيُخْطِئُ غَدًا بِهَا سَيِّئَةً
وَلَقَدْ زَانِسُوا مَا يَتَخَلَّفُ عَنْهَا إِنْهُ غَنَاقُكُمْ فَعَلُّوهُمُ التَّفَاقُحُ وَلَقَدْ
كَانَ الرَّجُلُ يُؤْتِي بِهِ يُنَادِي بِهِ الرَّجُلَيْنِ خَلْفِي يُقَامُ فِي الشُّبْحِ
(مسلم: کتاب المساجد، باب صلاة الجماعة من سنن الهدى)

عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور روایت کرتے ہیں کہ تم میں سے ہر گھن (بروز یا سبت) اللہ
سے بحیثیت مسلم ملاقات کرے تو اس پر لازم ہے کہ وہ ان صلوات کی حفاظت کرے
(اور انہیں اس جگہ ادا کرے) جہاں ان کے لیے افواہ دی جاتی ہے اس لیے کہ اللہ
نے تمہارے نبی ﷺ کے لیے ہدایت کے طریقے مقرر کر دیے ہیں اور یہ صلوات
مجھے انہیں میں سے ہیں۔ اور اگر تم انھیں اپنے گھر میں ادا کر دے جس طرح کے
میں شخص کر رہا ہے تو تمہارے اپنے ﷺ کے طریقے کا بھروسہ نہ کرو اور اگر تم اپنے طریقے
کے طریقے کو بھروسہ نہ کر دے تو تمہارے گمراہ ہو جاؤ گے اور کوئی شخص ایسا نہیں کرے طہارت
کرے اور اچھی طرح طہارت کرے۔ پھر ان مسجدوں میں سے کسی مسجد کا قصد
کرے پھر یہ کہ اس کے اچھے والے ہر قدم پر اتار دینا چاہیے۔ یہاں تک کہ وہ ایک دروازہ
بلند کرے یہاں اس کی ایک دیوار ہے۔ اور ہم تو یہ سمجھتے ہیں کہ ان تمام اشیاء سے
سوائے کلمہ خلافت کے کوئی چیز نہیں رہتا، ورنہ ہر شخص وہ آدمیوں کے سہارے چل
کر آسمان تو وہ بھی صاف میں گھڑا کر دیا جاتا ہے۔

قرآن کی اس آیت اور حدیث مذکورہ میں ایمان و عمل کا وہ معیار ملتا ہے جو اللہ
تعالیٰ کو مطلوب ہے۔ تاریخ گواہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس معیار پر پورے
اترے تو اللہ تعالیٰ نے اس سے کہا ہوا: ”وہو یوم را کر دکھایا“:

وَعَلَى اللَّهِ تَوَكَّلْ إِنَّا مَعَهُ صَاحِبُونَ وَكَفَى لَكُمْ ذَلِكَ عَمَلًا
الَّذِينَ هُمْ فِي قُلُوبِهِمْ وَكَفَى لَكُمْ ذَلِكَ عَمَلًا
وَلَقَدْ كَفَرَ بَيْنَ يَدَيْ جُوفِ قَهْرِهِ أَهْلًا بِغَيْبٍ وَكَفَى لَكُمْ ذَلِكَ عَمَلًا
كَفَى بَعْضُ ذَلِكَ قَوْلًا لَكَ هُمْ الْغَافِقُونَ (البور: ۵۵)

”جو لوگ تم میں سے ایمان لائے اور ایک کام کرتے رہے۔ ان سے اللہ کا وعدہ ہے
کہ ان کو زمین میں خلیفہ بنا دے گا جیسے ان سے پہلے لوگوں کو حاکم بنایا۔ اور ان کے
دین کو جسے اس نے ان کے لیے پہنچا کر دیا ہے۔ متعلقہ۔ پانچ اور کروے گا، اور خوف
کے بعد ان کو اس سے طافرا مانے گا۔ وہ ہماری حق عبادت کریں گے اور میرے ساتھ کسی
کو شریک نہ کریں گے۔ اور جو ان کے بعد گھر کرے گا، اسے ہی لوگ فاسق ہیں۔“

انہیں اقوامِ عالم میں فضیلت و برتری حاصل ہوئی۔ باطل کے پرستار و شیطان کے
پیروکار سرخسوں ہوئے، ان کے حکومت و اطاعت گمراہ بنے۔ مصعب خلافت پر فائز
ہونے کے بعد بھی انہوں نے غلطیہ معیار قائم رکھا جس کی نشاندہی قرآن میں کی
گئی ہے کہ:

الَّذِينَ إِنْ مَلَكَتْهُمْ فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ وَآمَنُوا
بِالْمَعْرُوفِ وَكَفَرُوا بِالْمُنْكَرِ وَاللَّهُ عَاقِبَةُ الْأَعْمَالِ (الحج: ۳۱)

”یہ وہ لوگ ہیں کہ اگر تم ان کو زمین میں جکس عطا فرمائیں تو صلوات کو قائم کریں۔
زکوٰۃ ادا کریں، نیک کا علم کریں اور برائی سے منع کریں۔ اور اسے کاموں کا انجام
اللہ ہی کے اختیار میں ہے۔“

چنانچہ اللہ کی زمین پر اللہ کی حاکمیت قائم ہوئی اور وہ بدل و انصاف اور امن و سکون
کا گہوارہ بنی۔ خیراتروں کے بعد پھر تاریخ نے کربلا، حبیب اور وہ جہان
دنیاوی مفادات اور جاہ و منصب کی طرف مائل ہو کر، تن آسانی اور عیش و نوش کے
شائق بنے، امر بالمعروف اور نہی منکر کا قہر ان ہوا اور پھر بتدریج زوال و
پگڑ کے جراثیم جگہ بنانے لگے یہاں تک کہ یہ امت عتقاد کی خرابی اور تفرقہ
پر دازی میں مبتلا ہو گئی، اللہ واحد کے مقابلے میں بہت سے تافہ و ضار بنالیے گئے،
کسی کو، کسی کو، کسی کو بھگیر، کسی کو حاجت روا، کسی کو خزانے بخشے، کسی کو فریادیں،
کسی کو بگڑی بنائے، والا قرار دیا گیا، کوئی ان کا مشکل کشا بنا تو کوئی ثبوت الاظم
عرض شرک کے جرم عظیم کا ارتکاب کر کے یہ آخری امت پہلی امتوں کی طرح
اللہ کے تہر و غضب کا نشانہ ہو گئی۔

اس پس منظر میں اس نام نہاد امت مسلمہ کا طرزِ فعل، جیسے کہ کس طرح سے
اپنے نبی ﷺ کے طریقے سے دور اور اللہ اور اس کے رسول کے دشمنوں کے
طریقوں سے نزدیک ہے۔ انہیں سنت رسول ﷺ سے گویا ایک طرح کی چوٹی
ہے اور دشمنانِ دین سے بڑی محبت اور ان کے طور طریقوں سے گہرا اشتغاف۔ ان
مغضوب و مشائون لوگوں سے ان کی سرعہ برت اور انہیں کا یہ عالم ہے کہ آنکھ بند

باقی صفحہ ۵۵ پر

وَوَاحْتَفِلْتُمْ فِي نَفَقَاتِكُمُ الْمَرْءُ نَذِيرٌ

”میر نہیں پیوڑا پدم نے اٹھائوں اور توں کو گرائی بندلی کے لیے۔“

[illegible]

فَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ وَالْأَفْئِدَةَ ۚ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ (٥١)

”اور آپ نے اتنے بے گناہوں کو آٹھ گھنٹوں میں اور ان کا تیرا تھوڑا سا وقت دیا۔“

اللہ تعالیٰ نے انسان کے لیے موت اور زندگی کا جو کلام مرتب فرمایا ہے یا انسان کی آزمائش اور پھر اس کی جزا و سزا پر مبنی ہے۔ اس آزمائشی دور میں انسان کو شعور و ادراک سے نوازا تاکہ یہ اپنے مقصد و غرض کو سمجھ کر یا سلاہیت انسانی اعضاء و احوال کے مطابق کام لے سکے اور سمجھ سکے۔ ہونے، رہنے، سمجھنے اور نہ سمجھنے کے جو اس سے اس کو نوازا تاکہ حق زندگی وادھر کر سکے۔ زندگی کے اس دور کے بعد اس کو موت آجاتی ہے۔

ثُمَّ كُنَّا يَوْمَ ذَلِكَ خَائِفِينَ

$\| \cdot \|_{\infty}$

”پھر اس کے بعد تم کو بتا چاہئے گی، ہجرت کیا ہے؟ اس کے وہاں اٹھائے ہوئے ہیں۔“

اس جسدِ عنصری پر موت کا یہ وہ دوابِ قیامت ہے جس کا چلنے لگانا پھر روزِ قیامت اس جسم کی دوبارہ تخلیق کی جائے گی اور اس میں روح لوٹنا کر اللہ تعالیٰ اسے اٹھائے گا۔ اگر اسے گناہ آئے، دیکھیں کہ موت کے اس دور کے بارے میں کتاب اللہ کیا فرماتی ہے۔

وَالَّذِينَ يَأْتِيَنِ الْمَالَ بِالْهَيْكَلِ فَاسْتَفَعُوا فِيهِ الْمَوْتِ أَوِ الْوَبْأَ يُغْنُوا عَنْهُمْ وَالَّذِينَ يَكْنِصُونَ إِلَيْهِمْ فَيَلْقَاهُمْ فَيَقُولُوا مُؤْمِنُونَ فَأُولَٰئِكَ يَفْعَلُ اللَّهُ بِهِنَّ مَا يَشَاءُ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ ذَكِيمٌ

”امور دنیاوی جو تو میں ہیں۔ جو کوئی پرکار ہی کی مرمتیج وہ میں تو ان پر اپنے میں سے چاہی کو امنی ادا اور اور دکانی میں تو ان جو تو ان کو کچھ میں قید رکھ یہاں تک کہ مرمت ان کا مال جو دکانی کے لئے کوئی کتبہ کتبہ کے“

مصر میں تصدیق کے بارے میں جان کیا گیا

فَأَمَّا الْفُلُ الْمَخْضُ إِلَىٰ جَزِيرَةِ الْعُقَدَةِ قَالَتْ يَا أَيُّهَا الْمَلَأَىٰ أَعْيُنَكَ عَنْ هَذَا رُدَّنِيكَ

اس (بچے) کے ساتھ بچہ مرانا ہے انہیں اور اس (جسٹس) کو لے کر ایک اور جگہ پہنچائیں۔ جہر و خون ان کے پیچھے کے ستارے پاس لے آیا۔ کہیں ان کو کڑا کٹاں اس سے پہلے میں مر جائی اور یہ تمام جہاں جہاں ہے۔

مخالفی کی ایک روایت میں آتا ہے کہ وفات سے قبل نبی ﷺ کو بہت تکلیف تھی،
 قائلوں نے کہا کہ تمہیں کہیں نہیں کہ افسوس میرے والد کو بہت تکلیف ہے۔ اس پر نبی ﷺ

لَيْسَ عَلَيَّ إِلَيْكَ حِسَابٌ يَوْمَ هَذَا الْبُيُوتِ

آپ کے ہاں تمام اشیاء اللہ کے ہاں ہیں۔

(معارف كتاب المعاني باب من هذا العلم)

ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کا بیادفت با گیا، ان کے گھر آئے سے قبل ان کی زوجہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے اسے غسل دینے کے بعد کھنکھرا سے ایک طرف رکھ دیا۔ ابو طلحہ رضی اللہ عنہ جب رات کو جاگیں آئے تو بیٹے کے متعلق پوچھا۔ ان کی زوجہ نے کہا:

فَذَهَبَتْ نَفْسُهُ "اس کی طبیعت بگڑ گئی ہے۔"

(بخاري: كتاب الجنائز، باب في لم يظفر بحريمه عند العقيقة).

ابن منظور لسان العرب میں قرآنی آیات کے حوالے دے کر اس کی تشریح اس طرح کرتے ہیں۔

”النبوت، السكون، الامور، و دورك جانے اور مر گیا، اور مرنے تک وہ اس
یعنی غصہ کی وجہ سے مرنے لگا، باقی رہا جس کی چنگاریوں میں سے نکلتے ہوئے
موت کی اور مرنے کی وجہ سے غصہ کی اور مرنے کی... اور انہی اقسام میں سے
تو ہے جس کا نام ہے ”...“ جسے کہنا تعالیٰ کا اور خدا ہے کہ ”...“ اس کا اس سے پہلے
مرنے کی وجہ سے...“ (الانوار العرب)

کتاب اللہ سے موت کا یہی مفہوم ملتا ہے کہ موت ایک ایسی کیفیت کا نام ہے جو زندگی کا خاتمہ کر دینے والی، بے تمام نقصان اور پر سکون ٹھہر جانے والی ہے۔ یعنی جس میں کسی قسم کا کوئی شعور، اور آگ اور حس و حرکت باقی نہیں رہتی۔ یہی اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ **وَمَا يَسْتَوِي الْأَعْمَىٰ وَالْبَصِيرُ ۚ أَفَلَا تَتَذَكَّرُونَ** ”مردہ اور زندہ برابر نہیں“۔ ایک طرف تو قرآن زندہ انسان کے لیے شعور، اور آگ رکھنے والا، مرنے والے کو لے لے والا بیان فرماتا ہے اور دوسری طرف مردے کو زندہ کی خدمت اور بچنے والے کے لیے شعور، اور آگ سے ہماری یہی فرماتا ہے۔ اس آزمائشی دور کے امتحان میں پوری طرح کامیابی حاصل کرنے کے لیے جو احساس و شعور بخوشا میا تھا، جس طرح اس ہوصاف سے نوازہ گیا تھا، موت کے اسی دور میں اس سب کو واپس لے لیا گیا ہے۔ پہلے یہ انسان بنایا گیا تھا اب یہ مردہ بن رہا ہے، پہلے یہ نئی سے بنایا گیا تھا اب نئی میں مل رہا ہے۔ پہلے یہ زندہ لوگوں کی باتوں کا خواب دے رہا تھا، اب وہ سننے سے چلتا تھا، باتوں سے کام لے رہا تھا، اب آنکھوں سے دیکھتا اور کانوں سے سنتا تھا لیکن اب اس کے لیے بیان آیا گیا۔

أَمْ لَمْ يَكُنْ مِنْ أَهْلِ الْبَيْتِ وَمَنْ فِي الْبَيْتِ أَهْلٌ (النحل: ٤٢)

”میرے چہرے میں زندگی کی تپتی آگ نہیں، بلکہ ایک خاموشی کی شعلہ ہے۔ وہ میرے چہرے پر نہیں آتی۔“

يَا زَيْدُ سَمِعْتُ اللَّهَ مَا تَكَلَّمُ مِنَ الْجَسَادِ لَا أَرْوَاهُ لِيَا

[illegible]

(بحرئى: كتاب السعاري. باب قتل امرى حرمى.)

یہی بات قرآن وحدیث سے ثابت ہے کہ زندگی کے دور میں اس جسم اور روح کا اتصال ہوتا ہے اسی لیے یہ جسم شعور اور اک رکھتا ہے لیکن جب اس جسم سے روح نکل جاتی ہے تو یہ جسم بے شعور ہو جاتا ہے۔ اسی لیے مردہ جسم کو زندہ جسم کی حد قرار دیا گیا۔

چنانچہ لکھتے ہیں:

”کیئی بات تو یہ ہے کہ کسی چیز کا بے جان ہونا صرف ہمارے لیے ہے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے لیے کوئی چیز بے جان نہیں ہے۔“

(پہلا نیت از جہان نبیل، صفحہ ۵۵)

اس سے قبل ایک دوسرے اجماعیٹ کا بیان بھی آپ کی تحفروں سے گزرا اور اب ابن مسعود کا یہ بیان بھی آپ کے سامنے ہے۔ یہ لوگ اپنے آپ کو قرآن و حدیث پر چلنے والا بیان کرتے ہیں لیکن کیا ان کی اس طرح کی تحریروں میں آپ کو قرآن و حدیث کی کوئی دلیل نظر آتی ہے؟ یہ ساری باتیں آخر لفظ حق تک ہی کیوں محدود ہیں؟ اپنے ان عقائد کے ثبوت میں کتاب اللہ کا کوئی حوالہ کیوں نہیں دیا جاتا؟ دراصل عقیدہ پہلے سے بننا ہوا ہے اور کسی صورت میں قرآن و حدیث سے ثابت نہیں ہو رہا، اس لیے اب اس طرح کی منطق سے کام نہ لیا جائے تو پھر کیا کیا جائے۔ قرآن و حدیث سے ان کی اس منطق کا جواب دینا ہرگز مشکل نہیں لیکن ہم بات صرف اس مردہ جسم تک ہی محدود رکھتے ہیں۔

مرا ہوا یہ انسان اللہ تعالیٰ کے نزدیک بے جان ہے یا جاندار؟ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

أَمْوَاتٌ غَدُّوا أُمُوتًا (نحلہ: ۴۲)

”مرد ہیں، ان میں زندگی کی ذق تک نہیں۔“

إِنَّمَا يَسْتَبِيحُ الَّذِينَ يَدْعُونَكَ أَمْوَاتٌ يُحْيِيهِمُ اللَّهُ ثُمَّ يَرْجِعُهُمُ فِيمَنْ أَتَىٰ ذُنُوبُهُمْ ۚ وَمَا يَذَّكَّرُ إِلَّا أَلْسِنَاهُمْ ۚ وَمَا يَذَّكَّرُ إِلَّا أَلْسِنَاهُمْ ۚ وَمَا يَذَّكَّرُ إِلَّا أَلْسِنَاهُمْ ۚ (الأنعام: ۳۶)

”حقیقت یہ ہے کہ (اہمیت حق) پر ایک دہی کہتے ہیں جو مٹتے ہیں، مردے تو اللہ ان کا فائدہ لے گا پھر وہی کی طرف بلانے جائیں گے۔“

إِنَّكَ لَآتِخِصُّمُ الْمَوْتَىٰ وَالنَّاسِ (النمل: ۸۰)

”(اے نبی ﷺ) ہے ایک تم مردوں کو نہیں سناکتے۔“

إِنَّ اللَّهَ يُحْيِيهِم مِّنْ أَمْوَاتٍ ۚ إِنَّكَ أَوَّلُ بَشَرٍ نَّشَأَ فِي الْقُبُورِ ۚ وَاعْلَمْ ۚ (۴۲)

”بے شک اللہ جسے چاہے جانتا ہے اور تم انہیں نہیں سناکتے، دقیروں میں ہیں۔“

وَكُنُوا أَنْفُسًا سَوِيَّةً يَأْتِيهِمُ الْبُيُوتُ مِنَ الْأَرْضِ أَوْ يُخْرِجُهمُ مِنَ الْبُيُوتِ ۚ وَكَانُوا يُحْيَوْنَ (الزمر: ۳۶)

”اگر کوئی قرآن الیا ہوتا ہے کہ (اس کی تاثیر) سے پھاڑ چلے گئے یا زمین چٹ جاتی یا مردے کلام کرنے لگتے۔“

وَكُنُوا أَنْفُسًا سَوِيَّةً يَأْتِيهِمُ الْبُيُوتُ مِنَ الْأَرْضِ أَوْ يُخْرِجُهمُ مِنَ الْبُيُوتِ ۚ وَكَانُوا يُحْيَوْنَ (الزمر: ۳۶)

”اور اگر ہم ان پر فرشتے بھیجتے ہیں اور وہ اپنے ہم جن ان سے گفتگو کرنے لگتے اور ہم سب چیزوں کو ان کے سامنے اسوجہ بھی کر دیتے تو بھی یہ ایمان نہ لاتے۔“

مگر یہ کہ اللہ سبحانہ چاہتا ہے لیکن ان کے کافر لوگ جاہل ہیں۔“

ان تمام آیات میں اللہ تعالیٰ مرجائے والوں کو مردہ و بے جان کہہ رہا ہے جو جن سن سکیں اور ثبات کر سکیں اور یہ ایک کلیہ ہے جو باقاعلیٰ رد ہے، لیکن یہ مسلک پرست فرماتے ہیں کہ اللہ کے لیے کوئی چیز بے جان نہیں ہے۔ اب اگر اللہ کے نزدیک یہ مرجائے والے بے جان نہیں تو قیامت کے دن اللہ کسے زندہ کرے

حجۃ الاسلام

اٹھائے گا؟ یہ مسلکی علماء، لوگوں کو اس قسم کی مشکوک باتوں میں الجھا کر اپنے خود ساختہ عقیدے کے لیے راہ ہموار کرنا چاہتے ہیں۔ اب یہ انہی کا طرف ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فرامین کو اپنی تحریروں سے رد کرنے کی کوشش کریں!

دیگر دلائل سے مردے کے شعور و ادراک کو ثابت کرنا

اپنی کتاب کے انہی صفحات پر یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ یہ عقلیں دور نیست، بودے وغیرہ تمام چیزیں اللہ تعالیٰ کے بیان کے مطابق اللہ کی تسبیح بیان کرتی ہیں لیکن اللہ کا فرمان ہے کہ ہم لوگ ان کی تسبیح کو نہیں سمجھ سکتے لہذا اس کا مطلب ہوا کہ ہر چیز زندہ ہے مثلاً ایک ایک دیوار، ایک ایک انص، ایک ایک پتھر، ایک ایک شجرہ..... یہ سب زندہ ہیں اور اللہ کی تسبیح بیان کرتے ہیں۔ اسی طرح نبی ﷺ کے زمانے میں مجبور کا کہنا ہوا تارو نے نگاہ کس نے اسے احساس دلایا؟ نبی ﷺ کو پہاڑیاں نبوت سے پہلے سلام کرتی تھیں۔ ان بے جان پتھروں کا احساس دلانے والا کون ہے؟ نزول عیسیٰ علیہ السلام کے بعد جب یہودیوں کا قتل عام ہو گا تو وہ پتھر کے پتھر پتھریں گے۔ جس پتھر کے پیچھے چھپیں گے تو وہ پتھر کہے گا کہ میرے پیچھے یہودی چھپا ہے۔ اس بے جان پتھر یا چٹان کو کس نے احساس دلایا؟ انص

سورۃ ۵۱: ۱۷۔ پھر فرماتے ہیں:

”گو یا اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے لیے کوئی بھی چیز بے جان نہیں ہے۔ لہذا ثابت ہوا

کہ قبر میں لیٹے ہوئے بے جان مجھے کو کچھ کچھ کا احساس دلانے پر اللہ پوری طرح قادر ہے۔“ (ایضاً صفحہ ۵۵)

کسی ستم ظریفی ہے کہ خرق عادت و افغات کو قانون کے طور پر پیش کر کے استدلال کے لیے بنیاد بنایا جا رہا ہے! مردہ جسم کے لیے قرآن و حدیث کا بتایا ہوا عقیدہ کیوں نہیں پیش کیا جاتا؟ اس کے لیے ادھر ادھر کی مثالیں پیش کرنا بڑی بہت دھڑکی ہے کیونکہ انسان کی پیدائش اور مذکورہ اشیاء کی پیدائش اور انفس نسل وغیرہ کا نظام تو یکسر مختلف ہے۔ انسانوں کی طرح نہ ان کے لیے موت ہے، اور نہ بعد از موت کوئی حساب کتاب یا جزا سزا۔ قرآن عقیدہ پیش کر رہا ہے کہ اس مردہ میں احساس و شعور نہیں ہے لیکن یہ قرآن و حدیث کے دیے ہوئے اس عقیدے کو غلط ثابت کرنے پر تلے ہوئے ہیں اور اس کے لیے ان چیزوں کو دلیل بنا رہے ہیں جن کی نوع انسانی سے کوئی مشابہت ہی نہیں! ان چیزوں کی زندگی کس طرح کی ہے؟ ان کے لیے موت کا کیا تصور ہے؟ ان میں احساس و شعور ہے یا نہیں؟ ہمیں ان تمام باتوں کا جب علم ہی نہیں دیا گیا تو ان کو دلیل بنانا کیسا ار با معاملہ نبی ﷺ کے منبر پر بیٹھ کر غلط دینے اور اس موقع پر کہنے ہوئے مجبور کے سنے کے رونے کا تو کیا تمام مجبور کے سنے اسی طرح رونے تھے یا یہ رسول اللہ ﷺ کا منبر تھا؟ اسی طرح پہاڑیاں نبی ﷺ کو سلام کرتی تھیں تو وہ بھی عام بات تھی یا نبی ﷺ کا منبر تھا؟ یہودی کے چھپنے پر پتھر بولے گا یہ کوئی عام بات ہوگی یا استثنائی معاملہ؟..... ان کے کہنا ”مالم دین“ اپنی اسی کتاب میں فرماتے ہیں:

”..... ہرگز نہیں کیونکہ یہ استثنائی صورت ہے اور خصوص ہے اسے عموم پر منطبق نہیں

کیا جاسکتا جس طرح عام قارونے سے جو مستثنیٰ ہوا اسے باقی چیزوں پر قیاس نہیں کر سکتے۔ (ایضاً صفحہ ۵۳)

وہ کیا بات ہے ان اچھڑیوں کی؟ خود ہی کہتے ہیں کہ شائستگی معاملہ بنیاد میں سکتا ہے نہ عام قارونے سے مستثنیٰ بات کی بنیاد پر قیاس کیا جاسکتا ہے۔ اب اپنے باطل عقیدے کے لیے یہ مجھڑے اور اشتقاقی معاملات کیوں دلیل بنائے جا رہے ہیں؟ باتیں ہم ان سے بھی ان کا خود ساختہ عقیدہ دہر گز ثابت نہیں ہوتا۔

یہ مسلک پرست خود بھی اپنی ان باتوں سے مطمئن نہیں اور ان کو معلوم ہے کہ وہ کچھ وہ بیان کر رہے ہیں، محض مغالطہ آرائی اور دھوکہ ہے۔ چنانچہ بریلویوں کی طرح اپنے باطل عقیدے کو ثابت کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ کی قدرت کا سہارا لیتے ہیں اور کہتے ہیں:

”لہذا عازم ہو کہ قبر میں لیجئے وہ سب جان مجھے کو کچھ مٹھکا کا احساس دلانے پر اللہ پوری طرح قادر ہے۔“

اور کبھی کہتے ہیں:

”دوسری بات ہے کہ سب جان کو کچھ کا احساس کیسے ہوگا؟ یہ سوال اس وقت پیدا ہوتا ہے جب دیکھ سکتے کہ احساس ہم نے دلانا تو بھی ہم سب اختیار ہیں لیکن قرآن نے جس رب کا وصف بیان فرمایا ہے: **لَیْسَ لَہٗ شَیْءٌ مِّثْلُ شَیْءٍ** مٹھکا کی صورت تو پھر اس سوال کو بیزاری نہیں ہو سکتا ہے۔“ (ایضاً)

ہندو پتھر کے بنے ہوئے مجسمے سے اولاد ملتا ہے جس پر ہم سب است مشرک و کافر گردانتے ہیں لیکن اگر کوئی شخص یہ دلیل دے کہ اللہ تعالیٰ تو کھلے ہوئے درخت کو اور پتھر تک کو گویائی دے سکتا ہے، ایک پتھر اللہ کے حکم سے **سَوِیَ الْاَشْجَارِ** کے کپڑے لے کر بھاگ سکتا ہے تو پھر کیا اللہ تعالیٰ اس پتھر کے بت سے اولاد نہیں دلا سکتا؟ کیا اللہ تعالیٰ اس بات پر قادر نہیں ہے؟ یہ مسلک پرست جواب دیں کہ یہ عقیدہ رکھنے والا کافر ہے یا مسومن؟ ان کی راہ پر چلا جائے تو وہ سن تصوف کی طرح کامعالم ہو کہ تو ہیید و شرک کا فرق ہی باقی نہ رہے، بڑی آسانی اور سہولت ہو جائے جو چاہے عقیدہ بنا لو اور کہہ دو: **لَیْسَ لَہٗ شَیْءٌ مِّثْلُ شَیْءٍ** کیسے؟ کیا اس کائنات میں کوئی ایسا معاملہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی وسوسوں سے باہر ہو یا جس پر اللہ قدرت نہ رکھتا ہو؟ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے کسے انکار ہے؟ یہاں بات اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے اصول و قوانین کی ہے، اللہ کے لیے ممکن اور غیر ممکن کی نہیں۔

قیامت کے دن کے معاملے کو مردہ جسم پر تھوپ دیا!

ایک اور اچھڑیٹ ”عالم“ اس مردہ جسم کے اور اک شعور کے لیے قرآن سے دلیل دیتے ہیں:

”کہتے ہیں کہ مردہ جسم بے حس ہوتا ہے، اس کو تکلیف کا کوئی احساس نہیں ہو سکتا، لیکن اس کو خدا سب دینے کا کیا قائل ہو؟“

جواب یہ ان کا اللہ کی قدرت پر اعتراض ہے۔ دیکھو! زبان کو اللہ نے کلام کرنے کی طاقت دی ہے مگر کسی اور عضو کا بولنا حقول نہیں، لیکن قیامت کے دن انسان کے دوسرے اعضاء بھی بولنے لگیں گے۔ جیسا کہ ارشاد ہے:

”ہم آج کے دن ان کے منہ پر میر لگا دیں گے اور اس کے ساتھ ہم سے باتیں کرینگے اور ان کے پاؤں کو میاں دینگے ان کاموں کی جو وہ کرتے تھے اب غور کریں کہ ہاتھ، پاؤں، کانوں، آنکھوں اور چیزوں میں بولنے کی طاقت نہیں، جب زبان بند ہوتی ہے تو یہ سارے اعضاء بولنے سے عاجز ہوتے ہیں، اور مشاہدہ میں آیا ہے کہ جو گواہ ہوتا ہے مٹھکا کا کوئی دوسرا عضو ساتھ نہیں کر سکتا، مگر اللہ نے چاہا تو ان سے یہ کام لے لیا۔“

(عذاب قبر کی حقیقت، از بدیع الدین شاہ راشدی، صفحہ ۱۳، ۱۴)

اس کو کہتے ہیں پوچھو کھیت کی تونے کھلیاں کی! یہاں دلیل دے رہا ہے اس مردہ گھٹن مڑ جانے والے دنیاوی جسم کے شعور و ادراک کی اور مثال پیش کی جا رہی ہے ان جسموں کی کہ جن میں دوبارہ تخلیق کے بعد روح ڈال دی جائے گی۔ جس جسم میں روح موجود ہو اس کے شعور و ادراک سے کسے انکار ہے؟ یہی بات کہ جسم کے دوسرے اعضاء بولیں گے اور گواہی دیں گے تو یہ معاملہ صرف یوم آخرت یعنی حساب کتاب کے لیے بیان فرمایا گیا ہے جبکہ نظام بالکل ہی مختلف ہوگا۔ اس معاملے میں بھی ہمارا ایمان صرف اسی حد تک ہوگا کہ کسی اور موقع کے لیے اس بات کو دلیل بنانا محض جہالت ہے۔ یہی راشدی صاحب مزید فرماتے ہیں:

”چنانچہ روح عقیقہ کی قوم کے لیے فرمائی: **یَہِیْ لَہٗکُمْ سَیِّدٌ** اپنا گناہوں کے ذمہ سے گئے اور جہنم میں پہنچا دیے گئے اور اللہ کے سوا اپنا مددگار نہیں ملے نہ ایذا۔“ اب سوال یہ ہے کہ یہاں ماضی کے سینے میں جن میں گدہ رہی ہوئی باتوں کا ذکر ہے، جب ڈوب کر مر گئے اور بے حس ہو گئے پھر کیوں ان کو آگ میں ڈالا گیا؟“ (ایضاً صفحہ ۱)

کبھی مہرگی ہے ان پر کہ قرآن کی آیت پیش کرتے ہیں اور عقیدہ اس کے خلاف رکھتے ہیں: ”قرآن وحدیث کا دیا ہوا عقیدہ تو یہ ہے کہ یہ جسم سنی سے بنا ہے، مرنے کے بعد مٹی میں جاتا ہے، روح جنت یا جہنم (عالم برزخ) میں پہنچا دی جاتی ہے اور اسے ایک دوسرا جسم دیا جاتا ہے، روح اور اس جسم کا یہ مجموعہ قیامت تک سب انجام سزا یا جزا سے نوازا جاتا ہے، قیامت کے دن ان گھٹن مڑے دنیاوی جسموں کی دوبارہ تخلیق کی جائے گی، ان میں روح لوٹا دی جائے گی اور پھر انہیں سب جہنم جنت یا جہنم میں داخل کیا جائے گا۔ بدیع الدین راشدی صاحب ان اچھڑیوں کے صف اول کے عالم مانے جاتے ہیں جن کے بارے میں ایک دوسرے اچھڑیٹ ”عالم“ یہ مبالغہ آرائی کرتے ہیں کہ

ناصر السنۃ النبویۃ، ناصر العقیدۃ السلفیۃ، فامع البدعۃ، المجاہد لاعلاء کلمۃ اللہ، الصلب فی المسبۃ، الملازم للعبادۃ، العالم الفاضل، المحدث الفقیہ، رئیس المحققین، العلامة الشیخ السید بدیع الدین الشاہ السعدی الراشدی

(بدایۃ المستفید، ص ۱۰۰ بحوالہ حدیث اور اہلحدیث، ص ۱۳۲)

یعنی مہسوف سنت نبوی کے محافظ و مددگار ہیں، اسلام کے عقیدے کی حفاظت کرنے والے ہیں، بدعات کو ختم کرنے والے، اللہ کے حکم کو بلند کرنے والے مجاہد ہیں، انبیا پر رگ و برتر ہیں، عبادت کو لازم کیے ہوئے ہیں، عالم و فاضل ہیں۔

محدث و ملتزم ہیں، تحقیق کرنے والوں کے سر براہ ہیں، بہت بڑے عالم ہیں۔

مگر حریف کہ ان "صفحات" کے مالک عقیدہ دیتے ہیں کہ

"ذی یوم یبعثہم اور جنہم میں پہنچانے دے گا۔"

اور کہتے ہیں کہ

"جب ادب کر مر گئے اور سب سے پہلے پھر یہ حکم ان کو دیا گیا کہ

یعنی ثابت کر دے ہیں کہ جی دنیاوی جسم جنہم میں داخل کر دیتے گئے ورنہ یہ جسم

اگر بے جس تھے تو ان کو جنہم میں عذاب کے لیے کیوں داخل کیا گیا؟ کیا شہداء کو

اڑنے والے مسموں کا ملنا، ان کے علم میں نہیں؟ کیا شہداء کی اللہ تعالیٰ سے

درخواست کہ ان کی روحوں کو دنیاوی جسموں میں لوٹا دیا جائے، انہیں یاد نہیں؟ ان

جو جہنم اصحاب کو اپنے ساتھ لے کر لے گئے تھے ان کے ساتھ لے گئے تھے؟

قیامت سے قبل ان دنیاوی جسموں کے جہنم وشت میں داخل کیے جانے کا تو

عقیدہ کتاب اللہ دینی ہے نہیں، پھر یہ الجحدتوں کے ایمان کا حصہ کیسے بن گیا؟ آج

بے اکابر پرستی قلب پر ایسا پروا لالہ دیتی ہے کہ حق کو باطل اور باطل کو حق ثابت

کرنے میں سگے دستہ ہیں۔ واقعی جس کو اللہ ہدایت نہ دے اس کو کوئی ہدایت

نہیں دے سکتا۔

ان جو صاحب کا بیان ایک طرف ایک دوسرا الجحدت بھی ثابت فرماتے ہیں

"سورہ نوں کی اس آیت سے معلوم ہوا کہ پانی میں جسم فروغ سے اور جنہم میں

جسموں کو نہیں جلا دیا، ان کے داخل کیا گیا۔ اللہ جسم بھی۔ روئے کے ساتھ عذاب

میں شامیک ہیں۔ جیسا کہ عذاب قبری ان آیت سے یہ مسئلہ واضح ہے اور جہنم سے

لے عذاب کے ان اثرات کو دیکھنا محسوس نہ ہو سکتا ہے بلکہ یہ غیب کا معاملہ

ہے جسے وہاں محسوس کر سکتے تھے۔"

(عقیدہ عذاب قبر و ازادہ جہنم عبد اللہ المازنی صفحہ 45)

ایک الجحدت "غالطہ" کہتا ہے کہ دنیاوی جسم ہی آگ میں داخل کر دیے گئے،

دوسرا الجحدت "مفتی" کہتا ہے کہ جسم جنہم میں نہیں، انہیں کپے گئے بلکہ روح جنہم

میں تھی جس کو وہاں عذاب ہو رہا ہے اور جسم بھی اس کے ساتھ شریک ہے۔ کیسے

شریک ہے؟ قرآن وحدیث سے کوئی دلیل نہ دے سکے تو وہی پرانا انداز کہ یہ

غریب یا زندقہ کا معاملہ ہے۔ والہ یہ ہے کہ یہ عقیدہ قرآن وحدیث میں کہاں ملتا

ہے کہ مرنے والے کو وہ عذاب ہوتے ہیں بروح کو علیحدہ اور جسم کو علیحدہ۔ قرآن

کی ایک ہی آیت دو فرقہ فقہان ایک ہی فرقے کے ماننے والے مگر متفقہ میں

اتفاق فرقہ کیوں! صرف اور صرف اس جہ سے کہ قرآن وحدیث کا دیا ہوا عقیدہ

چھوڑ کر اپنے اکابرین کا عقیدہ اپنالیا گیا ہے۔ جب کتاب اللہ سے تمسک ختم ہو

جائے، اس عقیدہ کو کتنی ترک کر دیا جائے جو اسلام کی بنیاد ہے تو پھر اسی طرح ایک

کچھ کہے گا اور دوسرا کچھ۔ **فَالْعَذَابُ ذَا لَیْلِ اَوْ اَصْبَحًا**

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں نوح علیہ السلام کی قوم بعل فرعون، نوح و لوط

علیہ السلام کی بیویوں کے مرنے کے بعد جنہم میں داخلے کا بیان فرمایا اور ان کے دنیاوی

جسموں کا کوئی ذکر نہ کیا لیکن ان مقبروں کے علم کی داد دیجیے کہ ان کو پتہ چل گیا کہ

"اہمیت جسم بھی روح کے ساتھ عذاب میں شریک ہیں۔"

نئی جگہ سے مرنے والی اور ایسا شام و صبح کے جنہم میں عذاب ہوئے گا تو

فرمایا لیکن ان کے ان دنیاوی جسموں کا ذکر نہ کیا۔ اب نامعلوم "کون" ہے جو ان

کو بتی کر رہا ہے کہ **... وَالَّذِیْنَ لَیْسَ لَیْلٌ اَوْ یَوْمٌ**

سوال یہ ہے کہ اس طرح کی تمام باتیں ہمارے ایمان کا حصہ کیسے ہیں کہ تمام

کائنات اللہ کی تسبیح بیان کرتی ہے، یہ ظہر و بلیس کے، چتر پٹری کے لے کر ہر جگہ ملتا

ہے، حتیٰ جگہ کے ساتھ کچھ روکا کرنا ہوا شمار ہوا، اللہ کے علم سے آگے غلطی ہو گئی،

اللہ کے حکم سے قیامت کے دن انسانی اعضا، گواہی دیں گے۔ صرف اور

صرف اس وجہ سے کہ یہ ساری باتیں قرآن وحدیث بیان کرتے ہیں۔ اگر قرآن

حدیث سے یہ بات ثابت ہوتی کہ مرد و جسم شعور رکھتا ہے یا ہی کو عذاب ہوتا ہے،

تو ہم سب سے پہلے اس پر ایمان لاتے چاہے ہماری عقل اس کو قبول کرتی یا نہیں،

لیکن جب اس بارے میں کتاب اللہ سے اس قسم کا عقیدہ دیا ہی نہیں تو بعض قیاس

و گمان پر ایمان کیسا! الجحدتوں کے نزدیک تو ایسے بھی قیاسی شجر منور ہے۔

آل فرعون کے حوالے سے بھی یہ مسلک پرست لوگوں کو کھرا کرتے ہیں البتہ

ضروری ہے کہ لوگوں کے سامنے اس کی حقیقت بھی بیان کی جائے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فَوَيْلٌ لِلَّذِیْنَ یَعْبُدُونَ مَا لَمْ یَنْفَعِہُمْ شَیْءٌ وَ لَمْ یَضُرِّہُمْ شَیْءٌ وَ ہُمْ یَعْبُدُونَهُ

یَعْبُدُونَ مَا لَمْ یَنْفَعِہُمْ شَیْءٌ وَ لَمْ یَضُرِّہُمْ شَیْءٌ وَ ہُمْ یَعْبُدُونَهُ

أَشْکٰی الْعَذٰی اب (السورہ 16: 22)

"اخر کار ان لوگوں نے جو بری چیزیں (اس قسم کے خلاف) عظیم، اللہ نے

سب سے ان کو چاہا اور آل فرعون خود تو بن عذاب سے بچنے سے انہیں جنہم

کی آگ ہے جس پر صبح و شام وہ پیش کیے جاتے ہیں اور جب قیامت برپا

ہوگی (تو ہم دیکھا کہ) آل فرعون کو خود پتہ چلا کہ اس میں داخل کر دیا۔"

اب ملاحظہ فرمائیے الجحدت کیا فرماتے ہیں:

"صبح و شام تمام فرعونی آگ پر پیش کیے جاتے ہیں لیکن مصر کے غائب گھر میں آتش

بھی فرعون کی آتش ہوتی ہے اور کبھی بھی مصری پریش نہیں رہے کہ صبح و شام آتش

کیاں عذاب ہو جاتی ہے۔ اس لیے کہ فرعون کی آتش وہاں سے کبھی صاحب نہیں

ہوتی لیکن اللہ سبحانہ تعالیٰ کا قرآن کریم چاہے وہ یقیناً بلا تامل آگ پر پیش ہوتا ہے

لیکن اس پیش کو بھی روز بخیر رکھا گیا یعنی ہمارے ہمارے ان کے درمیان پر وہ عذاب

کر دیا گیا ہے جس کی وجہ سے ہم ان کے ساتھ ہونے والے عذاب کو دیکھنے سے

محاصر ہیں۔" (پیارا بیٹا الزقاری طبع الزہد ریت صفحہ 84)

کہتے ہیں ہمارے اور ان کے درمیان پر وہ فرقہ ہے اس لیے ان کے ساتھ جو وہ

رہا ہے وہ ہمیں دکھائی نہیں دے رہا یعنی عذاب ہی مرد و جسم پر ہو رہا ہے۔ حقیقت

یہ ہے کہ اس دنیاوی جسم پر عذاب ہونے کا تذکرہ ہی نہیں ہے بلکہ فرمایا گیا ہے کہ

جنہم کی آگ پر یہ فرعونی پیش کیے جاتے ہیں۔ لیکن قانون کتاب اللہ اور احادیث

رسول ﷺ میں بیان کیا گیا ہے کہ روحوں کو (دوسرے جسموں میں داخل کر) جنہم کی

آگ پر پیش کیا جاتا ہے۔ رہا پر وہ فرقہ، تو اس کی وضاحت دیکھنے والوں میں

بیان کی جائیگی ہے، یہ ذرا عذاب مزید نہیں چل سکتا۔
 ذرا دوسرے مفتی صاحب کا فتویٰ بھی دیکھ لیں۔

”آپ نے اسی قبر پر بری ذالی بھاری جس میں جسم مدفون تھا اور فرمایا کہ شاید اس سے عذاب ہٹا ہو۔ یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ جسم بھی عذاب سے متاثر ہوتا ہے۔“ (راج عذاب قبرا اور نماز سوچی سمجھا لے)

ان کے اس استدلال کی بولا تیاں دیکھیں۔ فرماتے ہیں:

”اگر برقرار ہے کہ ایک کلاس (یا کالی عورت) مسجد میں جھڑوا یا کر تھکا رہ کر گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے مرنے کی خبر نہ ہوئی۔ پھر آپ اُس کی قبر پر آئے اور اس پر نماز جنازہ پڑھی۔ یہ حدیث بھی اپنے مضمون میں صاف ہے کہ (۱) قبر سے مراد بھی گڑھا ہے وہ نہ آپ اُس کی قبر پر نہ اُس کی قبر عقب لے گئے؟ (۲) کیا قبر پر نماز عدا۔ استفادہ کرنے یا نماز جنازہ پڑھنے سے جو بھی حالت ہوتا ہے اس کی قبر میں جو جسم ہے اس کا عذاب و ثواب قبر سے متعلق ضرور ہے۔“ (مسودہ ۱)

نبی ﷺ نے یہ نہیں فرمایا کہ ان قبروں میں عذاب ہو رہا ہے۔ اگر ان قبروں میں عذاب ہو گا کیا ان کو باطل و ضلالت تھا کہ انہی دنیاوی جسموں کو عذاب ہو رہا ہے۔ اس کے برعکس نبی ﷺ نے تو فرمایا کہ ان قبر والوں کو عذاب ہو رہا ہے، یعنی جو ان قبروں میں دفن ہوئے تھے ان کو عذاب ہو رہا ہے۔ یہ عذاب کہاں ہوتا ہے؟ قرآن وحدیث سے بالکل واضح کر دیا گیا ہے۔ وہ باطن موصوف کا یہ کہنا کہ چونکہ اسی قبر پر بری شائشیں گاڑی تھیں اس کا مطلب ہے کہ اسی جسم کو عذاب ہو رہا تھا تو یہ شخص اپنے گمراہ کن عقیدے کا استہزاء ہے۔ مشرکین عرب بھی اپنے مرے دفن کیا کرتے تھے، عمرو بن لُئی اور ابی ثامہ عمرو بن دینار کے اسی دنیاوی قبر میں دفنائے جانے کے باوجود نبی ﷺ نے ان دونوں کے جسم میں عذاب ہٹے جانے کا ذکر فرمایا اسی طرح خود نبی ﷺ نے اپنے مرنے کی وفات پر جنت میں اس کے لیے ایک دورہ پلانے والی گاڑی فرمایا اس قبر میں دفن کیے جانے کے باوجود نبی ﷺ نے صرف جنت میں ملنے والی راحت کا ذکر فرمایا، اس دنیاوی جسم کے بارے میں کچھ بھی نہ کہا، کتب بھی کیے کہ آپ ﷺ تو قرآن کی تشریح کرنے کے لیے تشریف لائے تھے، وہ تو یہ مسلک پرست ہیں جو آپ ﷺ کی احادیث سے ان باتوں کو کشید کرنے کی کوشش کرتے ہیں جن سے قرآن کا تضاد ثابت ہو اور جو ان میں ہوں بھی نہیں۔ ایک طرف تو رسول اللہ ﷺ کا بیان ہے، دوسری طرف بے محض گمان۔ اب انہاں کس پر ہوگا؟ حدیث پر یا امام احمد بن حنبل پر؟

نبی ﷺ نے کالے، دیا کالی عورت کی وفات کے بعد اس کی قبر پر صلوٰۃ اہل بیت اور اہل مائتہ پر کیا، اس عمل سے بھی دنیاوی جسم پر عذاب یا راحت کی خوشبو آگئی حالانکہ یہ تو نہایت سادہ اور عامی بات ہے کہ صلوٰۃ اہل بیت اور اہل میت سانس نہ رکھتے ہیں۔ مذکورہ احادیث کے متن سے پتہ چلتا ہے کہ اس عورت یا مرہ کی وفات رات کو ہوئی تھی و صبح نبی ﷺ نے نبی ﷺ کو بیگانا مناسب نہ سمجھا اور اس کی ایسے ہی تدفین کر دی۔ نبی ﷺ نے معلوم ہوئے پر اس کی قبر پر چاکر صلوٰۃ اہل بیت اور اہل میت کے اس عمل سے ان مسلک پرستوں کی تسلی نہ ہو سکی، شاید ان کے ذہن میں ہو کہ قبر سے لاش کو باہر نکال کر صلوٰۃ اہل بیت اور اہل میت کی چاہیے تھی، اب چونکہ ایسا نہیں کیا گیا بلکہ قبر میں مدفون میت پر ہی صلوٰۃ اور کر دی گئی تو اس سے اسی دنیاوی جسم پر عذاب یا راحت کا عقیدہ کشید کر لیا گیا، اس سے قبل

”اللہ تعالیٰ نے قرآن کی لاش کو عبرت کے لیے حق پر مار دیا یا صبر کیا کہ صاحب دنی شے زمین نے اپنے اندر یاد نہیں دی اور دفن کے بعد زمین نے اسے باہر اگل دیا۔“ (صحیح بخاری) اب اگر جان لاش پر عذاب کے کوئی اثر ہے تو اس میں نظر نہیں آتے ہیں کہ قبضہ دہشت کے وقت سرنے والے پر عذاب یا پانی کا کوئی اثر سمجھیں، دیکھتے ہو عذاب قبر کی واضح احادیث جن میں دفن کے بعد میت کے جتانے کا عذاب ہونے کا ذکر موجود ہے (اور جن کا بیان تفصیل سے غریب کیا جائے گا ان شاء اللہ تعالیٰ) لیکن ان تمام حالات کا تعلق پردہ غیب سے ہے اس لیے ہم اس پر ایمان لاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے پردہ کرتے ہیں۔ اس آیت میں آلِ قرون صبح و شام جس آگ پر بیٹھ کے جا رہے ہیں وہی عذاب قبر ہے، اور قیامت کے دن جس شدہ عذاب میں داخل ہوں گے اس سے جسم کا عذاب مراد ہے جس میں روح اور جسم دونوں کے ساتھ داخل ہوں گے۔“

(عقیدہ عذاب قبر، (۱) جابر بن عبد اللہ، المرقی، ۳/۲۰۳)

سورہ انفال اور سورہ محمد کے حوالے سے اس سے قبل تشریح کر دی گئی ہے کہ فرشتے زندہ انسان کی روح قبضہ کرتے وقت اسے مارتے ہیں، مراد جسم پر مارنے کا کوئی بیان ان آیات میں نہیں ملتا، لہذا اس کو دلیل بنانا محض گمراہی اور لوگوں کو دھوکہ دینا ہے، یہ خود بھی گمراہ ہونے اور نہ جانے کتنوں کو گمراہ کیا ہے۔

مفتی صاحب نے اپنے فرتے کے عقیدے کو بچانے کے لیے پردہ غیب کا بہانہ تو تراش لیا لیکن قرآن کے اس بیان کو کہاں لے جائیں گے کہ

لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوحًا عَلَيْهِ سُلُوفًا مِّنْ عَذَابِنَا

”جہنم کی آگ ہے جس پر تیرے دشمنوں میں سے جاتے ہیں۔“

یعنی عذاب یہاں نہیں ہو رہا بلکہ جہنم میں ہو رہا ہے۔ اب موصوف کیسے تسلیم کر لیں کہ یہ جہنم کا تذکرہ ہے کیونکہ اگر یہ بات تسلیم کر لی جائے تو ظاہر ہے ان کے جھوٹ کا بھانڈا پھوٹ جائے گا۔ لہذا مفتی صاحب نے لَقَدْ اَرْسَلْنَا جہنم کی آگ کے معنی میں بدل دیا اسے کہ نہ رہے گا جس اور نہ رہے گی بائسری، چنانچہ لکھتے ہیں:

”اس آیت میں آلِ قرون صبح و شام جس آگ پر بیٹھ لے جا رہے ہیں۔ یہی عذاب قبر ہے۔“

ماہر ظفر فرمایا کہ کس طرح انہوں نے کمال بھاری دکھاتے ہوئے اسے ”جس آگ“ کہہ ڈالا اور ان کی ان مفتی صاحب سے پوچھتے کہ قرآن وحدیث میں بے شمار جگہ لَقَدْ اَرْسَلْنَا آیا ہے، کیا معنی ہیں لَقَدْ اَرْسَلْنَا؟ یہ کافر و مشرک ”جس آگ“ میں عذاب دیتے جاتے ہیں یا جہنم کی آگ پر ایسے ہی ان مسلک پرستوں کا انداز کیا یہ بدترین علمی خیانت نہیں؟ کیا اپنے فرتے کے عقیدے کے دفاع کے لیے قرون مجید کے الفاظ کے معنی و فہم بدل دینا جائز ہے؟

احادیث کے ذریعے اسی جسم پر عذاب کو ثابت کرنا!

قبر پر نہیں گاڑنے والی حدیث بخاری پیش کر کے عبد الرحمن کیلانی صاحب دعویٰ کرتے ہیں کہ:

انہی موصوف کا یہ تو ہی بھی ہم پیش کر چکے ہیں :

”اور یہی وہ وجہ ہے جس کی طبع صوفیوں کو ضرورت تھی۔ لیکن قرآن میں ان کی ایک ایک بات کی چرچہ کرتے کرتے۔ وہ بتا رہے ہیں کہ یہ وہ صفت کا دور ہے زندگی کا وہ لمحہ جس میں قبروں میں چلے گئے لوگ مردہ ہیں۔ ان میں شعور ہے جسے سن سکتے ہیں۔ جواب دے سکتے ہیں۔ اب یہ ہی قرآن ہے یا تو ان ملاموں اور بزرگوں کی روایات اور اقوال پر وہ کاشفات کو مان لیتے تو قرآن سے مستحضر اور ہوجاتے روت ان سے خرافات سے دست بردار ہوجاتے۔“ (اپنی صفحہ ۵۶)

اب الحمد رٹ صاحبان اس بات کا فیصلہ فرمائیں کہ ان کے فنی صاحب کا کونسا فتویٰ سچا ہے اور کونسا جھوٹا۔ اور وہ قرآن سے دست بردار ہوتے ہیں یا اپنے ان کا پرین کے باطل حاکم سے !

کیا گل سڑ جانے اور مٹی بن جانے والے جسم پر عذاب ہوتا ہے؟

قرآن وحدیث کا دیا ہوا عقیدہ یہ ہے کہ یہ جسم گل سڑ جاتا اور مٹی میں گل کر مٹی ہو جاتا ہے۔ اب جو جسم باقی ہی نہ رہے تو اس کے شعور و ادراک کا کیا مطلب ! لیکن ان فرقہ پرستوں نے احسن میں عقیدہ پھیلا دیا ہے کہ

”ہاں کبھی کبھی مرنے کے بعد اس جسم صوفی پر بھی عذاب و ثواب کے آثار نمایاں ہوتے ہیں۔ ہذاں کی عبرت و نصرت کے لیے اور اس عالم اشغال میں اپنے تعلقات و مناسبات کے عذاب و ثواب کے ساتھ عذاب و ثواب ہوتا ہے جس کو ہم محسوس نہیں کر سکتے اور اس عذاب و ثواب کے لیے اس جسم کا صورت نفی میں باقی رہتا ہے جس طرح مٹی میں اگر انگوٹھ ڈالتے ہیں تو انگوٹھ کے تغیر و تبدل حاصل کر کے کچھ بھی بھجوانے پر دیات پیدا ہیں عذاب و ثواب کا بھی یہی حکم ہے۔“

(الاقوال المرصی فی الاحوال المرصیۃ) (از محمد حسین نقوی دمشقی صفحہ ۴۴)

”یہ بزرگ میں مردہ اور روحانی زندگی اصل ہے جسم اس کے تابع ہو کر اس کی قوت و معیشت کے اثرات قبول کرتا ہے خواہ وہ اپنی حیرت پر ہوا بکھر جائے۔“

(عالم بزرگ، از قاری محمد طیب دیوبندی صفحہ ۵)

”اب کوئی کہے کہ مردہ مٹی ہو جاتا ہے۔ جسم گل سڑ جاتا ہے پھر اس میں زندگی کے کوئی آثار نہیں ہوتے تو پھر ایک مردہ جسم کو عذاب کیسے ممکن ہے؟ یہ بات کبھی میں آئے یا نہ آئے لیکن عذاب ہوتا ہے کہنہ الصادق الامین جناب محمد رسول اللہ ﷺ جن کی زبان سے زیادہ سچی زبان کا کلام نہیں کسی کی نہیں ہے جن کی زبان پر اللہ جانتا و تعالیٰ ہی کی جارہی ہوتی ہے انہوں نے ضروری ہے کہ قبر میں عذاب ہوتا ہے لہذا ہوتا ہے۔“ (پہلا رد مذہبی شکیں از حسن ابوسعید صفحہ ۸۴)

ان آثار اللہ تعالیٰ قبر کے موضوع پر قرآن وحدیث سے دلائل دے کر ان فرقہ پرستوں کے گمراہ کن عقیدے کی بھی قافی اتاری جائے گی۔ فی الوقت ہم صرف گل سڑ جانے والے مردہ دنیاوی جسم پر بحث کرتے ہیں۔ ان لوگوں نے یہی عقیدہ گھڑا ہے کہ چاہے دنیاوی جسم گل سڑ کر مٹی کے ذرات میں تبدیل ہو جائے، عذاب تو بہر حال اسی کو ہوتا ہے۔ حدیث پر عمل کرنے کے دعویداروں کو ہم حدیث سے ہی دلیل دیتے ہیں جو ان کے اس باطل استدلال کے بارود پود کھیر دیتی ہے۔

نبی ﷺ نے فرمایا :

... اَعَاذُ زَجَلٍ جَالِسٍ زَوْجَلٍ قَالَتْ بِنْدَةٌ اَقْلَیْ عَضَّ اَصْحَابُہَا نَسِیَہَا
کَلْبُوبٌ مِّنْ حَدِیْدٍ یُّذْخِلُہَا فِیْ شِدْقِہِ حَتّٰی یَبْلُغَ قَفَاہُ ثُمَّ یَفْعَلُ
بِشِدْقِہِ الْاٰخِرِ مِثْلَ ذٰلِکَ وَ یَلْبَسُہُمْ شِدْقُہُ ہٰذَا قَبْلُہُ فَاَقْبَضُہُ مِثْلَہُ
قُلْتُ مَا ہٰذَا قَالَ اَنْطَلَقَ فَاَنْطَلَقْنَا حَتّٰی اَتٰنَا عَلٰی زَجَلٍ تَحْتَطَّعُ
عَلٰی قَدْفَہُ وَ زَجَلٌ قَاتِمٌ عَلٰی رَاسِہِمْ یَغْفِیْہُ اَوْ یَصْلَحُہُ فِیْشِدْخُ یَہَا
وَ اَسَہُ فَاِذَا مَرَبَدٌ لِّذِذْفَہُ الْمَحْجُوْرُ فَاَنْطَلَقَ اِلَیْہِ لِیَأْخُذَہُ فَلَا یُزِجُ
اِلَیْہِمْ حَتّٰی یَلْبَسُہُمْ اَسَہُ وَ عَادَ اَسَہُ کَمَا کُوْنُوْا عَادَ اِلَیْہِ تَصْرِیْہُ

(بخاری)۔ کتاب الجنائز باب دعوایہ عن سمرۃ بنت جندب و غیرہ
” (میں نے سنا آپ کو کہ ایک شخص بیٹھا ہوا ہے اور ایک شخص کھڑا ہے اور
اس کے ہاتھ میں لوہے کا آئینہ ہے۔ وہ اس کو اپنے ہونٹوں کے کمال میں داخل
کر کے کمال لوگوں تک پہنچاتا ہے پھر اس کے دوسرے کمال کے ساتھ مٹی چل
کرتا ہے۔ پھر کمال چڑھتا ہے اور وہ (کھڑا ہوا شخص) (بیٹھا ہوا ہے) کے ساتھ
وہ بارہ بھی حامل کرتا ہے۔ میں نے یہ سنا کہ یہ کیا ہے۔ کیا آئینہ ہے۔ ہم نے
یہاں تک کہ اپنے نفس کے پاس پہنچے جو اپنی مٹی کے ساتھ ہوا تھا اور اس کے سر پر
ایک دوسرا شخص چھ لے کر اور وہ تھا اور پھر مار کر اس کا سر بچاؤ رہا تھا۔ پھر سر پر
چڑھنے کے بعد ایک طرف لڑھکے رہا تھا اور پھر مارنے والا اس کو اٹھانے کے لیے
چاہتا تھا اس درمیان میں کہ وہ چھ لے رہا تھا اور اس نے ہی موجود تھا
کہ یہاں پہلے خود اب پھر وہ پہلی کی طرح چھ لے رہا تھا۔“

یہ کونسا عذاب قبر بھی عذاب آخرت ہی ہے یعنی مرنے کے بعد دیا جانے والا عذاب
اور وقوع قیامت کے بعد دیا جانے والا عذاب دونوں عذاب آخرت ہی کی شکلیں
ہیں، نہ پہلی جس طرح مذکورہ بالا حدیث میں مرنے کے بعد ایسے جسم پر عذاب ہوتا
دکھایا گیا ہو کھٹے، پختے، جلنے کے بعد وہ بارہ جیسے کی طرح ہو جاتا ہے تاکہ عذاب کا
مزہ برابر چکھتا رہے، نہ ہی طرح قرآن میں قیامت کے بعد دیے جانے والے
عذاب کے لیے بھی بتایا گیا کہ یہ بھی ایسے جسم کو دیا جائے گا جو کھٹے، پختے، جلنے
کے بعد پہلی کی طرح درست حالت میں ہو جائے تاکہ برابر عذاب چکھتا رہے :

اِنَّ الَّذِیْنَ یُکَفِّرُوْنَ یَاۤئِیْنَ سَوَآءٌ لَّہُمْ اَلْجَنَّةُ الَّتِیْ ہُمْ فِیْہَا یَدْخُلُوْنَ وَ اَلَّذِیْنَ
یَکْفُرُوْنَ سَوَآءٌ لَّہُمْ اَلْعَذَابُ الَّذِیْ لَہُمْ فِیْہَا وَ اَلَّذِیْنَ کَانَ عَمَلُہُمْ بَیْنَ
اَلْیَمٰیْنِ (البقرہ ۸۲)

”اور جن لوگوں نے ایمان سے انکار کیا، ان کو ہم عذریہ انہم میں داخل
کر دیں گے۔ جب ان کی کھالیں گلج جائیں گی تو ہم دوسری کھالوں سے بدل دیں
گے تاکہ عذاب کا مزہ چکھتے رہیں۔ یہ ایک اللہ کا لب ہے۔ حکمت والا ہے۔“

یہ ہے قرآن وحدیث کا دیا ہوا عقیدہ کہ اللہ تعالیٰ دنیا کے گل سڑ جانے والے ناقص
و ناقید ابدی کو عذاب نہیں دینا (مرنے کے بعد نہ قیامت کے بعد) بلکہ اس کے
لیے ایک ایسا تھوڑا اور پائیدار جسم عطا کرتا ہے کہ اگر اس عذاب کی وجہ سے جسم کا
کوئی حصہ جل کر رہ جائے تو اس کو بدل دیا جاتا ہے؛ کٹ یا پھٹ جاتا
ہے تو اس کو دوبارہ سے بنا دیا جاتا ہے۔ یہ کیوں ہوتا ہے؟

لَیْسَ اَلْعَذَابُ اَلْعَذَابُ ”تاکہ عذاب کا مزہ چکھتے رہیں“

یعنی کمال جل کر رہے جس کو دوبارہ بنا دیا جاتا ہے کہ وہ عذاب کو

مفسر ہی کر سکتے، جسم کا کوئی حصہ عذاب کی وجہ سے کٹ پھٹ جائے تو اسے دوبارہ
 دیا دیا جاتا ہے تاکہ وہ مکمل طور پر عذاب کی اذیت بھگت سکے۔ گویا عذاب ایسے
 جسم کو دیا جاتا ہے جو شعور و ادراک اور احساس رکھنے والا ہو جس سے دنیاوی جسم تو
 روئے نکل جانے کے بعد محروم ہو جاتا ہے۔ جسم کے اس نام نہاد پہاڑوں اور
 سمندروں سے اچھا عقیدہ تو اس قصاب کا ہے جو کبکراؤ بچ کرتا ہے تو اس کی کھال
 اس وقت تک نہیں اتارتا جب تک اس کا تڑپنا ختم نہیں ہو جاتا؛ بار بار پھرنی مار کر
 دیکھتا ہے کہ اس میں شعور و ادراک تو نہیں ہے۔ جب اس بکرے میں بالکل
 حرکت نہیں رہتی تو سمجھ لیتا ہے کہ اس کی روح نکل گئی ہے، احساس و شعور کا خاتمہ
 ہو گیا ہے، تو پھر اس کی کھال بھی اتارتا ہے اور اس کا گوشت بھی کاٹتا ہے۔

یہ ”علماء دین“، ”حضراتِ اعلماء“ عقیدہ دیتے ہیں کہ دنیاوی جسم خواہ کتنی ہی
 جائے اذیت میں تبدیل ہو جائے، تب بھی اسے عذاب کا احساس ہوتا ہے جبکہ
 قرآن عقیدہ دیتا ہے کہ مٹی بنے والے جسم کو تو عذاب ہی نہیں دینا۔ اسی لیے:

يَقُولُ أَتَذْكُرَ نَبَا يَوْمَ إِذْ تُفْعَلُونَ ۚ أَتَاْتُونَ ۚ

”کافر (ان دن عذاب سے بچنے کے لیے) تذاکرہ کرے گا کہ کاش میں مٹی ہو جاتا“

یعنی مٹی میں مل کر مٹی بن جانا، فنا ہو جانا، عذاب سے بچ جائے کی صورت ہے۔
 ان مسلک پرستوں کے کہ کسی عقیدے کو قرآن و حدیث کی کسوٹی پر پرکھا جائے،
 ان کی کتب میں تو ایک انبار لگا ہوا ہے باطل و من گھڑت عقائد و اعمال کا!

رجسٹرڈ جماعت المسلمین اور اہلحدیثوں کا ایک انوکھا عقیدہ

ایک طرف تو یہ عقیدہ دیا گیا کہ اس گلی سڑ جانے والے دنیاوی جسم پر ہی
 عذاب ہوتا ہے تو دوسری طرف ان اہلحدیثوں کے بڑے بڑے ”علماء“ اور ائمہ
 کے ہم مسلک نام نہاد جماعت المسلمین والے عقیدہ دیتے ہیں کہ وہ افراد جو
 جلاہے جاتے، دُوب کر مر جاتے یا دردندوں کا شمار بن جاتے ہیں، یعنی وہ جن
 کے جسم اس زمینی قبر میں دفن نہیں ہوتے اور نہ مٹی بن جاتے ہیں اور نہ مٹی
 مٹی ہو جاتے ہیں، ان کے ساتھ بالکل انوکھے انداز کا معاملہ کیا جاتا ہے۔ اپنے
 اس باطل عقیدے کو ثابت کرنے کے لیے یہ لوگ بخاری کی حدیث پیش کرتے
 ہیں کہ پچھلی امتوں میں سے ایک شخص کے مرنے کا وقت آیا تو اس نے اپنی ادا دیکھ
 وحیثیت کی کہ

”جب میں مر جاؤں تو مجھے جلا دینا اور میں نے ان اس کے بعد مجھے (یعنی میری راکھ کو)

ازادیاہ کیونکہ اللہ کی قسم اگر اللہ تعالیٰ مجھ پر قابو پالے گا تو مجھے اس عذاب سے بچا جو
 اس نے کسی کو نہ دیا ہوگا۔ چنانچہ جب وہ مر گیا تو اس کے مرنے کی اسی طرح کیا۔
 پس اللہ تعالیٰ نے زمین کو قسم دیا کہ اس شخص کے جس قدر زراعت تھی میں جمع کر۔
 زمین نے جمع کر دیا اور وہ شخص صحیح و سالم کھڑا ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تجھے اس
 حرکت پر ہنسنے کی ہے۔ گھر جیجے آتا دیکھ کیا؟ اس نے عرض کیا اسے میرے رب!
 میرے خوف نے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اسے معاف کر دیا۔

الحق اور کذب، اللعاب، باب حاد کو تن بعد انیل

اس حدیث کو بنیاد بنا کر رجسٹرڈ جماعت المسلمین والے فرماتے ہیں:

”دوسرا حکم جس شخص کو شیر نے کھا لیا اس کی روحی قبر کہاں تھی کہ اس میں عذاب ہو۔
 جواب یہ سوال بھی عقل کی بنیاد پر کیا گیا ہے۔ فارسی عقل کی رسائی ہی محدود ہے
 اور اللہ تعالیٰ کی قدرت اور حدود سے لہذا اس جسم کا سوال اٹھتے، تو اس کے ذہان
 تعالیٰ اس مرد کو اس کے اصلی جسم کے ساتھ زندہ کرے گا تو کیا وہ اس شخص کا اصلی جسم
 کے ساتھ وہ دن زندہ نہیں کر سکتا جس دن وہ دفن کیا گیا تھا؟ جس دن اسے شیر نے
 کھا تھا۔“

”اس حدیث سے ثابت ہو کہ اللہ تعالیٰ تمام ذرات کو متحرک کرے۔ دوبارہ دیکھ اگر عقل
 ہے تو پھر اچھل دو رہو گیا کہ شیخ کے کھانے ہوئے کی قبر کہاں بنے گی۔ شیخ کا کھانا ہوا
 بھی اسی جسم کے ساتھ زندہ کیا جاسکتا ہے اور پھر اس کی قبر میں رکھا جاسکتا ہے۔“

(تذکرہ آئمہ اہلحدیث، ج ۱، ص ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳

اَفَعَيَّنَّا لِلْخَلْقِ الْاُولٰٓئِكَ لِيَلْهُمُ فِي حَرْقٍ مِّنْ حَرْقٍ جَالٍ يَزِيحُ (۱۵۰)
یا تم نے کئی بار یہ ذکر کر کے تھک گئے ہیں، چلے دو، بارہ بیڑا کیلے جانے کے بارے
میں تم پر کونسا اثر ہے؟

لئس من الأسماء شيء إلا ينسب إلّا عظمنا واحداً في كل غيب
الذبح ومنه بُرئت الخلق يوم القيامة

”انسان کے جسم کی کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو برباد نہ ہو جائے۔ سوائے ایک ٹکڑی ”عجب الثاب“ کے اور ساری پر انسانی جسم کے قسمت کے وہی ٹکڑا بنایا جائے گا۔“

”اگر کیا، ماس ٹھیک کے مطابق جسم کے ساتھ اس میں رہنا نہیں کر سکتا جس میں ہر شخص
کیا گیا تھا جس میں اسے شیعہ کے کھلایا تھا“

انہوں نے ایک مخصوص واسطائی واقعہ کو نیا دیا کہ قرآن وحدیث کے دینے والے
 عقیدے کا مکمل انکار کر دیا اور ان کو قرآن وحدیث کا علم ہی نہیں یا پھر ان کے
 نزدیک ان کی کوئی وقعت نہیں۔ قرآن وحدیث نے اس بارے میں بالکل واضح
 عقیدہ دیا لیکن نام نہاد اہلحدیثوں کی طرح رجسٹرڈ دعائمت المسلمین والوں نے
 بھی اسے شاید اس لیے کوئی اہمیت نہیں دی کہ یہ تو ۱۳۳۰ سال پرانا ہے، لہذا اب
 کوئی latest عقیدہ لا آتا چاہیے جس میں کوئی کشش ہو کوئی نئی بات ہو کہ جس کی وجہ
 سے ان کو کچھ سمجھا جائے ورنہ اگر یہی پرانا عقیدہ اب بھی جاری رہا تو لوگوں پر رفتہ
 رفتہ حقیقت کھل رہی ہے جس سے ان کے جھوٹے سمجھے جانے کا قوی امکان ہے۔
 نیز یہ کہ بات انہوں نے رجسٹرڈ ایسوسی ایشن رکھی، بلکہ وہ لوگ فیصلہ فرما دیا کہ
 ”تو پھر اذکار اور جو کیا کثیر کے گناہے ہوئے کی قبر کہاں ہے۔“ حیران کیا ہوا

یعنی اب یہ کسی قسم کے اشکال کی بات ہی نہیں ہے بلکہ ایسا ہی ہوتا ہے کہ اس کا جسم دوبارہ بنایا جاتا ہے اور اسے قبر بھی مل جاتی ہے۔ یہ سچ ہے یا نہیں؟

ہم نے مسعود بن ایسی ہی صاحب کی پیر "زین تحریہ" ان کی وفات کے بعد
 رخصی۔ کاش ان کی زندگی میں ہی یہ نظروں سے گزر جاتی تو بھانگتے ہوئے ان کے
 پاس جا کر اس قبرستان کا یہ معلوم کر لیتے جس میں جل کر خاک ہو جانے والے،
 درندوں کا نوالہ بن کر موت کا شکار ہونے والے مرنے کے بعد جلا دیے
 جاتے والے یا جن کے جسموں کو پرندوں کو کھلا دیا جاتا ہے، دفن کیے جاتے
 ہیں۔ ویسے ہو سکتا ہے کہ وہ اپنے دشمنی مقلدین کو اس کا یہ پتا لگے ہوں۔ اللہ کے
 فرمان کے خلاف، انہوں نے یہ فوری طور پر جسموں کے دوبارہ بٹائے جانے کا
 عقیدہ دیکھ تو لیا، لیکن بات پھر بھی اجماعی ہی رہی کہ نیکہ ان مسک پرستوں کا تو
 یہی عقیدہ ہے کہ اس زمین قبر میں ہی عذاب ہوتا اور نہیں راحت ملتی ہے۔ لیکن
 اس مذکورہ مرنے والوں کی تو قبریں ہی نہیں ہوتیں؟ لیکن اس کے باوجود مسعود صاحب
 فرما گئے ہیں

“منه ما لا يدرك بالحواس”

تو ان کی قبر کہاں بنتی ہے؟ کہاں واقع ہے ایسا قبرستان؟ کون انہیں دفناتا ہے اور وہ کس کی جوتیوں کی تہاڑ بنتے ہیں؟ یہ ہیں مفسر قرآن!

پوچھنے والے میں ہم نے مودودی صاحب کی لکھی ہوئی تفسیر "تفہیم القرآن" یا بھی حوالہ دیا تھا۔ وہاں بھی آپ نے ملاحظہ فرمایا ہو گا کہ کس انداز میں قرآنی آیات کے حروف اور تفسیر میں مرقآن کے دیے ہوئے عقیدے کا رد کیا گیا تھا۔ اس کے علاوہ عقیدہ و اصالٰی ثواب اور علیحدگی الارض کے موضوع پر بھی مودودی صاحب نے قرآن کے موقف کو بدل ڈالا جو کہ فی الحقیقہ ہمارا موضوع بحث نہیں۔ اب ہم آپ کے سامنے اہلحدیثوں کی تحریر کردہ تفسیر کے کچھ حوالے پیش کرتے ہیں جن سے آپ کو بخوبی اندازہ ہو جائے گا کہ کیا یہ تفاسیر قرآن کے دیے ہوئے عقیدے کی وضاحت کرتی ہیں یا ان میں صرف اپنے مسلک کا دفاع کیا جاتا ہے۔

ابجدیشوں کی ایک تفسیر "احسن البیان" اور السلام، ریاض، یہودی عرب سے شائع ہوئی ہے۔ قرآنی آیات کا اردو ترجمہ "خطیب البند مولانا محمد جوناگڑھی" نے کیا۔ حاشیہ "حافظ صلاح الدین صاحب" نے لکھا اور نظرخانی "مولانا صفی الرحمن مبارکپوری صاحب" نے فرمائی ہے۔ مفسر صاحب سورہ مومنوں کی تفسیر تفسیر... کی تفسیر میں اپنے فرقے کے عقیدے کی وکالت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”اوپر دیوں کے درمیان خواب اور آنکھ سے رخ کیا جاتا ہے۔ دنیا کی زندگی اور آخرت
کی زندگی کے درمیان وقت ہے۔ اسے یہاں ہر رخ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ کیوں کہ
مرنے کے بعد انسان کا حلقہ دنیا کی زندگی سے ختم ہو جاتا ہے اور آخرت کی زندگی کا
آغاز اس وقت ہوگا جب تمام انسانوں کو وہ بارود دیا جائے گا۔ یہ مسیحا کی زندگی،
نور میں یا پرندہ کے پیرت میں یا چلنے والے ڈالسنے کی صورت میں آسمانی کے ذرات
میں گردش کرتی ہے۔ ہر رخ کی رنگ مٹی ہے۔ انہیں گایہ و بجز جیسے بھی اور جس شکل میں
بھی ہوگا۔ (ظاہر و باطن) اسی میں لپٹ کر رہتی ہیں چاکہ ہوگا، بارود نہ پا کر جو اس میں اڑاؤ گا

کیونکہ عذاب کے لیے یہ ضروری نہیں کہ ہمیں نظر بھی آئے۔ اللہ تعالیٰ ہر طرح عذاب دینے پر قادر ہے۔ کیا ہم دیکھتے نہیں ہیں کہ خواب میں ایک شخص نہایت اذیت کا منظر دیکھ کر سخت کرب و غم میں مبتلا رہتا ہے۔ لیکن دیکھتے دیکھتے وہ سو رہتا ہے۔ محسوس نہیں ہوتا کہ یہ خواب کبھی شدید عذاب سے دوچار ہے۔ اس مشاہدے سے باوجود عذاب قیامت کا تصور ہمیں ہر جہاں اور ہر لمحہ چھلک رہا ہے۔ (ایضاً)

علامہ فرمائی قرآنی آیت کی یہ تفسیر کہ ”الْكَافُورُ“ جنہم کی آگ ”کو“ آگ ”نیا“ والا! چاہے کہ اس سے قبل وہ بلند درجے کے فاضل و دانشور کی کتاب کا حوالہ بھی دیا جا چکا ہے کہ انہوں نے ”الْكَافُورُ“ کو ”جس آگ“ لکھا تھا۔ مفتی داماد نے تو محض ایک کتاب لکھتے ہوئے یہ خیانت کی تھی، لیکن یہ تو قرآن کی تفسیر لکھی جا رہی ہے تفسیر میں ایسی بدترین خیانت! اپنے فرقے کا عقیدہ بچانے کے لیے پہلے مترجم نے ترجمہ میں خیانت کی اور پھر مفسر صاحب نے قرآن کی آیت کا مفہوم بدل دیا اور عقیدہ دیا کہ یہ اسی زمین پر عذاب دیے جا رہے ہیں۔ اور پھر عدم عقیدہ کے لاکھ دعووں کے باوجود اپنے اکابرین کی تقلید میں وہی کیلانی صاحب والا خیالی فلسفہ دے ڈالا کہ عذاب قبر خواب کی مانند ہے۔ موصوف سے کوئی پوچھے کہ کیا مردے بھی خواب دیکھتا کرتے ہیں؟ کیا ان کا جسم صلیح و سالم ہوتا ہے؟ کیا ان میں بھی زندگی کی طرح شعور و ادراک ہوتا ہے؟ ذرا اپنا یہ کافری فلسفہ قرآن و حدیث سے تو ثابت کر دکھائیں۔ کاش کوئی انہیں قرآن کی یہ آیت کھول کر دکھائے کہ آل فرعون خواب نہیں دیکھ رہے بلکہ جنہم کی آگ پر ان کی جیسی کاہی ذکر ہے۔ ابجدیوں کی ایک اور تفسیر ”تیسیر القرآن“ کا حال بھی سیکھا اس سے مختلف نہیں۔ اس تفسیر کے مقدمہ میں لکھا ہے:

”اور: کی تمام تفاسیر میں یہ پہلی تفسیر ہے جس میں تفسیر کے لیے سب سے زیادہ قرآن ہی کی دیگر آیات اور صحیح احادیث پا کر لیا گیا ہے۔“ (مقدمہ)

قرآن و روایات پا جانے والوں کے لیے ”مَوَاقِفُ عَقْدُ الْغَيْبِ“ ”مردہ ہیں، جہنم کی دھن تک نہیں“ بیان فرماتا ہے۔ اب وہ اس تفسیر کی یہ تحریر ملاحظہ فرمائیں:

”بہرگز۔ روک، پروردگار۔ اس میں ایک ایسی حدیث بھی شامل ہے۔ ہرگز میں انسان اکل، دینا اور ارضی عقلی دولتوں سے دولت میں ہوتا ہے اور یہ موت کا زمانہ ہے۔ اور اس زمانہ میں موت کے اثرات غالب ہوتے ہیں۔ تاہم زندگی کے بھی کچھ اثرات ہوتے ہیں۔ جس کی وجہ سے عذاب و ثواب ہوتا ہے مگر قیامت کے عذاب کی نسبت ہلکا ہوتا ہے۔“ (تیسیر القرآن اردو، ص ۳۵۹)

ان کی یہ تفسیر پڑھ کر زبان پر یکدم سورہ بقرہ کی آیت رواں ہو گئی کہ
 اَفَتُؤْمِنُونَ بِالْكِتَابِ وَلَكِنْ لَّمْ يَكُنْ مِنْكُمْ قَوْمٌ يَتَّقُونَ فَمَا جَزَاءُ مَنْ يَفْعَلُ
 ذَلِكَ مِنْكُمْ لَّا خَيْرَ فِي الْعَبَثِ الَّذِي اُولِيَكُمْ الْعِقْدَ كَذِبًا وَمَنْ يَلِكِ
 الْحَذَرُ وَمَا لِلّٰهِ بِعَاقِلٍ مَّا تَتْلُونَ ۝۸۵ البقرة ۸۵

”کی قسم (اللہ کی) کتاب کے بعض حصے کو مانتے ہو اور بعض کا انکار کر دیتے ہو؟ پس تم میں سے جو ایسا کرے گا تو اس کا بدلہ اس کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے کہ دنیا کی زندگی میں ذلت، رسوائی و جاہ و قیامت کے روز اسے شدید عذاب میں ڈھکیل دیا جائے۔ اور اللہ تعالیٰ سے اہل حق سے نفرت نہیں۔“

قرآن پر ایمان کا دعویٰ اور یہ انداز کہ کچھ باتیں مانی جائیں اور کچھ کا انکار! قرآن فرمائے کہ ان میں زندگی کی رقعہ تک نہیں، اور قرآن کی تفسیر میں یہ بیان کریں کہ موت کے اس دور میں زندگی کے بھی کچھ اثرات ہوتے ہیں۔ کیا اسی کو قرآن پر ایمان کہتے ہیں؟ انہوں نے موت کے اس دور میں بھی ”زندگی کے کچھ اثرات“ کا جو ذکر کیا ہے تو وہ ان کی مجبوری ہے۔ اگر قرآن کی بات مان لی جائے تو پھر کس طرح اس خلاف قرآن عقیدے کا دفاع ہوگا کہ زندگی شعور و ادراک، حواس سے ہماری یہ گل سڑ جانے والے ہے جان لاشے سلام میں لیتے ہیں، خواب دیتے ہیں، فرشتے ان سے سوال و جواب کرتے ہیں، اور انہیں جہنم میں پر عذاب ہوتا جان کو راحت سے لہذا جاتا ہے۔ اب اپنے فرقے کا عقیدہ بچانا ہے تو چاہئے کتابیں لکھی جائیں یا قرآن کی تفسیر، کچھ نہ کچھ ہیر پھیر تو بالآخر کرنا ہی پڑے گا!

قارئین! ان تفاسیر کی ایک بھلک آپ کے سامنے پیش کی ہے۔ کیا یہ تفاسیر انسانیت کو وہ راہ دکھاتی ہیں جو قرآن و حدیث کی اصل ہے۔ ان مفسرین کے اس طرز عمل کو دیکھتے ہوئے ذاکر مثنوی مرزا کا یہ کہنا بے سانسٹ یاد آ جاتا ہے کہ
 ”اور یہ جو کہا جاتا ہے کہ ان کی تفسیر اور انہیں جہنم سے لے کر شرف سے دو کام لیا ہو کسی سے نہ ہے نہ جہاد اس کا جواب یہ ہے کہ کاش قرآن و حدیث کو ان کے اپنے حال پر چھوڑ دیا جاتا۔“ (ایمان خالص، قسط دوم، صفحہ ۳)

در اصل یہ تفاسیر مختلف مسلک اور مذاہب فکر کے کھنکھاتے نظر کو تو پر زور انداز میں پیش کرتی ہیں لیکن ان میں اس اصل دعوت کا فقدان ہے جس نے ڈیڑھ ہزار سال قبل ایمان لانے والوں کی فکر و نظر میں انقلاب برپا کر کے ان کو منصب جہاں بانی کا اہل بنا دیا تھا۔ ان تفاسیر نے تو اصلاح احوال کے بجائے امت کو کتاب اللہ کی ہدایت سے محروم کر کے ان کے عقائد بگاڑنے ہی میں موثر کردار ادا کیا ہے، لہذا ایسی تفاسیر سے تو بڑھ کر تھا کہ قرآن و حدیث کو ان کے اپنے حال پر ہی چھوڑ دیا جاتا۔

جو تہیوں کی چاپ سننے والی روایت

یہ مسلک پرست ہوسے زوردار انداز میں بخاری کی بیان کردہ ”جو تہیوں کی چاپ سننے“ والی روایت پیش کر کے اس مرد و جسم کو شعور و ادراک رکھنے والا ثابت کرتے ہیں۔ اولیٰ انداز میں بیان کردہ اس روایت کو بتایا جا کر انہوں نے امت میں عقیدہ پھیلا دیا ہے کہ اسی دنیاوی مرد و جسم سے سوال جواب ہوتا اور انہیں اس عذاب یا راحت سے دوچار کیا جاتا ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ آئندہ صفحات میں اس روایت پر قرآن و حدیث کے حوالے سے مکمل بحث پیش کی جائے گی، مگر ابوقت زیر بحث ”موضوع“ ”مرد و جسم“ کے حوالے سے بات کرتے ہیں۔ قرآن و حدیث مزے کے سماع کی مکمل نفی کرتے ہیں لیکن یہ مسلک پرست جو تہیوں کی چاپ سننے کی جو جیہات اس موقف کے خلاف پیش کرتے ہیں، وہ اس طرح ہیں:

”ان آیات مذکورہ کے سوا اور بھی آیات ہیں جن سے مردوں کا عدم سماع ثابت ہوتا ہے اور پھر حدیث قرآن و حدیث سے مردوں کا ایک خاص وقت میں سماع ثابت ہوتا ہے جس وقت مرد قبر میں پھریں گے۔ سوال کے جواب دینے کے لیے زندہ کر دیا جاتا

ہے اور اس وقت مرد و مرز نہیں رہتا۔

(فقہائے شریعہ از مہیاں مذکورہ میں، اپنی فرقہ الہدیہ، حصہ اول، صفحہ ۶۷)
 "اہل اس حدیث کے جواب میں اختلاف واقع ہوتا ہے کہ مرد و مرز ایک جاتے والوں
 کی دو چیزوں کی آواز کی مانند ہے تو اس کو بھی اول وقت کے ساتھ مخصوص کیا گیا ہے کہ
 جب منکر و کفر قریب ہو جائے کہ اس کے لئے آتے ہیں اس وقت روح لوانی جاتی ہے
 اس وقت تک بھی جاتا ہے۔" (ایضاً صفحہ ۶۷)

"سوال: جواب کے وقت روح کو بھی قبر کی طرف لوٹایا جاتا ہے۔"

(فقہیہ و مذاہب قہر بازارہ جازید اللہ دہلوی، صفحہ ۱۷)
 "کب منکر کے لئے قبر میں مرد کے جنوں کی چاب ستنے کا واقعہ بخاری کے علاوہ بھی
 دوسری کتب صحاح میں جہاں بھی مذکور ہے تو ساتھ ہی منکر کے آتے سے تھوڑی دیر پہلے اس کی
 روح نکلتی ہو جاتی ہے۔ گویا منکر و کفر کے آتے سے تھوڑی دیر پہلے اس کی
 روح نکلتی یا جنوں سے نکلتا کر اسے قبر میں لایا جاتا ہے تاکہ سوالوں کا جواب
 دے سکے۔" (روح مذاہب قہر بازارہ جازید اللہ دہلوی، صفحہ ۱۷)
 اس مسئلے پر اہل تشیع بھی ان کے ہم عقیدہ ہیں:

"احادیث متبرہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ قبر میں سوال و جواب اور منکر و کفر اسی بین
 اصلی سے جو دنیا میں تھا تعلق ہوگا اور روح تمام بدن یا جسم کے یکے سے جس (یعنی
 سینے تک) یا حرکت جیسا کہ احادیث میں ہے، چلائی جاتی ہے تاکہ میت کو خطاب
 سوال کے سمجھنے اور جواب دینے پر قدرت حاصل ہو جائے۔"
 (معارف از آیت اللہ محمد باقر عینی، صفحہ ۲۱۷)

بحیثیت ایک مومن ہمارا عقیدہ ہے کہ اللہ کے سچے رسول محمد ﷺ کسی صورت میں
 بھی قرآن کے بیان کردہ عقیدے کے انکار میں کوئی بات کہہ ہی نہیں سکتے تھے۔
 لیکن بانی فرقہ الہدیہ جیسا کہ پہلے گزرا فرماتے ہیں:

"ان آیات مذکورہ کے علاوہ بھی آیات ہیں جن سے مردوں کا عدم ساق ثابت ہوتا ہے
 اور بخود حدیث قریش احوال سے مردوں کا ایک خاص وقت میں سنا ثابت ہوتا ہے۔"

فور کیجیے خود تسلیم کرتے ہیں کہ قرآن سے مردے کا عدم ساق ثابت ہے۔ جب
 قرآن سے مردے کا عدم ساق ثابت ہے تو پھر کیسے یہ عقیدہ رکھا جاسکتا ہے کہ نبی
 ﷺ کی حدیث سے مردے کا ساق ثابت ہو جائے گا! سوال جواب، انشاء اللہ
 یہ سارا معاملہ عالم برزخ کا ہے، اس ذمہ نبی قہر سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ قرآن و
 حدیث کے دلائل پر تو ان کا دل مطمئن ہوتا ہی نہیں، لیکن کیا اپنے ہی فرقے کے
 "عالم" کے اس اعتراف حقیقت کو بھی بھٹکادیں گے۔ ملاحظہ فرمائیے:

"میت کے لئے قدموں کی آواز اپنے اندر یہ تحریر تاکہ نکلت لے ہوئے ہے کہ
 ہائے ان بے چارے کو! دنیا چھوڑ کر سب پہلے گئے۔ اتنا خیال رہتا چاہیے کہ
 اس ساق کا مردے کے جن شدہ جسم سے کوئی تعلق نہیں جیسا کہ اکثر اہل ایمان
 کا خیال ہے۔ ورنہ انکو ہمارے قہر کو کھانا کرنے یا پہلیوں کے آواز ہونے
 کا ٹوکے سنا لیں گے اور مذاہب و مذاہب کے دیگر احوال کو بھی ہرسانی حقیقت
 پر محمول کرنا چاہیں گے اس کا قابل ہونا مشکل ہے۔ وہ مرد کا قہر ہاں تک تقبیح کرتا ہے
 جیسا کہ آگے چل کر واضح ہوگا۔" (قہر پرتی، جلد دوم، صفحہ ۱۷۷)
 "جہاں تک قبر میں فرشتوں کے آتے و رفتے کو لانا ہے، میت کو نہانے، سوال و
 جواب کرنے، قہر کو لانا یا نکلنا یا مذاہب کا تعلق ہے تو گزارش ہے کہ

یہاں قہر سے مراد یہ فی کی قبر میں نہ کوئی اور جہاں ہے جسے آپ عالم ارواح یا عالم
 مثال یا عالم برزخ کہہ سکتے ہیں۔" (ایضاً صفحہ ۸۷)

"یہ ساری مصیبت اس لئے کھڑی ہوئی ہے کہ برزخی احوال کے بارے میں بیان
 غلط و احادیث کو نبوی احوال پر مستطیع کر لیا گیا ہے۔" (ایضاً صفحہ ۸۹)

اللہ تعالیٰ نے کس انداز میں خود انہی کے قلم سے قرآن وحدیث کی جتنی بات نکلا دی،
 لیکن یہ ان کے چہرے کا دوسرا رخ ہے۔ اپنی دوسری کتاب میں بھی "وصوف
 فتعداد و روح فی جسد اور اللہ یسمع قہر و فعالہم کی روایات کو بنیاد
 بناتے ہوئے اپنا دوسرا رخ دکھاتے ہیں:

"یہ دونوں حدیثیں بحال طور پر بظاہر قہر کی تردید پر دلالت کرتی ہیں۔"
 (کراچی کا مقامی مذاہب، صفحہ ۳۶)

نبی ﷺ کے قہر کے ہر کتبہ والی روایت کی بنیاد پر لکھتے ہیں:
 "اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان قبروں کے حج میں ضرور دیکھ دیتا ہے۔" (ایضاً صفحہ ۵۶)
 مزید فرماتے ہیں:

"از مہدی صوفی کی تذکرہ والی روایت مذکورہ بالا سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مٹی کی قبر
 کے ساتھ میت کا کفر تعلق ہے۔" (ایضاً صفحہ ۵۷)
 دہلیوں والی حدیث کی بناء پر انہوں نے استخراج کیا ہے کہ
 "اس سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کی قبروں سے عذاب مسموں فرمایا اور تعقیب کے
 لئے ان کی قبروں پر ہی شائشیں گاڑ دیں۔" (ایضاً)
 ایک اور روایت لکھ کر لکھتے ہیں:

"معلوم ہوا کہ میں کو جو اس میں کچھ دیکھ رہا تھا۔" (ایضاً)
 یہ بیاد انداز میں مزید عامہ فرمائی فرماتے ہیں:

"میں پوچھتا ہوں قبرستان میں کچھ نہیں ہوتا تو وہاں جا کر دعا اور استغفار کا کیا
 مطلب؟" (صفحہ ۵۸)

خج بدلتا ہے رنگ آسمان کیسے کیسے!

ملاحظہ فرمائی ان کی ذرا دلچسپ شخصیت! کیسے دورے ہیں! زبان کی ایک کڑوت
 سے کچھ کہتے ہیں اور دوسری سے کچھ ایک طرف جوتوں کی چاب ستنے والی
 روایت کے بارے میں کہتے ہیں کہ یہاں قہر سے مراد مٹی کی قبر نہیں، یہ کوئی اور
 جہاں ہے۔ دوسری طرف کہتے ہیں کہ "یہ قبریں زندگی پر دلالت کرتی ہے" ایک
 طرف کہتے ہیں: "معلوم ہوا کہ میں کو جو اس میں کچھ دیکھ رہا تھا" دوسری طرف ان
 کا بیان ہے کہ "یہ ساری مصیبت اس لئے کھڑی ہوئی ہے کہ برزخی احوال کے
 بارے میں بیان شدہ احادیث کو نبوی احوال پر مستطیع کر لیا گیا ہے۔" اس موقع پر
 قرآن کی یہ آیت ان پر پوری طرح صادق آتی ہے کہ

تَعْلٰی عِلْمُ اللّٰهِ وَالْاَنْبِیَآءِ اَمَّا بَعْدُ فَاَنْتُمْ عَنِ الْاَنْفِ مَعْرِضُونَ

در اصل پہلے ذاکر ثنائی مرحوم کے قرآن وحدیث پر مبنی دلائل کو رد کرنا تھا
 کیونکہ وہ ان کے فرقے کو باطل پرست ثابت کر رہے تھے، اس لیے لٹائی کرتے
 ہوئے زبان مسموم سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ اسی ذمہ نبی قہر میں سب کچھ
 ہوتا ہے۔ پھر جب بات ہوئی اپنے حریف خفیوں کو ہرانے کی تو خود وہی سب

کچھ لکھ ڈالا جو اکثر صاحب رحمہ اللہ نے قرآن وحدیث سے ثابت کیا تھا۔ شاید یہ لوگ وہ غلاماں کسی اور چیز کو کہتے ہیں؟
اب آئیے باقی فرقہ کے اس بیان کی طرف کہ
”اس وقت مرد مرد نہیں رہتا۔“

ملاحظہ فرمائیے کہ کس طرح اس صحیح انداز میں قرآن کا انکار کیا گیا ہے! اللہ تعالیٰ مر جائے والوں کے لیے فرماتا ہے:

أَمْ كُنْتُمْ خَيْرًا مِّنْ آلِ إِبْرَاهِيمَ الَّذِينَ آمَنُوا

”مرد وہیں زندہ کی برحق تک نہیں۔“

تَنُكِّلُونَ بِهِنَّ لَعَلَّكُمْ يَكْفُرُ عَنْهُنَّ لِقَدَّ كُنَّ نَجِسًا ۚ سَلَبُوهَا لَعَلَّكُمْ يَكْفُرُونَ (البقرہ: ۲۰۵)

”پھر ان کے بعد تمہیں حسرت آئے، پس ان کی بیچہ اس کے بعد تم قیامت کے دن دھائے پاؤ گے۔“

مگر باقی فرقہ فرماتے ہیں:

”مرد و خیر میں تمہیں ان کے سوال کے جواب دینے کے لیے زندہ کر دیا جاتا اور اس وقت مرد مرد نہیں رہتا۔“

اس پر ہم صرف قرآن کی یہ آیت ہی پڑھ سکتے ہیں کہ:

قُلْ يَسْتَكْبِرُونَ تَكْبَرًا عَن ذِكْرِ اللَّهِ إِنَّ لَهُمْ عِندَهُ حُكْمًا عَظِيمًا (البقرہ: ۴۲)

”ان سے (کہ) کہہ تمہارا ایمان تو نہیں بہت ہی برا رحم اسے رہا ہے، اگر تم (واقعی) سمجھو“
ان کی تحریروں سے واضح ہوا کہ ان کے زلم میں یہ مرد وہ اس لیے زندہ ہو جاتا ہے کہ اس کی بروہ ابودادی جاتی ہے۔ ان کے ہم عقیدہ و شیعہ کہتے ہیں کہ آدھے جسم میں روح ابودادی جاتی ہے۔ قیامت سے قبل روح اس دنیاوی جسم میں لوٹائے جانے کا عقیدہ جب ہے ہی قرآن کا انکار رہا تو پھر اب اس مردہ جسم سے سوال وجواب کیسا؟
قادیانیوں نے قرآن کے دے ہوئے ایک عقیدہ کا انکار کیا تو تمام فرقہ والوں نے ان کے اس طرز عمل پر کفر کا فتویٰ صادر فرمادیا، لیکن خود ان فرقوں پر کوئی فتویٰ نہ لگایا گیا جو قرآن کے ہی دے ہوئے وہم سے کہتے ہی عقائد کا انکار کرتے ہیں۔ لیکن فرقوں میں یہ بات بظاہر اس کے یہ ہر اعتبار ان مسالک کا تو ہو سکتا ہے، اللہ کا نہیں۔ یہ روپی کیسلائی، مگر چاکھی، ابراہامی وغیرہ کے عقلمین بتائیں کیا اللہ تعالیٰ کے پاس قادیانیوں کے لیے کوئی اور معیار ہے اور مردوں کے لیے کوئی اور معیار؟
آپ خود بھی اپنی ہواؤں پر کچھ غور فرمائیں
ہم کچھ عرض کریں گے تو شکایت ہوگی

یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب قرآن اس مردہ سے کوئی شعور بتاتا ہے تو پھر یہ سوال وجواب کس سے ہوتا ہے؟ حدیث رسول ﷺ اس کی وضاحت کرتی ہے:

إِنْ رَجُلًا كَانَ فِي مَنٍّ كَانَ قَدْلَكُمْ أَنَاةُ الضِّلْكَ لِيُغْبِضَ رُوحَهُ لِقَبِيلٍ لِّذَٰ هَٰؤُلَاءِ عِبَلَتْ مِنْ خَيْرٍ قَالَ مَا أَغْلَبَ قَبِيلٌ لِّذَٰ أَنْظُرُ قَالَ مَا أَغْلَبَ لَقِينَا غَيْرَ إِنِّي كُنْتُ أَتَابِعُ النَّاسَ فِي الدُّنْيَا وَ أُنْجِزُ لِيَهُمْ فَأَنْظُرُ الْمُؤَسَّرُ وَ التَّخَاوُزُ عَنِ الْمَغْسَرِ فَأَدْخِلَهُ اللَّهُ الْجَنَّةَ

(بخاری: کتاب الاستیجاب ما ذکر عن ابی ہریرہ)

”(نبی ﷺ نے فرمایا کہ) مجھ پر تمہوں میں ایک شخص کے پاس (سوت کا) فرش تھا

کہ اس کی روح نہیں کرے، پھر (نبی ﷺ) روح نہیں کرنے کے بعد اس سے سوال کیا کہ اپنی کوئی نئی تم کو یاد ہے؟ اس نے کہا مجھے تو یاد نہیں اس سے کہا گیا کہ یاد کرو، اس نے کہا مجھے اپنی کوئی نئی یاد نہیں سوائے اس کے کہ دنیا میں لوگوں کے ساتھ فریہ و فریاد کیا کرتا تھا اور لیکن زمین کیا کرتا تھا، جو لوگ خوشحال اور مالدار نہ ہوتے انہیں میں مہلت دیا کرتا تھا اور تنگ و تنگ کو مہلت نہ دیتا کرتا تھا، پس اللہ تعالیٰ نے اس کو جنت میں داخل فرمادیا۔“

بتائیے کہ کس سے سوال وجواب ہوا اور کس کو جزا سے نوازا گیا اور کہاں نوازا گیا؟ قرآن بھی اسی بات کو بیان کرتا ہے:

يَا أَيُّهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ائْتِي إِلَىٰ رَبِّكِ وَأَطِيعِي أَمْرًا جَدِيدًا ۖ فَلَا تُخْلِ بَيْنَ يَدَيْهِ وَهُوَ وَادُّخْلِي جَنَّاتِي ۖ (البقرہ: ۲۰۰-۲۰۱)

”اے مطمئن و مطمئن، چل اپنے رب کی طرف، تو اس سے راضی ہو، تجھ سے راضی ہو، داخل ہو جائیو۔ (تکلم: لہذا میں میں وہ داخل ہو جائیو ہی نہ سے میں۔“

اس سلسلے میں مزید وضاحت نبی ﷺ کی سند درج ذیل حدیث سے ہوتی ہے۔
نَفْسُ الْمُؤْمِنِ مُعَلَّقَةٌ بَدَلْنَهُ حَتَّى يُفْطَى عِلَا
(ترمذی: کتاب الجنائز باب ما خا دل من النائم معلق حتى يفطى عنه)

”مومن کی روح معلق رہتی ہے اپنے ترسے ترسے کی جب سے یہاں تک وہ اس کی طرف سے ادا کر دیا جائے۔“

اس حدیث نے اس بات کی تکمیل و وضاحت کر دی کہ جزا اور سزا کا ان دنیاوی جسم سے قطعاً کوئی تعلق ہی نہیں بلکہ یہ سارا معاملہ روہ کے ساتھ ہوتا ہے (کتاب اللہ اور احادیث نبوی کی رو سے روح کو ایک برزخی جسم دیا جاتا ہے اور جزا و سزا کا سارا معاملہ روح اور اس جسم کے مجموعہ کے ساتھ ہوتا ہے)۔ اگر جزا و سزا کا تعلق اسی دنیاوی جسم کے ساتھ ہوتا تو پھر روہ کو معلق کر دینے کا بیان نہ کیا جاتا۔

کتاب اللہ کا بیان تو آپ کے سامنے ہے کہ مردے نہیں مٹتے، لیکن حقیقی دہانوی صاحب فرماتے ہیں۔

”اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ میت دفن کر کے واپس جانے والے صاحبوں کی بیویوں کی آواز سنتی ہے اور یہ استثنائی حالت ہے۔“ (مقیدہ مذاہب قم جلد ۳)

سوال یہ ہے کہ اس بات کو استثناء کس نے قرار دیا؟ کیا قرآن وحدیث میں اس کا ذکر ہے کہ مردہ ویسے تو نہیں سمجھتا لیکن اس وقت مٹتا ہے؟ اسلام کی بنیاد قرآن وحدیث پر مبنی ہے، یہ نہیں کہ جس کے ہی میں ہوا یا لکھ ڈالو۔

بخاری کی حدیث جو یہ لوگ اپنے باطل استدلال کے طور پر پیش کرتے ہیں۔ اس کے الفاظ تو یہ ہیں کہ

العبد اذا وضع في قبره وتولى وذهب اصحابه حتى انه ليسمع قرع نعالهم اتاه ملكان

(بخاری: کتاب الجنائز باب ما خا دل من النائم معلق حتى يفطى عنه)

”بندہ جب اپنی قبر میں رکھ دیا گیا اور اس کا معاملہ اعلان ہو چکا گیا اور اس کے ساتھی چلے گئے۔ یہاں تک کہ وہ بیٹنی طور پر ان (فرشتوں) کی بیویوں کی آواز سنتا ہے کہ دفن شدہ آ جاتے ہیں۔“

پیش کی گئی ہیں، جن سے یہ احساس ملا تھا کہ وہ ہے کہ مرتے ہی انسان کا حساب بہت جلد شروع ہو جاتا ہے۔

ایسا ہوش ہے پڑ چکا ہے کہ مرنے کے بعد روح کو ایک نیا جسم دیا جائیگا۔
 ہے۔ عذاب و راحت کا دروازہ کھولا ہو چکا ہے۔ مگر عوام الناس کو ہر ایک نے اس کے
 لیے الجھ رہا ہے۔ نگہ ہے۔

”اے اللہ سے پہلے بخدا کا قسط نظر ہے۔ کہ روح کو کوئی دنیا کی قسم نہیں دے سکتا۔ بلکہ اس کا اپنے بھائی کی قسم ہوتا ہے۔“ (روحانی علاج، ص ۱۷۷، مرقیۃ المفاتیح، ج ۱، صفحہ ۱۸۰)

[illegible]

السلام علیک یا ابا عبدی الجناحین

(بحاری، کتاب فضائل اصحاب النبی ﷺ، باب مناقب سعد)

الجزء الثاني - كتاب المناقب، باب مناقب جعفر بن أبي طالب

میں سے قلم بیان کردہ حوالہ پیش نہیں بھی اس کا واضح ثبوت ملتا ہے، جیسا کہ

الحی الطویل روایت میں بھی یہی لفظ ہے اور ہم نے اسے "شہد" کے معنی میں مراد لیا اور خود قول، جہانوں اور براہ صوفیوں کو انسانی جسم میں ہی دیکھا۔ یہودی عورت و چوٹی کی سجد سے جنم میں داخل کر دی گئی، اسے ایک ایسا جسم بنایا گیا کہ جلی اس کا گوشت

اس حدیث میں فرشتوں کے آتے نہ جانے کی نہیں ہے اور صرف ان کی کرنے والی ہیں
وہ آتے ہو کر ہے۔ لہذا اس حدیث سے وہ باطل۔ غرض کہ پائے پاؤں ہو جاتا
ہے۔ یہاں جو اس کی روک ٹوک نہ کرے وہ اس کی اس باطلی دلیل کو اس سے کہتے ہیں اور صحیح
حدیث اور ائمہ کے پاس ان (فقہیہ و مذاہب قیامیہ) کے بارے میں یہ (اللہ و انسانی) ہے (۳۰)

تینوں دوسرے مقام پر مختصر انداز میں بیان کی گئی ایک روایت میں فرشتوں کی آمد کا بیان نہیں۔ دوسرے دو ٹکے کا سہارا مفتی صاحب کی نظر نور اس روایت پر پڑ گئی۔

یہ تھے ہیں تو اکیس روایت میں جب فرشتوں کے آنے کا ذکر کیا نہیں تو پھر کیوں یہ عقیدہ لیا گیا اور کیوں اس کی تبلیغ کی جاتی ہے کہ مرنے کے بعد دوبارہ قبر میں

بہت عکرتیجہ قیصر میں پہلی کرنے کے لیے تھے جس میں اس وقت روح کو پہلی

(کراچی کے لیے تہذیب و ثقافت کے شعبہ کے مطابق)

سے دیر معذرتہ دلو جو جاتا ہے، سنیے والا اور پولیو لٹے والا میں جاتا ہے۔ راپ اس کی بھی
تعمات ہو کہ اس کے زخم میں روح تو قبر میں اٹھائی جائے گی تو انہی راج کو جانے
تھیں یہ میں دیکھتا ہوں کہ یہ پوچھتے ہیں کہ کیا یہ روح اپنی اولیٰ اذات میں

عالم کا ہر خطا بنانا نہ ناکارہ وہیں اور عورتوں کے جسموں کا چھاننا، وغیرہ کے جسم کا
 دریائے خون میں غرق ہونا۔ اسی بات کا ثبوت ہے کہ مروجہ ایک یا کئی نام و بیجا نام
 ہے۔ چونکہ مرنے کے بعد قیامت سے قبل ان کا یہ سارا جامہ عالم برزخ میں ہوتا
 ہے اس لیے ان ناموں کے اصطلاحاً برزخی جسم کہا جاتا ہے۔ مگر البتہ پیش کی تہیجیاں
 ہی یہ ہے کہ بعد از قرآن وحدیث بیان کرے، یہاں سے بدلتے ہی کوشش کریں۔

مروجہ نام کے بارے میں کتاب اللہ اور مسلک پرستوں کے عقائد کا جائزہ
 لینے کے بعد اب ہم "قبر" کے موضوع پر قرآن وحدیث کا بیان پیش کرتے ہیں
 تاکہ اس بارے میں پھیلائے گئے شکوک و شبہات کا ازالہ بھی ہو سکے۔

قبر اور فرقہ پرست

یہ فرقہ پرست اسی دنیاوی قبر کو مرنے کے بعد مرنے والے مذاہب یا راحت کا
 مقام قرار دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اسے مذہب قبر کہیں اس وجہ سے جاتا ہے کہ
 یہ اسی قبر میں رہتا ہے مروجہ تو دفن ہی یہاں لیا جاتا ہے اور نہیں دنیاوی قبر اس کا
 ثبوت نہ ہے قیامت تک۔

اس بات سے قیامت کی انکار نہیں کہ انسانی مدفن کو قبر کہتے ہیں۔ جہاں ایک
 انسان دفنایا جاتا ہے، وہ اس کی قبر ہی کہلاتی ہے۔ لیکن یہ عربی قبر مذہب یا راحت
 کا مقام نہیں بلکہ یہ تو عالم برزخ کا حامل ہے جو کہ قرآن وحدیث سے واضح ہے۔
 اس بات کی وضاحت کرنا چاہئے وہی ہے کہ ان فرقہ پرستوں کا یہ بھی ایک
 بڑا قریب ہندازہ ہے کہ یہ "قبر" کے لغوی معانی پر اصرار کرتے ہیں تاکہ بھیجے
 بجائے لوگوں کو دھوکہ دے سکیں اور اس طرح ان کو اپنے عقائد پر قائم اور جھڑپ
 امید دیتی ہے جس طرح برزخ کے لغوی معنی بیان کر کے انہوں نے لوگوں کو بے
 وقوف بنایا تھا لیکن جب قرآن وحدیث سے اس کے معنی بیان کیے گئے تو اصل
 حقیقت سامنے آگئی۔ مگر وہ بھی دیکھیں کہ جب مغربین حدیث صوم بصلوہ مروجہ
 زکوٰۃ وغیرہ کے لغوی معنی سے اپنا باطل عقیدہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں تو

کیسی لوگ ان کی تردید میں اصطلاحی و شرعی معنی پر اصرار کرتے ہیں۔ طرفہ تماشہ
 دیکھیے کہ نہ چیز "قبر" اور "برزخ" کی بحث میں ان کی اپنی دلیل بنتی ہے وہی صوم
 بصلوہ مروجہ زکوٰۃ کی بحث میں اسے تہذیب کے حق میں باطل ہو جاتی ہے! پہلے
 لغت حق اور اصطلاح باطل تھی، اب یہ وہیوں کے سامنے اصطلاح حق اور لغت
 باطل قرار پائی! ایسے دوسرے معیار سے اللہ تعالیٰ نے یہ کس طرح فرمایا ہے کہ

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَنُدْخِلَنَّهُمْ أَبَدًا فِي الصَّلَاحِ
 لَنُدْخِلَنَّهُمْ فِي الصَّلَاحِ لَنُدْخِلَنَّهُمْ فِي الصَّلَاحِ لَنُدْخِلَنَّهُمْ فِي الصَّلَاحِ

"جہاں ان لوگوں کے لیے جو ناپ تول میں کی کرتے ہیں وہ لوگوں سے ناپ کر
 نہیں توہر میں اور جب ان کو ناپ کر یا تول کر دیں تو ہم میں۔ ایسا یہ لوگ نہیں جانتے
 کہ اٹھائے بھی جائیں گے (یعنی ایک بار) (ختم) (ان میں)۔"

صحیح بات یہ ہے کہ چاہے قبر پر یا برزخ بصلوہ ہو یا زکوٰۃ، ان کے جو معنی قرآن و
 حدیث کے مطابق ہوں، وہی ان کے اصطلاحی اور شرعی معنی قرار دینے جائیں
 گے اور ماہر کی کوئی حیثیت نہ ہوگی۔ جس طرح منکرین حدیث نے ان الفاظ

کے لغوی معنی بیان کر کے مگر اسی پھیلائی ہے، اسی طرح یہ فرقہ پرست قبر کے لغوی
 معنی بیان کر کے شدید مگر اسی پھیلا رہے ہیں اور قبر ارضی کا "آخری آرام گاہ" قرار
 دے کر شرک کی قیادہ راہم کر رہے ہیں۔

صلوہ کے معنی لغوی معنی میں مثلاً دعا، رحمت، برکت، تہذیب، وغیرہ میں
 وہ معنی نہیں پرتے اور ان کو کھوڑا کر کے جاتا ہے۔ بعض "آزاد پندوں" نے آخر الذکر
 معنی سے کرورش اور آجکل وار کرنے کو صلوہ کا نام دے دیا ہے۔ بالخصوص مغربین
 حدیث اس کے لغوی معنی پیش اور سامنے ہیں اور کہتے ہیں کہ ات سے مانگئے اور
 صرف اس کی تصحیح بیان کرنے سے ہی صلوہ کا ادا ہو جاتی ہے۔ پر وہ نے اس کے
 معنی "روڑ میں دوسرے قبر پر آنے والا کھوڑا" لیے ہیں اور اپنے انداز میں اس کی
 تشریح کی ہے کہ صلوہ اصل اسلامی نظام کا نام ہے، جس طرح دوسرے ناموں کا
 کھوڑا پہلے قبر والے کھوڑے کے پیچھے ہوتا ہے، اسی طرح انسان کو یا حق نظام اور
 حکومت کے کام کا تابع نہ بننا چاہیے اور جس نے ان قوانین کی تابعداری کی، اس
 سے صلوہ اور کرلی اور اس طرح حکم ربی تَقِيْمُوا الصَّلَاةَ کا مطلب ہوگا کہ اس طرح
 کا نظام قائم کرو۔ کیا البتہ حدیث یہاں صلوہ کے لغوی معانی پر اصرار کر رہی ہے؟
 آپ اندازہ لگائیں کہ صلوہ کے اصطلاحی معنی اور یہ ایک مخصوص مہاجرت ہے نہ مسلمان
 ہائش ہے اور اس کا ایک مخصوص طریقہ ہے، اسے صرف نظر کرنے والوں اس طرح لغت
 کی بھول جہلوں میں گم ہو گئے اور خود بھی گمراہ ہوئے اور نہ جانتے کتنوں کو گمراہ
 کیا۔ یہ ساری بحث اس لیے پیش کی گئی ہے تاکہ یہ بات سمجھ میں آجائے کہ عربین
 اسلام میں کسی بھی بات کی تشریح و تفسیر دہانی جائے گی جو قرآن وحدیث کے
 لیے ہوئے مستحق عقیدے کے مطابق ہو، نہ کہ صرف اس کے لغوی معنی۔ ہم صلوہ
 کے لغوی معنی کریں گے جو قرآن وحدیث سے ملتے ہیں تاکہ فرض طریقہ مبادت اور
 "رحمت" اور "رحمت کی دعا"۔ بالکل اسی طرح قبر کے بھی وہی معنی لیے جائیں گے
 جو قرآن وحدیث سے ملتے ہوں۔

حدیث میں آداب

انسا موز دسولہ اللہ علیہ یفوز فیہ یسکنی علیہا اھلھا فقال

انھم لیسکنون علیہا و الھما للعذاب فی قبرھا

(بخاری، کتاب الجنۃ، باب قال النبی ﷺ یغیب المیت بعضہ بکفہ، علیہا

"میں خود ایک (ختم) شدہ ایہودی موت کے پاں سے گذرے۔ اس کے گھر

اسے پس پردہ ہے تھے۔ نبی ﷺ نے فرمایا کہ یہ لوگ اس پر رہے ہیں اور اسے

اس کی قبر میں آداب ایجا رہا ہے۔"

سو پنے کی بات ہے کہ ابھی وہ یہودی عورت اس زمینی لغوی و عربی قبر میں دفن بھی
 نہیں ہوئی اور اس پر عذاب ہونے کا شہود نہ ملایا جا رہا ہے، اور اس عذاب دینے
 جانے کے مقام کا "قبر" بتایا جا رہا ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ جہاں کہیں
 مردے کے دفن کا ذکر ہو تو ہاں ان سے مراد یہی زمینی لغوی و عربی قبر ہے، لیکن
 جہاں کہیں میت کو جزا و سزا دینے جاتے کا بیان ہو تو وہاں "قبر" کے اصطلاحی و شرعی
 معنی لیے جائیں گے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ زمینی قبر ہر مرنے والے کو نہیں ملتی

ملکان بضعا انہا قال حسداً فذكر من طيب ريحها وذكر
المشك قال ويقول اهل السماء روح طيبة جاء ث من
قيل الا من صلى الله عليك وعلى جسدك تحميرنا
فيطلق به الى ربه عز وجل ثم يقول انطلقوا به الى اخر
الاجل قال و ابن الكثير اذا حرجت روحه قال حسداً وذكر
من تشها وذكر لغنا و يقول اهل السماء روح خبيثة
جاء ث من قيل الا من قال عبقاً انطلقوا به الى اخر الاجل
اسلج كتاب الجنة ص ١٢٤ نفعها باب نفع الصلوة على الميت و
”جب“ مکن کی روئے اس کے بدن سے نکلتی ہے تو اس کے آگے دو فرشتے
جاست ہیں اس کو تان پیر چمکاتے ہیں اور ہر فرشتہ اس کی توبہ اور صفات کا
کر یا اور کہا کرتا ہوں اے (فرشتے) کہتے ہیں کوئی پاک روح ہے جو زمین سے
آئی ہے۔ اور قال تھی پر رحمت کرے سورج سے جسم پر جس کا رنگ تیرا رہا۔ پھر اس
روح کے رب کے پاس بچاتے ہیں، وہ فرما تے ہے جاؤ اس آفریں وقت تک
سے لیے۔ اور جب کافر کی روح نکلتی ہے تو ہر فرشتہ کہتے ہیں اس پر لعنت کا ذکر کیا
اور کہا کہ اے (فرشتے) کہتے ہیں کہ کیا پاک روح ہے جو زمین سے آئی ہے
پھر حکم جاتے ہے جاؤ اس کو آفریں وقت تک کے لیے۔“

اور اس کا حال اگر میں نظر کرتے تو اس سے یہ لازم نہیں کہ ہم اس عالم کے وجود سے ہی سراسر انکار کریں یا اس کے عذاب و ثواب سے منکر بن جائیں۔
 (موت کے بعد کیا ہوگا؟ از علامہ شیخ محمد صالح المنجد ص ۹۶-۹۷)
 "مردم عذاب عظمیٰ فرمایا کہ تھے انارٹ کی ایک قسم تپس میں قبر کا نام لایا گیا ہے وہاں قبر سے مراد عالم برزخ ہے نہ کہ قبر و سرابی۔ اور یہ کہ وہ روایت میں آیا ہے کہ خداوند عالم قبر کو جس حالت میں دیکھتا ہے وہی اس سے برزخ کا عالم و حافی مراد ہے۔
 قبر کی تاریکی اور مٹی کی حساسیت نہیں ہے۔"

(برزخ، از آیت اللہ العظمیٰ سید محمد حسین الشیخ، صفحہ ۱۱۶)
 مرہبہ سہلک کے کچھ افراد کی کتابوں کے چند اقیاسات صرف حوالہ پیش کیے گئے ہیں تاکہ یہ بات واضح ہو جائے کہ "برزخی قبر" ہماری اختراع نہیں بلکہ یہ مسلک پرست بھی اس کے قائل ہیں ورنہ ہماری ساری بحث تو محض کتاب اللہ کی بنیاد پر ہے۔

کیا یہ زمینی قبر آخرت کی پہلی منزل ہے؟

اپنے اس عقیدے کو ثابت کرنے کے لیے یہ مسلک پرست ایک روایت پیش کرتے ہیں کہ عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے نبی ﷺ سے سنا ہے کہ:
 "قبر آخرت کی چیزوں میں سے پہلی چیز جس سے ہم اس سے حاصل کیا وہ پھر آگے نہیں بڑھ سکتا اور جو یہاں کا مٹی کا پہلے زمین پر اس کے قدم مبارک رکھتے ہیں وہاں وہ مٹی بکریاں سے چھینا جاتا ہے گا۔"

(پیاز، از قاضی نذیر الرحمن، جلد ۱، صفحہ ۱۵)
 کتاب الزہد میں فضلاء القصر کے باب کے تحت یہ روایت نقل کر کے خود امام ترمذی نے اس کی خرافات کو تسلیم کیا ہے جسے انہوں نے ہشام بن عیسیٰ کے علاوہ کسی سے نہیں سنا۔ مزید یہ کہ اس کے ایک راوی عبد اللہ بن یحییٰ ابوہریرہ کی القاصیہ اللہ تعالیٰ پر نازل ہونے کی خبر ہے جو قصہ گو کے لقب سے جانا جاتا تھا اور نجیب و مرہب باتیں بیان کرتا تھا۔ ابن حبان نے اس کو ضعیف کہا ہے اور بتایا ہے کہ یہ عجائبات کو ایسے بیان کرتا جیسے اس کا معمول ہو جس سے رحمت پکڑنا جائز نہیں؛ اور یہ عبد اللہ بن یحییٰ بن ریمان نہیں ہے جو ثقہ ہے (تہذیب التہذیب، جلد ۲، صفحہ ۱۵۳)۔ اسے ابی عبد اللہ (جلد ۲، صفحہ ۲۹۵)۔ بخاری و ترمذی کی ایک فریب روایت کو قرآن و احادیث صحیحہ کے مقابلے میں پیش کرنا ان نام نہاد ائمہ دینوں کو ہی شایاں ہے۔ لیکن یہ فریب اور مجروح روایت بھی ان کے کسی کام کی نہیں بلکہ یہ خود انہی کے عقیدے کو باطل ٹھہراتی ہے۔ قرآن میں ہے:

ثُمَّ أَكْمَلُوا لَهَا قَبْرًا (پھر اسے موت دی اور قبر دی)

یعنی بات اس روایت میں بھی ملتی ہے کہ ہر مرنے والے کی اگلی اور پہلی منزل "قبر" ہے۔ اس "قبر" سے کون سا مقام مراد ہے۔ یہ بات قرآن و حدیث کے حوالے سے تمبیہاً بیان کی جا چکی ہے۔ اس روایت کے معنی جو یہ ائمہ دین بیان کرتا چاہتے ہیں، کسی طرح بھی ثابت نہیں ہو سکتے کیونکہ اس روایت میں یہ نہیں کہا گیا کہ صرف دفن کیے جانے والوں کی پہلی منزل قبر ہے بلکہ یہ بات ہر انسان کے

لیے بیان کی گئی ہے خواہ یہ ارضی حریفی قبر سے ملے یا نہیں۔ ورنہ تو موت کی پہلی منزل کون سی ہے؟ آل فرعون کی پہلی منزل کون سی ہے؟ ہندوؤں، پارسیوں، بدھوں، سکھوں، کیریلیوں کی پہلی منزل کون سی ہے؟ جو کچھ قرآن کی مذکورہ آیت میں بیان کیا گیا تھا، اسی بات کی تصدیق یہ روایت بھی کرتی ہے۔ اور یہ گناہ تمام ہے، اس کی وضاحت سلوفا الکسوف والی روایت میں ہو گئی کہ:

فَلَيْتَ نَبِيًّا حَاطًا نَحْمُ "تم میں سے نہ ایک کو لایا جائے گا"

یعنی وہی مقام و جہاں ہر شخص مرنے کے بعد لایا جاتا ہے یعنی۔ لم یزرع، کوئی زمینی گزرتا نہیں۔ ہر انسان کے لیے۔ موت لازمی ہے اور ہر مرنے والے کے لیے قبر لازمی ہے۔

قرآن کی آیت میں مذکور قبر کا لفظ شامل کرنا

ائمہ دینوں کے "نامور شیعہ" جانی جان و مال کی ایک اور عظیم کارنامہ ملاحظہ فرمائیں۔ مصنف **ثُمَّ أَكْمَلُوا لَهَا قَبْرًا** سے اپنا باطل عقیدہ ثابت کرنے کے لیے بیان کرتے ہیں:

"ان آیات میں سے صرف ایک آیت سے روایتی قبر کا مفہوم کشید کیا گیا ہے۔ اور وہ آیت یہ ہے: **ثُمَّ أَكْمَلُوا لَهَا قَبْرًا** (ثُمَّ أَكْمَلُوا لَهَا قَبْرًا) (نساء: ۷۵)۔
 "پھر اسے موت دی اور قبر دی پھر جب چاہے گا اسے اٹھا کرے گا۔"

اس سے یہ مفہوم اخذ کیا گیا ہے کہ یہ انسان کو اللہ تعالیٰ موت دے گا، پھر اسے قبر میں لے جائے گا۔ ہر انسان کو یہ صرف قبر میں ملے گی۔ لیکن وہی اصل کرنا لکھنا جاتا ہے اور کسی کو جان و مال کر فضیلت دیا جائے گا۔ اہمیت ہول کی ہر انسان کو برزخ میں تو ملے گی۔ اور یہی اس کی اصلی قبر ہے۔ شہرہ جزیقی قبر کہا جاتا ہے۔ لیکن یہ بات اس آیت کے سیاق کے خلاف ہے کیونکہ وہی جزیقی آیت میں بتا دیا گیا ہے کہ اللہ جب چاہے گا اسی قبور سے اٹھائے گا اور ظاہر ہے کہ یہ انسان قیامت کے دن ان قبور میں اٹھائے جائے گا۔ قرآن کریم میں ایک دوسرے تمام بار بار آتے:

وَأَنذَرْتُكُمْ يَوْمَ تَبْعَثُ مَنْ فِي الْقُبُورِ (النج، ۷۵)

"اور یہ ڈنک اللہ ان لوگوں کو جو قبروں میں ہیں (قیامت کے دن ان کو اٹھائے گا)۔"

(تہذیب طیب، قبر، صفحہ ۲۶-۲۷)

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے یہودی علماء کا ذکر فرمایا ہے کہ:

وَأَنذَرْتَهُمْ قَبْرًا فَقَالُوا إِنَّ إِلَهُنَا إِلَهُكَ وَالْكَتَابُ الْمَكْتُوبُ وَمَا هُوَ مِنَ الْكَتَابِ وَيَقُولُونَ هُم مِّنْ عَذَابِ اللَّهِ مَا هُم بِمُعَذِّبُونَ (الاحزاب: ۷۸)

"ان میں سے لوگ ایسے ہیں جو کتاب پڑھتے ہوئے اس طرح زبان کا الٹ بھجھ کرتے ہیں کہ تم کہتے ہو کہ جو کچھ پڑھا ہے، وہ کتاب ہی کی عبادت ہے، حالانکہ وہ کتاب کی عبادت نہیں کرتے۔ وہ کہتے ہیں کہ جو کچھ تم پڑھا ہے، وہی اللہ کی طرف سے ہے، حالانکہ وہ اللہ کی طرف سے نہیں پڑھا، وہ جان بوجھ کر جو کچھ بھی بات ان کی طرف سے کہہ رہے ہیں۔"

ثُمَّ أَكْمَلُوا لَهَا قَبْرًا کی اگلی آیت جس کا معنی "موت دے گا" یا "وہ ہے" **ثُمَّ أَكْمَلُوا لَهَا قَبْرًا** پھر جب چاہے گا اسے اٹھا کرے گا۔ جس کو اپنی استدلال کی

اور پرچہ حالہ موصوفہ یہ عقیدہ کا عقیدہ کرتے ہیں کہ:

"انہی ہی آیت میں بتا دیا گیا ہے کہ اللہ جب چاہے گا اس قبر سے اٹھائے گا"

تو یہی اندر گورہ آیت آپ کے سامنے ہے۔ آپ نے ملاحظہ فرمایا ہو گا کہ اس میں یہ لفظ "انہی" سے اٹھائے گا "انہی" سے یہی مراد ہے۔ "فَلَمَّا أَتَاهَا نُفُوسٌ مِّنْ رَّبِّكَ ذَاتُ الْأُلْبَانِ فَكَرَرْنَ" سے یہ مراد ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ نے اختیار میں ہے کہ جب چاہے گا قیامت پر باخبر کر اسے کہے گا۔ لیکن صرف اپنے باطن عقیدے کے لیے کسی میاویٰ کے ساتھ "قبر" کا لفظ آیت کی تفسیر میں شامل کر دیا۔ ملاحظہ فرمایا ان مضمونہا بلند بیوں کا لفظ "نفس" اس سے قبل ایک دور سے بلند ریشہ خلیل الرحمن کی کتاب "مہارینہ" میں بھی ہم نے حوالہ دیا تھا کہ اس طرح سورہ النعام کی آیت میں انہوں نے "قبر" کا اضافہ کر دیا تھا۔ یہ وہی اسی طرح کی تفسیروں و تراویں میں یہ کہہ کر بتایا گیا ہے کہ "يُخْرِجُونَهُنَّ لِيَكْلَأُنَّهُنَّ الْفُجُورُ"!

یہاں ہم سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا صرف وہی مردے زندہ کیے جائیں گے جو اس زندگی قبر میں دفن کیے جائیں؟ اور اس قبر میں دفن نہ ہونے کیے گئے، یا وہ نہیں اٹھائے جائیں گے؟ کیا آل فرعون وہ جبریل اب شدہ تو ہیں نہیں اٹھائی جائیں گی؟ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَالْمُؤْمِنُونَ يَبْغِضُكَ اللَّهُ فَكُلُّ الْيَوْمِ يَجْعَلُونَ (النعام ۶۰)

"وہ مردے اللہ ان کو اٹھائے گا پھر وہ اس کی ہی طرف پلٹے جائیں گے۔" یعنی ہر مردہ اٹھایا جائے گا چاہے اسے یہ زندگی قبر میں یا نہ ملے، سمندر میں، آب کر مرے یا جلا دیا جائے۔ مگر یہ کرنا کہ "اس قبر سے اٹھائے گا" کھلی میاویٰ دیکھ کر دینا ہے۔

اب بلند بیوں نے قبر کی ایک نئی تشریح کر ڈالی!

ملاحظہ فرمائیے کہ بلند بیٹ لفظی، امانوی صاحب اب اس طرح قلابازی چلاتے ہیں:

"لیکن ظاہر ہے کہ انسان اس دنیا میں رہتا ہے اور قیامت کے دن بھی اس دنیا میں اس نے اٹھائے گا لہذا یہی زمین اس کی قبر اور جگہ طہریٰ ہے قرآن میں ۱۰ مقامات پر مستورج (چپاں) ہو چکا ہے گا یعنی قبر کے الفاظ بھی آتے ہیں۔ (یعنی ۱۰ مقام ۱۹۹۰ء ۲۰۰۰ء) بلکہ ایک مقام پر وہاں الفاظ میں فرمایا "يَا أَيُّهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضُومَةً" کیا ہم اسے زندہ کو سمجھ کر کہنے والی نہیں بنائے؟ اس کے لیے بھی اور مردوں کیسے بھی؟" معلوم ہوا کہ انسان زندہ وہ ہمارا اس نے زندگی ہی میں رہا ہے نہ کہ وہ اس کی بیڑی پر زندگی گزارتا ہے۔ پس اگر وہ اس کے لیے جگہ دیتے ہیں۔ قبر کی اب اس سے زیادہ وضاحت اور تفسیر ممکن نہیں ہے۔" (عقیدہ مذہب قبر صفحہ ۶۵، ۶۶)

نتیجہ یہ کہ ریشہ ہر بات میں کسی طرح کرمت بدلتے ہیں، اس کی مثال بتائی گئی تھی ہے۔ انہی موصوفہ نے اپنی اسی کتاب میں قبر کی تفسیر فرمائی تھی کہ "مہارینہ" میں مردے کو دفن کرتے ہیں "انہی" لفظ کی جگہ

صاحب فرماتے ہیں کہ

"قبر کی اب اس سے زیادہ وضاحت اور تفسیر ممکن نہیں ہے۔"

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کسی حداب سے بااثر ہوئے والی قوم جس کے لیے کسی نے بھی اس عربی کلمہ کو نہیں کھودا تو یہ زمین ان کی قبر کیسے بن گئی کیونکہ ان کی اپنی تشریح کے مطابق تو صرف اس کلمہ کا نام ہے جسے کھود کر کسی کو اس میں دفن کیا جاتا ہے؟ اپنی اسی کتاب میں انہوں نے ملکی اردو لغت جامع، غیر عربی لغات اردو عربی، سورۃ التوبہ ۸۵، ط ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۳۲، ۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱

ہی نہیں۔

موصوف کی مزید خامد فرسائی ملاحظہ فرمائیں۔

”البتہ جب تک کہ وہ کسی یا فصل بن گئے تو وہ بھی آخر کار اپنی زمین والی قبر

میں داخل ہو کر رہیں گے۔ جیسا کہ قرآن کریم سے ثابت ہو چکا ہے۔“

(مقیہ جلد ۱ صفحہ ۹۷)

کیسا کھلا دھوکہ دیا ہے کہ ”قرآن سے ثابت ہو چکا ہے“ حالانکہ قرآن میں ہرگز

اس طرح کے کسی مقام پر قبر میں کہا گیا بلکہ یہ صرف شیطان کا ہوکا ہے کہ ان کو ہر

چیز قبر کھائی دے رہی ہے اور وہ بھی قرآن سے ”ثابت“؟ ذرا ہمیں بھی تو کسی سورت

یا ماکول مردہ کی ”زمین والی قبر“ کھلا کریں۔ **قُلْ عَالَمُ الْاٰیٰتِ لَکُمْ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ**

ایک طرف تو ان مفتی صاحب نے ایک ہی قسم کی قبر کا عقیدہ دیا اور دوسری

طرف ایک دوسرے مفتی صاحب یوں فرماتے ہیں

”قائد و قی کے طور پر جہاں بات ہی یا سکتی ہے کہ انسان مرنے کے بعد قبر میں دفن

ہوتا ہے۔ اگر آل فرعون یا قوم نوح تو مرنے کے بعد وہاں یا پر جلا ب آیا یا نہ ہو

ایک قسم ہند۔ اپنے سر سے کھان لے کے جاتے جاتے ہیں یہ سب باتیں

مستحبات میں غار ہوں گی، امرہ آج اگر کہی جائے تو خود یہ انکار کرتا ہے نہ قبر میں

دفن ہونے والوں کی تعداد نہ ہوتے یا پتے، والوں کی تعداد نہ ہوتے زیادہ ہے۔ لہذا

عام قاعدہ کے خلاف پر مبنی بات کہی جاسکتی ہے۔ وہ یہی ہے کہ ”تَحْمِلُ مَکَالُہٗ فَاِذَا کَانَ یَوْمَ

باقی سب انتہائی سورتیں ہیں۔“

(روح مطلب قبر اور سماج، مفتی، از عبد الرحمن کبیری، صفحہ ۳۷)

ملاحظہ فرمایا کہ ایک اہلحدیث آٹھ ایک قبر میں دفن نہ کر اس آیت کی تشریح کر رہا ہے

اور دوسرا اہلحدیث ان قبر کے نہ ملنے والے معاملے کو امتثال کی صورت بیان کرتا

ہے اکاش یہ دونوں اہلحدیث قرآن وحدیث کے دینے ہوئے متفق عقیدے کو

مان لیتے تو ان کا آپس میں اس طرح تضاد و اختلاف ہوتا اور نہ ہی رسوائی ان

کے ختم کا مقدور ہوتی۔ **بَلْ کُنْ یَوْمَ الْاٰخِرِیْنَ مِمَّنْ سٰوٰی**

ان کا یہ کہنا کہ یہ استثنائی معاملہ ہے، حوالہ دھوکہ ہے۔ مرنے کے بعد کی جزا

سزا کے جتنے بھی واقعات قرآن مجید میں بیان کیے گئے ہیں ان میں سے کسی میں

بھی اس ارضی قبر میں جزا و سزا کا تصور نہیں ملتا۔ حیرت کی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے

قرآن کریم میں سارے کے سارے استثنائی معاملات بیان فرما دیے مگر وہ قاعدہ

کلید کہیں بھی بیان نہ فرمایا جو آج ان اہلحدیثوں کے ایمان کی بنیاد بناتا ہے!

قاعدہ کلیہ اس بات کو کہتے ہیں جو تمام انسانوں کے لیے یکساں ہو اور استثناء

اسے کہا جاتا ہے جو اس قانون سے ہٹ کر قرآن وحدیث میں بیان کیا گیا ہو۔

اگر قرآن مجید میں مرنے کے بعد کی جزا و سزا کے بے شمار واقعات بیان کیے گئے

ہوتے اور ان میں اسی ارضی قبر میں جزا و سزا کا تصور دیا گیا ہوتا تو وہ ایک قاعدہ کلیہ

سمجھا جاتا، بعد فی المال بیان کیے گئے متعدد قوموں کے واقعات پھر استثناء قرار

پاتے۔ لیکن حیرت ظم کے ان نام نہاد بیادلوں اور سمجندوں پر ہے کہ صرف سبکی

چند واقعات ہی تو قرآن میں ملتے ہیں اور انھی کو انہوں نے استثناء قرار دے ڈالا!

اس کا مطلب ہوا کہ قرآن میں مرنے کے بعد کی جزا و سزا کا قانون بیان ہی نہیں

نہیں ملتی۔ اب ایک یہ صورت تھی کہ کسی طرح یہ ارضی قبر ہر انسان کو ملنا دکھا دیا

جائے۔ اس کے لیے منطقی چالوں اور جس فنی مہارت کی ضرورت تھی وہ ان

اہلحدیثوں میں ہر ہر آدمی موجود ہے۔ لہذا اب قبر کی کچھ فی تعریفیں بھی بیان کی

جائے لگئیں دوس سے قبل بیان کی گئی قبر کی تعریفوں سے بالکل مختلف ہیں۔ پہلے

کھودے جانے والی جگہ قبر تھی، اب اس کے لیے کھودنے کی شرط بھی ختم کر دی

گئی۔ یہ کارنامہ بھی ”حضرت علامہ“ خاکی جان ”امام قاضی صاحب“ کے حصے میں آیا

”افسوس کا مطلب“ اس قبر میں رکھو، یا ”افسوس اقبار سے جس کے مفتی قبر

میں رکھنے اور رکھوانے ہے ہیں۔ ماضی کا سرحد و اصداد کرنا غیب کا ضمیر و اسد

مذکر غائب ہے (علاء قرآن ج ۱ ص ۱۸۳)۔ (مقیہ جلد ۱ صفحہ ۷۳)

اب غالباً افسوس کے مفتی بھی بدل گئے اور قبر میں رکھوانے جاسنے کی یہ شرط بھی ختم

ہو گئی! الغرض قرآن کی آیات اور احادیث صحیحہ سے جس قبر کی وضاحت کی جا رہی

تھی، کیا وہ یہی قبر ہے جو انہوں نے گھڑی ہے؟ کس نے کھودیں یہ قبریں اور کون

ان میں دفن کیا گیا؟ فرشتے ان سے سوال کرتے کس وقت آئے؟۔ ان کے

عقیدے کے مطابق تو یہ مردہ اللہ میں جوتیوں کی آواز بھی سنتی ہیں تو ان میں دفن

ہونے والوں نے کب اور کون کی جوتیوں کی آواز سنی؟ ان کی رو میں کب لوٹائی

جائی ہیں؟ عذاب دینے والا فرشتہ تو گرز لیے کھڑا رہا ہو گا کہ کب یہ مٹی میں مل کر

مٹی نہیں، کب ان کی ”آٹھ ایک قبر“ بنے اور کب میں ان کو مذاب دہوں ایہ سب

کچھ ہو جانے کے باوجود دوسرے تو پھر بھی بچے اگلے جن کے جسم اس زمین میں

گئے ہی نہیں جیسے آلی فرعون نے کہ ان کے دنیاوی جسم تو خوں کر کے چاہے گھری

زمین نہ ہو یہ گئے ہیں! اہلحدیث مسلک پرست عقیدہ اس بات کی وضاحت

فرمائیں گے کہ ان فرعونوں کی قبریں کہاں بنی ہیں؟ کیا **لَا تُخَلِّکُمْ لَکُمْ اَنْفُسَکُمْ** کے قانون

الہی کا ان پر اطلاق نہیں ہوا؟ اس علم کے نقاد میں کیا کسی ایک کا بھی کوئی استثناء

ہے؟

واضح ہوا کہ ان کے اس خود ساختہ عقیدے کی بنیاد محض منطق ہی ہے، اور نہ خود

ان کا اپنے نگاہوں اور اس کے برعکس ہے۔ ہم نے اردہ اسی میں اس بات کو واضح کر دیا

تھا کہ قبر کے بارے میں ان اہلحدیثوں کے عقائد بار بار بدلتے رہتے ہیں جس کی

صرف ایک ہی وجہ ہے، وہ یہ کہ اگر ایک بات قرآن سے ثابت ہوگی تو دوسری بھی

نہیں تبدیل ہوگی، لیکن وہ عقائد جن کی بنیاد محض مسلک پرستی ہو تو اسی طرح لمحہ بہ

لمحہ تبدیل ہوتے رہتے ہیں۔

ان کا یہ کہنا کہ سورت الاحقاف اور ہود میں **مُتَّخِذِیْہِمْ اٰیٰتِہٖ** جس کا مطلب

ہے سوچے جانے والی جگہ اسی طرح سورت مہملات میں فرمایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ

نے اس زمین کو تمہاری قوموں کو دینے والا بنایا ہے تو یہ سورتوں کی آیت کی ہی

تشریح ہے کہ

وَنَبِّیْہَا اَعْلٰکُمْ وَفِیْہَا اٰیٰتٌ لِّکُمْ وَفِیْہَا اَعْلٰکُمْ وَفِیْہَا اَعْلٰکُمْ وَفِیْہَا اَعْلٰکُمْ

”اسی سے ہم تم کو پیدا کیا ہے، اسی میں ہم تم کو بنائیں گے، اور اسی سے ہم تم کو نکالیں گے“

مذکورہ آیات میں کسی قبر اور اس میں ملنے والے کسی عذاب یا راحت کا تو کوئی ذکر

عبادت اور تقویٰ "یقیناً پہلا" کہلاتے ہیں۔ چنانچہ اتر آں وحدیث کی اتنی صریح وضاحت کے بعد کوئی بھی شک کی گنجائش نہیں رہتی۔ چنانچہ حدیث بعد کا یٰؤ یٰؤ یٰؤ کا شک کہ یہ فرق پرست اپنی آنکھوں سے فرق اور مسلک پرستی کی غلطی اتار دیں تاکہ راہ راست پائیں۔ سب کچھ سمجھ لینے اور پڑھ لینے کے بعد بھی اگر کوئی اعتقاد بنا رہے اور یہی کہتا رہے کہ

"یقیناً ساری باتیں، سوانح و سوانح کے کسی اور فرقہ کا لڑی ہوا شمار و تک نہیں ہیں"

تو اس میں غلطی اپنے والے فرقے کا کیا تصور۔ یہ لوگ اپنے دلی کو مطمئن رہی نبوی تسلیوں پر کیے ہوئے ہیں کہ نبی ﷺ نے کسی اور قبر کی طرف اشارہ بھی نہیں کیا، حالانکہ قرآن وحدیث کا بیان واضح ہے۔ یہ نبی ﷺ کی تعلیمات ہی تھیں کہ صحابہ کرام پڑا اپنے گروں کو دفن کرتے، اسی بنیادی ارضی قبر میں تھے لیکن اس عذاب و عذاب کا تمام نہیں سمجھتے تھے۔ حالانکہ فرمائیے:

عن انس بن مالک قال لما نفل النبي ﷺ جفن يغشاها فقال فاطمة بنت الخطاب انكوب ابناء فعال فليس علي ابتك كزوت بغد هذا اليوم فلما ماتت قالت يا ابا عبد الله اجاب ربنا دعاه يا ابا عبد الله من جنة الفردوس ماؤة يا ابا عبد الله جنة نيل ثغاة فلما دخلت قالت فاطمة بنت الخطاب يا رسول الله اطلنا نفوسكم ان تعجلوا علي رسول الله ﷺ الثواب

(ابو حارث، کتاب النعاز، باب مدخل النفس بخلو، جلد ۱) "انس بن مالک کہتے ہیں کہ روایت ہے کہ نبی ﷺ مدخل کی خدمت کی وجہ سے پیش نہ گئے۔ فاطمہ بنت خطاب نے کہا کہ میں نے کہا کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ اے ابوبکر! آپ اپنے رب کے بارے میں پٹھ گٹھ سے کیا جاننا آپ اپنے گروں میں اپنے مقام پر چلے گئے، ہم میری کو آپ کی وفات کی خبر سناتے ہیں۔ اور اب تین ہوئی تو انہوں نے کہا کہ اس اتر لوگوں نے کہیں کو مارا لیا کہ نبی ﷺ کو ان میں پہچاننا۔"

اس قدر وضاحت موجود ہے اس روایت میں کہ ابھی نبی ﷺ کی وفات ہوئی ہے، آپ ﷺ کی میت انہی ساتھیوں میں موجود ہے، فاطمہ بنت خطاب کو گمان کرتی ہیں کہ ابھی قبر میں پہنچنا کو بھی نبی ﷺ کی وفات کا قسم نہ ہوا ہوگا اور عقیدہ یہ ہے کہ آپ ﷺ اللہ کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے پاس چلے گئے، جنت الفردوس میں اپنے مقام پر چلے گئے۔ ثانی صحابہ کرام کا یہ عقیدہ تھا کہ نبی ﷺ کو وفات کے بعد اپنے جوار کا مقام یہ دینی ارضی قبر نہیں بلکہ جنت الفردوس (عالم برحق) ہے، لہذا وہ لوگ کسی پر یہ جو یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ نبی ﷺ وفات کے بعد اپنی مدینے والی قبر میں ہی قیام پذیر ہیں اور وہاں پر پہنچا جانے والا اور دفن ہوتے ہیں، سلام سننے میں جواب دیتے ہیں، معاف کرتے ہیں۔

مزید یہ کہ نبی ﷺ نے وفات سے قبل فاطمہ بنت خطاب سے فرمایا:

انہی اؤلی اہلہ بشعہ

"کہ میرے گھر والوں میں سے سب سے پہلے تم مجھے ملو گی۔"

(ابو حارث، کتاب النعاز، باب مدخل النفس بخلو، جلد ۱)

ایسا اذعان سے فرمایا:

اسر لحکم لحافا بین اظہر لحکم یذا

اسلم: کتاب فضائل صحابہ کرام، فضائل (مکتبہ دار)

"تم میں سب سے پہلے مجھے ملو گی۔" (ابو حارث، کتاب النعاز، جلد ۱)

انہی سے وفات کے بعد اپنے والے فرقے کا لڑی ہوا شمار و تک نہیں ہیں۔

بتائیں کہ کیا فاطمہ بنت خطاب نے نبی ﷺ کی اس مدینے والی قبر میں دفن کی گئی تھی یا وہ جنت دارم میں دفن ہوئی تھیں؟ اس کے متعلق تو اب یہ مسلک پرست جواب دیں کہ اس بارے میں صحابہ کرام کا کیا عقیدہ تھا؟ صحابہ کرام نے جنہوں نے نبی ﷺ کے اس فرمان کو روایت کیا ہے، وہ اپنا علم نہیں تھا کہ نبی ﷺ نے فاطمہ بنت خطاب کو کہہ دیا تھا کہ میری قبر میں سے پہلے وہ ان سے نہیں گئی؟ اسی طرح عذاب کے متعلق مذکور فرمان کا بھی الیہ کو علم تھا۔ اگر (نور الدین، کتاب النعاز، جلد ۱) ان کا عقیدہ دیکھو کہ اس دنیا میں ارضی قبر میں ہی میت کا قیام ہمیشہ رہتا ہے اور یہیں اسے سب کچھ ملتا ہے تو کیا وہ ان کی تینوں نبی ﷺ سے دور کر کے فرمان رسالت کی طاعت و ریزی کرنے کی ہمارے کرتے؟ قرآن وحدیث کا علم ان مسلک پرستوں کو کچھ نہیں گزرا، جملہ لوگوں کو گمراہ کرتے کے لیے بے شک کا کافی کہ

"خبر فرمائیے کہ اللہ نے اس نے صحابہ سے ارشاد نہیں فرمایا، تم لوگوں نے ارضی قبر میں رہنا اور ان کو عذاب کی ارضی قبر میں دفن ہونا ہے۔"

جانور عذاب قبر سننے میں

یہ فرقہ پرست ایسے ہی عورتوں کے آئے اور صلوات اللہ علیہا کی روایت میں سے ایک روایت جس کے الفاظ یہ ہیں کہ

ان اهل القبور بعدون فی غیورهم فقال: صدقنا انہم بعدون عذابا تسمعه البہائم کلہا

(ابو حارث، کتاب النعاز، باب مدخل النفس بخلو، جلد ۱)

"قبر والے اہل قبور میں عذاب دیتے جاتے ہیں، البہائم عذاب سے جانور سننے میں"۔ عیش کر کے یہ عذاب کو سننے کی کوشش کرتے ہیں کہ عذاب قبر ایسا دنیاوی زمین قبر میں ہوتا ہے۔ بخاری میں روایت میں یہ الفاظ پڑھ کر تو یہ گویا پاگل ہی ہو جاتے ہیں کہ ان کا ہجوم عقیدہ اب ثابت ہوئی جو یہ حقیقت ہے کہ ایسے ہی عورتوں کی آمد اور صلوات اللہ علیہا کی روایات سے آشہر ہے کہ عذاب اللہ کے چار طریق سے آتی ہیں۔ تین طریق سے آتی، دینی روایات میں یہ الفاظ نہیں ملتے۔ البتہ سربق پڑھنے کے طریق سے آنے والی جملہ روایات میں مختلف تبدیلیوں کے ساتھ یہ الفاظ ملتے ہیں۔ اس واقعہ کی تمام قرآنی آیات فتح کر لی جائیں تو بھی کسی ایک سے یہ ثابت نہ ہوگا کہ نبی ﷺ کا اشارہ اسی دینی قبر کی طرف ہے۔ اگر عذابا تسمعه البہائم کلہا کی بنیاد پر کوئی عقیدہ دینا یا جانے کا تو اس کا تعلق اسی دنیاوی زمینی قبر سے ہوگا

[illegible][illegible]

تلقى بعض الطلبة رسالة من صاحب العمل، حيث كان قد تم تعيينه في شركة كبرى.

اس وقت یہ خبر پہنچا جانے لگتی تھی کہ (تجربہ الوداع میں) آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ: "مَنْ شَرِبَ مِنْ هَذِهِ الْمَاءِ لَا يَأْتِي الْيَاثِرَ" (جو شخص اس پانی سے پی لے گا وہ کسی بھی پتھر سے نہیں ملے گا)۔ یہ سن کر میں نے بھی اس پانی سے پی لیا۔

یہاں آپ کے سامنے ہے کہ نزول وحی کے وقت نبی ﷺ کو کیا کیفیت
وحی تھی۔ پھر یہ کہ اگر آپ کو کچھ اس وقت میں اور بے پروا تھا تو اس اپنی
حیثیت بھی متاثر ہوتی تھی۔ نبی ﷺ شجر پر سوار تیار اور اللہ تعالیٰ وحی نازل فرما تا
ہے کہ یہ وہ اپنی قبروں میں نہ آپ یہ چارے ہیں۔ وحی کے وقت جب نبی
کی کیفیت متاثر ہو سکتی تھی، ہونے لگی تھی اس کا اثر لیتی تھی، تو ایسا اس کا اثر اس طرح
نہیں پڑ سکتا تھا! ان لوگوں نے اس واقعے کا رخ اپنے باطل عقیدے کی طرف
درا لیا، اس کی کوئی دلیل قرآن و حدیث سے نہیں ملتی۔ نہ لہذا احادیث کے پیش
اس پر بات باطل قرآن قیاس ہے کہ کچھ بدل کر اس کی نزول وحی کی حد سے تھا۔

تہ تیوں کی چاہیے ہے، الی روایت

یہ ملک پرست اپنے باطن میں عقیدے کے لیے بخاری کی یہ حدیث برسمان
 کے طور پر پیش کرتے ہیں

عمر النبی ﷺ قال العتذ اذا وضع فني قبره و ثوبی و ذهب
الضحايلة حتى انه لیسسمع قرع نعالهم اتاد ملکیان فافعداه
فیقول لان ما کنت تقول فی هذا الرجل فحمید ﷺ فیقول
المهد انه عبد الله و زید له فیقال انظر الی مشعدک من النار
ان ذلک الله بد فخذوا من الجنة قال النبی ﷺ غیر الخیما
سبیط و اما الکافر او المشکک فیقول لا اقری کنت اقول ما
يقول الناس فیقول لا ذریة و لا تلین ثم یصوب بمظرفة
من حلیله هزبة بین اذنیه فیصرخ صیحة یتسبعا فی ذلله
الا الثقلین (و جاری کتبه الحسام) باب اثمنت بسبع و فی الاموال ا
فی حقیقة فیما یلزمه و سب الی قبره یا زید یا ابراهیم یا عیسیٰ یا محمد
یا ادراس کے ساتھی چلے گئے یہاں تک کہ وہ قتل ہو گئے (فرشتوں) کی
فرشتوں کی آواز سن کر کہ فرشتے کہتے ہیں اس کو بھاتے ہیں اور وہ دونوں اس
سے کہتے ہیں کہ ایا تمہارا اس شخص (محمد) کے پیار سے میں اور تمہارا کبھی
میں، یا ادراس کے ساتھ ہے کہ ادراس کے ساتھ ہے۔ اس کے ساتھ ہے کہ ادراس
سے قائم میں اپنے کو فانی کی طرف کہ یہ اللہ تعالیٰ نے اس کے بعد میں چھوڑ دیا
اور وہ کہتا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ دونوں میں اس کو دیتا ہے اور
میں وہ بھی کہتا ہے کہ مجھے کچھ نہیں معلوم، میں تو ہی بہت تھکا ہوا ہوں کہتے تھے، اس
سے کہتا ہے کہ یہ لڑائی ہے جانی، اور یہ جانتے والوں کی ہوشیاری میں اس
سے وہاں کا دل ہے۔ میں اس سے کہتے ہوں کہ اسے اب کھلی جاتی ہے اور
مجھے، اسے دیکھو، اس کے ساتھ وہ کوئی تمنا ہے۔

یعنی کتاب "اندراب ہرزشت" میں اس قسم کی تمام آیات

کی قرآن وحدیث کے بیان نہ وہ متعلق عقیدے کے تحت نظر کیے گئے ہیں اور یہاں
انہوں نے اس وحدیث کی شرح بھی پیش نہیں اور بتایا ہے کہ یہ ادنیٰ انداز میں
بیان کی گئی وحدیث ہے جس کے بیان کا مقصد صرف یہ ہے کہ ایک ایمان مان
مساجد کتاب میں قدر جلدی میں ہو جاتا ہے۔ لیکن یہ فرقہ پرست اس روایت
کے الفاظ کوئی نقطہ نہ سمجھتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس فرقہ
پرستوں کو امید ہوتی ہے کہ شاید اس کے ذریعے اللہ کا باطل عقیدہ غلبہ نہ
جائے۔ قرآن کا اصل فیصلہ آپ کے سامنے ہے کہ مردہ نہیں سنانا۔ قرآن کے اس
فیصلے کو دنیا کی کوئی بات رد نہیں کر سکتی۔ چنانچہ اس روایت کے الفاظ کی تائید
قرآن وحدیث کے دینے ہوئے عقیدے کے تحت ہی کی جائے گی۔ اس سے قبل
معاذ اللہ نبوی علیہ السلام اس بات کی عقلی وضاحت ہو چکی ہے کہ سوال و جواب
مراجعات برزی ہم است کیے جاتے ہیں البتہ اس دنیاوی اور غیرہ کو کوئی تعلقی
شہد کہ روح یہاں ہوتی ہی نہیں۔ نہ ہی قیامت تک اونہی جاتی ہے۔

نہایت کی تھی ہے کہ

"... $\frac{1}{n} \sum_{i=1}^n x_i = \bar{x}$..."

[illegible]

”جس نے نیچے کو نہیں لے کھینچا تھا، کھینچا تھا، اس نے اسی جگہ، اسی جگہ پر رہا۔“

جنے، و تہتم لایمیں۔ اور میری طرف سے کسی کی تم اپنی قبروں میں آئے

چنانکہ دجال کے فتنے کی طرح یا اس کے قریب قریب تم میں سے ہر ایک

والیجا کے کواہ راہ سے کہا جائے گا کہ اس سے اے قاطع کیا علم ہے۔

یہ مسلک پرست اگر "جو تیوں کی چاپ سٹھنے والی اس حدیث کو بھی غلط قہر کی قیادت سمجھتے ہیں تو پھر بتائیں کہ جن کی یہ دنیاوی دھنی قہر میں نہیں بیٹھیں وہ جو تیوں کی چاپ کیا کہاں سٹھتے ہیں؟ ان کی جو تیوں کی چاپ سٹھتے ہیں؟" ایسا ہر قوم کے لیے اعمال کا جواب کا وہی طریقہ ہے جس طرح یہ بیان لایا گیا ہے؟ اگر اس روایت کے الفاظ کے وہی "حق" لیے جائیں، بلکہ یہ مسلک پرست بیان کرتے ہیں تو بھیرو پر روایت کے بارے انسانوں کے لیے ہے یہی نہیں چلے صرف انہی کے لیے ہے جو اللہ کے بتاتے ہوئے طریقے سے مطابقت اپنے مرام میں دیکھ لیتے ہیں اور جو اس کے انکار میں اپنے مرام سے جلا رہتے ہیں ان کو کھلا دیتے یا کسی اور طریقے سے تحفہ کر دیتے ہیں مگر اعمال، جواب فرشتوں کی بارے وہی جانتے ہیں!

ایسے باطلی عقیدے — کے خلاف میں جہاد ایت بھی نہیں کیا جاتی ہے۔

میں نے یہ سب کچھ کر کے سے فارغ ہو گیا تھا۔

فہماتہ لہذا ہے جو ان کے لیے اعلیٰ درجہ کی تعلیم کے لیے تیار ہے۔

اس لیے راجہ راجہ

(تقديم: هذا هو الجزء الأول من سلسلة)

اس بات میں بھی مبالغہ نہ ہو کہ جس کے متعلق اس سے قبل ایمان لیا جا چکا ہے۔ یہ مجرم و گناہگار استیصال ہے لیکن قرآن و احادیث صحیحہ کے خلاف ہے۔ قرآن مردے کے متعلق بتاتا ہے کہ وہ جن تہائے کائنات کے پاس پہنچتا ہے نیز مرنے والا اللہ تعالیٰ سے پاس و نزدیک کی درگاہ سے گزرتا ہے۔ حدیث بتاتی ہے کہ ہر ایک کو اپنا جگہ کا اور سواں کیا جائے گا۔ قرآن اور صحیح احادیث کے مقابلے میں کیا یہ مجرم و گناہگار و متجاوزات قبول کی جاسکتی ہے؟

ابلیس بیٹوں کے ایمان کی بنیاد حدیث یا اخبارات

مشتقی کاکی ہاں، امام نووی اپنی اپنی "امور و نایب" کتاب میں فرماتے ہیں "اور میں اس پر وہ منکر مطلق ہے اس لیے ان و خدایہ و مصلحت کے خلاف ہے جو نہ کبھی بھی مذہب قبر کی کوئی جھلک اللہ تعالیٰ کو دیکھ بھی دیتا ہے جس کی کوئی اخبارات انفرجہ ہے۔" (ایضاً صفحہ ۳۸، ۳۹)

یہ ہے ابلیس بیٹوں کے ایمان کی بنیاد، قرآن اور حدیث کے خلاف ہے۔ ایمان نہیں اور اخبارات میں آئے۔ اگلے حصے میں اللہ تعالیٰ کی پابندی فرماتے ہیں کہ یہی مذہب قبر ہے۔ اس سے قبل ان کے "کچھ" زمریں رقم "ایمانات" پیش کیے گئے تھے، ذرا ان کی ایک جھلک اور دیکھ لیں۔

"اور نبی اللہ کی یہ تہنیتی کہ جس طرح آپ ﷺ مذہب قبر کو سنتے ہیں اسی طرح آپ ﷺ کی امت بھی مذہب قبر کو سنتے ہیں۔ ان خوب سے کہ مذہب مذہب ان کو مردے کو نہ چھوڑے۔ ان کے لیے آپ ﷺ نے یہ دیکھا دیا۔" (ایضاً صفحہ ۳۳، ۳۴)

"مذہب اللہ کا مطلق ہے۔ مذہب کے سے نہیں بلکہ اس کا مطلق ایمان بالقریب ہے۔ اس لیے کہ اس میں تاویز نہیں کر سکتے۔" (ایضاً صفحہ ۳۵)

ایک طرف کہتے ہیں کہ مذہب اللہ کا مطلق مشاہدہ سے نہیں، جو اس اس کا اور آیت نہیں کر سکتے، دوسری طرف کہتے ہیں اللہ تعالیٰ مذہب قبر کی جھلک لوگوں کو دکھاتا ہے۔ ایک طرف کہتے ہیں کہ جن، انہیں، مختلف ہیں ان کو مذہب قبر سنا، مصلحت کے خلاف ہے لیکن دوسری طرف اس کے دکھائے جانے کا ذکر کرتے ہیں۔ یعنی اگر مذہب قبر سنوایا گیا تو لوگ مردے کو نہ چھوڑیں گے لیکن اگر دکھایا گیا تو اس پر ایمان لے آئیں گے۔ انہیں یہ الہیہ ہے۔ ان کا سارا دور اس بات پر ہے کہ نبی ﷺ کو مذہب قبر سنوایا گیا جو کہ اسی قبر میں ہوتا ہے لیکن صحابہ و صحابہ کرام مصلحتاً نہیں سنوایا گیا کہ کہیں وہ اپنے مرنے والوں کو اس قبر میں دفن کرنا نہ چھوڑ دیں۔ موصوف و صاحب فرماتے ہیں کہ ایک طرف تو ان کا یہ ایمان اور دوسری طرف لوگوں نے مذہب قبر کو کچھ کراہ و دوسری بات یہ واقعات اخبارات میں پڑھ کر بھی مردوں کو دفن کرنا نہیں چھوڑا! ان کا یہ ایمان تھا کہ آپ ﷺ کو ان کا دیکھا جاتا ہے کہ وہ موصوف نے کتنی "شامداد" کتاب میں خوب فرمائی ہے۔ یقیناً یہ عجیب و غریب گار کتاب کسی جانب گھر میں رکھے جانے کے قابل ہے، نہ کہ ہر جگہ جانے کے۔

صحابہ کرام و صحابی جنہیں کے ایمان کو اللہ تعالیٰ نے قرآن میں رہتی دیکھا ہے کہ لوگوں کے لیے ایک مثال اور نمونہ بنایا ہے (۱۱۰-۱۱۱) کا ایمان (نمود بالعدۃ) انکا

مذہب نہیں تھا کہ جتنا آج کے لوگوں کا ہے کہ انہیں مذہب قبر سنوایا گیا نہیں کیا کہ انہیں ذرا کے بارے میں مردے کے دکھائے چھوڑ دیں اور یہ "مذہب قبر" اپنی آنکھوں سے دیکھ کر انہوں نے سن کر، اخبارات میں پڑھ کر بھی اپنے مردے کو دفن نہیں چھوڑا۔ اس واقعہ صحابہ کرام و صحابہ کرام کو انہوں نے سن کر، اخبارات میں پڑھ کر بھی اپنے مردے کو دفن نہیں چھوڑا۔ ان کے ہونے کے یقین تھا میرا کہ پہلے بتایا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں، خلاف مذہب قبر نہ سنوایا، نہ دکھایا، لیکن اس دور کا ایمان تو بڑے مصلوبہ "ایمان" اور "امت" ہوتے کا مالک ہے کہ لوگ دیکھتے ہیں اخبارات میں اپنے دہیں لیکن اس کے حواس پر کوئی اثر نہیں ہوتا!

دہیں اخبارات کی یہ گواہیوں اور گواہیوں اور یہ سمجھیں یہی ان پر ایمان بھی ایمان۔ یہ اخبارات میں اس قسم کی جھوٹی خبریں لکھوائے گئے ہیں انہیں مصلحت پر مبنی کے ہم ذوق ہوا کرتے ہیں جن کا کام اس طرح انہیں کھیلا گیا ہوا کرتا ہے۔ قرآن و حدیث اس قسم کے بیانات سے بالکل خالی ہیں۔ البتہ مصلحت پر مبنی کی کتابوں میں اپنے آگے جا رہا ہیں گئے۔ قاری طیب صاحب ابو بکر کی کتاب اس قسم کے شمار میں ہے قصوں سے بھرے ہیں۔

ابلیس بیٹوں کے نزدیک نبی ﷺ کی تعلیم کی حیثیت

مشتقی امام نووی احمدیٹ لکھتے ہیں:

"ان مختلف اور اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ماہر احمدیٹ امام نووی طیب رحمہ اللہ نے مذہب اللہ کے متعلق بتائیں انہوں نے اس کی تصدیق کی۔ نبی ﷺ نے بھی یہ کوچھوڑا۔ یا بعد میں آپ ﷺ نے بھی نبی ﷺ کی اور آپ ﷺ نے مذہب اللہ کے بارے میں بتایا گیا۔ اسی دوران میں حدیث کو نہیں لکھا گیا اور آپ ﷺ کے بیٹے اور ائمہ رضی اللہ عنہم اور اہل بیت بھی دیکھا جاتا ہے آپ ﷺ نے اسی طرح نبی ﷺ کی گزارش اور والدہ نے یہ دعویٰ کیا کہ وہ اپنے مذہب کے مطابق ہے۔ پھر نبی ﷺ نے نماز کے بعد اور مذہب فی عینہ سے آگے بڑھایا۔ اس میں بھی کچھ کا مذہب ہے گویا نبی ﷺ کی طرف سے دعوت میں سے آخری دن کا واقعہ ہے۔ پھر نبی ﷺ نے نماز کے بعد اور مذہب اللہ سے بناو۔ مجھے گئے اور صحابہ کرام کو بھی اس میں شامل کیا، یہ سنائی اور انہیں حکم دیا کہ وہ بھی یہ نماز۔ آخر میں مذہب اللہ سے بناو مانگا کہیں۔ ممبر اللہ تعالیٰ سنی اللہ علیہ وسلم نبی ﷺ کی زندگی میں مطلق آچہ تھا اور ایمان میں آپ ﷺ کو ایمان ایمان انہوں نے مذہب اللہ سے کچھ اخبارات بھی لکھے گئے تھے جن کو مذہب میں آپ ﷺ نے پھر دیا۔ ان کو دیکھا کہ مذہب اللہ کے خلاف واقعات کا مطلق عام مذہب ہے۔ خاص مذہب اللہ سے نہیں اور یہ احادیث بتاتی ہیں کہ مذہب اللہ ایک باطل الگ ہے۔ جو انہیں ان احادیث کے مطالعے سے یہ حقیقت اس طرح آتی ہے۔ مضمون ہذا مذہب اللہ اور مذہب اللہ، انہوں نے ایک ایک حقیقتیں ہیں جن پر ایمان رکھنا ضروری ہے۔" (مذہب اللہ، قبر، صفحہ ۳۶)

مشتقی موصوف نے اپنی اسی کتاب کے صفحہ ۳۷ سے ۳۸ تک قرآن مجید کی مختلف آیات مذہب قبر کے اثبات میں پیش کی ہیں۔ وہ ہاں انہوں نے سورۃ الاحقاف، المؤمن، النور، النجم، یونس کی آیات کا حوالہ دیا ہے۔ اس نے علماء و قرآن کی حقیر لکھنے والے ابلیس بیٹوں نے بھی ان آیات کو مذہب قبر پر نہیں بنایا ہے۔ یہ

یہ حشر بھی ضروری ہیں۔ قرآن مجید ریٹ کے عالموں کا علم تو اتنا "کامل" ہے کہ ان کے پاس ہے کہ ان آیات سے عذاب قبر ثابت ہوتا ہے۔ لیکن وہ آیات خمس کے تحت قرآنہ نازل ہوا، جس میں کسی تصریح کے لیے بھیجے گئے تھے، ان کو سنا ہوا ہے۔ یہ سنا یہ معلوم تھا کہ عذاب قبر کیا ہے اور ان آیات میں کیا بیان کیا گیا ہے! اگر مفسرین متقدمین سے شان رسالت میں کثرت کے حج وصال ملہ میں گزر گئے تھے تو ان کی تعلیم یہ ہو چکا کہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ الانعام، المؤمن، المؤمنہ اور احزاب میں قرآن کی آیات میں کیا بیان فرمایا ہے! سورۃ اور انکیم بھی گئی ضرور ہے اور ان کی آیات خدا یُکَوِّثُ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اتَّخَذُوا الْقَوْلَ الثَّلَاثَ فِی الْحَیْوةِ الدُّنْیَا وَفِی الْآخِرَةِ اِنَّ مِنْ لِّیْهِ لَآیَاتٍ بَیِّنَاتٍ۔ یہ قرآن میں حال و جواب ہی کے بارے میں ہے۔

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: "مَنْ مَاتَ مِنْكُمْ فَهُوَ فِي بَيْتِهِ يَنْتَظِرُ حَتَّى يَأْتِيَ بِأَمْرٍ مِنْ رَبِّهِ"۔ (ترمذی)

یہ اس سال مدینہ میں گزر گئے، لیکن نبی ﷺ (عندہ السلام) عقیدہ عذاب قبر کی بات وچھ چاہتے ہی تھے۔ انقول ان کے، وہں ہجری میں زندگی کے آخری ایام میں اللہ تعالیٰ نے سلوۃ المصطفیٰ کے مجمع پر نبی ﷺ کو عذاب قبر سے آگاہ فرمایا!

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فلا تظن عاتشة رضى الله عنها البها شينا من المعروف الا
فانك لها اليهودية؛ واما الله عذاب القبر، فانك قد حبل
وسئل الله عز وجل على فقلت: يا رسول الله هل للقبر عذاب
فيل يوم القيامة؟ قال: لا. وعنه ذاك؟ فانك هذه اليهودية،
لا على الله عز وجل كذب، لا عذاب ذون يوم القيامة

کہ نہیں فرما سکا پڑا ہے سنتے ہیں۔

(روایت آج کے سہ ماہی قرآن وحدیث سے اعراف صفحہ ۱۰۹)

ماہنامہ فرمایا۔ بعض مفسرین کا یہ خیال ہے کہ جب اپنا اصل مقصد و حجت کرنا تھا تو نبی ﷺ کی اس حدیث کو بنیاد بنایا اور اس بات کی تائید کی کہ یہ ثابت کیا جائے کہ ماہنامہ سال تک عذاب قبر کے بارے میں نبی ﷺ کی کوئی حدیث نہیں آئی تھی۔ بلکہ صحاح ستہ کی روایات کی مخالفت و ایست کو بنیاد بنا کر دیکھو گئے جس کا تصور یہود و نصاریٰ بھی نہیں کر سکتے۔ اس طرح یہ مسلمان چرے نہیں، بلکہ کٹر مانتیں ہیں۔

سمرقہ بن زینب رضی اللہ عنہا کی روایت کے بارے میں

مسلمک پرستوں کے اعتراضات اور ان کی وضاحت

چونکہ سمرقہ بن زینب رضی اللہ عنہا سے مروی بخاری کی حدیث جس میں نبی ﷺ کو انبیاء کی موت کے بعد سے قیامت کے دن تک ہونے والے عذاب و عذاب قرار دیا اور وہ بتوں اور شہداء کی قیامت تک عذاب ہونے والی راہیں دکھائی گئیں اور آپ ﷺ کے وفات کے بعد ملنے والے آپ کا کیا مقام بھی دکھایا گیا ان مسلک پرستوں کے عقائد کو مکمل طور پر باطل قرار دیتی ہے۔ اس لیے اس حدیث سے جان پہچاننے کے لیے بھی لوگوں کو رہنمائی جاتا ہے۔ اس سلسلے میں ان سے ذیل کی تفصیل اور ان مسلک کی مختلف کتب کے مطالعے سے ان کے یہ اعتراضات سنا سنے کے۔

اب محض ایسے قریب تھا، حقیقت میں یہ تو نہیں ہو سکتا کہ یہ صحاح ستہ میں کاربہ اربعہ طبع ہونے والی کتب سے لینے والی نہ رہے ہیں لیکن انہوں نے اسے نہیں پایا بلکہ صرف اس سے ان کا قیاس ہی طرح یہ کہ انھوں نے قیامت میں دیکھا کہ سورج پانچ بار ستارے سے چمکے گا۔ یہ تو صحاح ستہ میں آیا ہے۔ ایسا ان طرح سے قریبوں میں نہ دیکھا گیا بلکہ وہی نہیں ہو سکتا۔ نبی ﷺ نے ان کی تعبیر فرمائی۔

انبیاء الیہ السلام کے خواب

ماہنامہ فرمایا کہ

اول ما یبدی بہ رسول اللہ ﷺ من الوحي الرؤيا الصالحة فی النوم فكان لا یزی زویا الا بحاء ث منطلق الشیخ

ابن عساکر کتاب الیوم، باب کیف کان من بعدہ

”پہلے پہلے وہی چیز کہ مال اللہ ﷺ پر اتنی شرح ہوئی، وہ اسے اچھے خواب تھے جو بحالت نیند آپ ﷺ دیکھتے تھے۔ چنانچہ جب بھی آپ ﷺ خواب دیکھتے تو صبح کی روشنی کی طرح ظاہر ہو جاتا۔“

قرآن مجید میں نبی ﷺ کو کھانے کے لیے ایک خواب کے لیے فرمایا گیا۔

فَکَانَ صَدَقَ اللہُ رُسُلَهُ الْوَحْیَ یَا نَحْنُ لَمْ نَعْلَمْ السَّعِیْنَ الْعَمَلِ اِنَّ شَاہَ اللہِ فَرِیْقَتَیْنِ حَقِیْقَتَیْنِ اَوْ وَکَلُوْهُ وَحَقِیْقَتَیْنِ لَا تَعْلَمُوْنَ اَعْلَمُ مَا کَانَ تَعْلَمُوْا فِیْعَلُ مِنْ قَوْلٍ ذٰلِكَ فَتَمَّ قَرِیْبًا لَّهٗ لَآئِیْ اَنْ یُّکَلِّیْ سُبُوْکَ (الصبح - ۳)

”نبی ﷺ کو اللہ نے اپنے رسول کو سچا خواب دکھایا تھا کہ ایک شخص نے کہا کہ اللہ نے جو بات فرمائی ہے وہ سچ ہے اس کے ساتھ داخل ہو گئے اپنے سر

دیکھو کہ اگر پہلے فرمودہ کے اور شخص کو نبی ﷺ نے دیکھا، وہ اس بات کو جاننا تھا جس کو تم نہیں جانتے تھے ان کے لیے وہ خواب پرانے سے قبل اس نے یہ فرمایا تھا کہ وہ طائر ادا ہے۔“

اسی طرح اس حدیث میں نبی ﷺ کے اور بھی کئی خوابوں کا تذکرہ کتابت جن کی تعبیر بعد دیکھ گئے کے مطابق تھی

عن عائشة قالت قال رسول الله ﷺ اُرِیتُکَ فی المنام منین ادا ورجل یتحملک غنی سرقه من حریر یطوئ حلله اغرقتک فانکثتھا فاذا هی الت فافل فی ان یتکفل هذا من عند الله یقضه بعد و کتاب تصمد البراءة۔ باب کیف الد اهل السلام

”ماہنامہ فرمایا کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک شخص نے ایک کپڑا لٹا دیا اور میں نے اسے لٹا دیا۔“

عن النبی ﷺ قال رایت فی المنام انی اهاجر من مکة الی ارضی بیا یمل فذهب و حللی الی انھا الیماة او الیہجر فاذا هی الیماة یفرق (انصاف صائب الذاری بقرائتہ)

”نبی ﷺ نے فرمایا میں نے خواب میں دیکھا کہ اس زمین کی طرف ہجرت کر رہا ہوں جہاں کھجور کے درخت ہیں۔ یہ خیال تھا کہ وہ مقام یا ہجرت ہے جہاں وہ درخت کی پھل چھو کر کھا سکتا ہے۔“

ایسا نبی ﷺ نے مدینہ کی طرف ہجرت نہیں کی!

نبی ﷺ نے ایسے القدر کے لیے فرمایا:

انی رایت انی استخذ فی ما و طین۔ وما نزی فی الشیعة قریعة فحاء ث سحابة فینظرک حتی سال منک المسمجد و کان من جبرئیل النخل و اقیمت الضلوف فرائت رسول الله ﷺ استخذ فی الماء و الظلین حتی رایت الظلین فی جہنم (بخاری: کتاب الصیوم، باب التماس لیلۃ القدر)

”میں نے خواب میں دیکھا کہ میں اپنی اس کچھل میں چھوڑ رہا ہوں۔“ (حدیث سے روای اور محدثی تصنیف فرماتے ہیں) ”7 جن میں ہال کا کوئی کھانا نہیں نظر نہیں آ رہا تھا۔ بلکہ ایک ایسا آیا اور بارش ہونے لگی یہاں تک کہ مسجد کی حیرت پر جموں کی بیویوں سے نبی ﷺ کی بیوی بھی دھنکے لگی اور سلاطین کی بیویوں نے دیکھا کہ نبی ﷺ اپنی اس کچھل میں چھوڑ رہے ہیں یہاں تک کہ نبی ﷺ کی بیوی بھی دھنکے لگی۔“

نبی ﷺ نے خواب میں دیکھا اور فرمایا

ناش عن أضواء یزکون السحر الا خضر فی سبیل اللہ (بخاری: کتاب الجہاد و السیور، باب غزوہ الد اهل السیور)

”میں نے اپنی امت کے کھانا اللہ کی راہ میں (جہاد) کے لیے اسے سلاطین کو ہار دیا۔“

اور انہم نے جواب دیا کہ تم لوگو! ان گروہ میں اس طرح فرمایا گیا ہے:
 فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يَبْنَؤُا بَنِي إِدْرِيسَ الْهَيْكَلُ إِلَى الذَّهَبَاتِ وَالْقُرَى مَا ذَا
 تَرَى قَالَ يَا بَنِي إِدْرِيسَ مَا تَلُمُونَنِي فِي إِنْ شَاءَ اللَّهُ هَبْ عَنِ الطُّبَرَيْنِ قَلْبًا
 سَلَامًا وَلَكِنَّهُمَا لَبِيبَيْنِ إِنَّ يَأْزِبَ آلَهُنَّ لَمَلَكٌ مُدَبِّرٌ لَئِيْلٌ رَاحِمٌ
 كَذَلِكَ يُخَوِّرُ الْمُنَافِقِينَ إِنَّ عَذَابَ اللَّهِ لَكَلِّ الْعَمِيدِينَ وَقَدْ تَنَبَّأَ بَنِي إِدْرِيسَ
 عَلَيْهِمُ السَّلَامُ أَنَّ يَأْزِبَ آلَهُنَّ لَمَلَكٌ مُدَبِّرٌ لَئِيْلٌ رَاحِمٌ كَذَلِكَ يُخَوِّرُ
 الْمُنَافِقِينَ

کے تعلق سے یہ باعث غارت ہوئی کہ انعام اللہ علیہ سے خواب چلے امر وہی
 یہ وہ ہے جس سے وہی اسی لیے اس کا تعلق اللہ علیہ سے اپنے والدین کا ایم
 ہے کہ ان کا آپ کو نعمت دیا گیا ہے آپ کو بھیجے۔

یہی اسی طرح قیصر تھیں جو اپنی دشمنی اور اس کی تعبیر "تورینا" بنائی۔
تورینو بیان کرتے کا خواب میں چاہنا دیکھا تو اس کی تعبیر وہاں شہر ہو گیا جان فرمایا؛
۱۵۰ پشہر کیے کہ اس کو موسم صحابی کا ٹھکانہ بنایا؛
۱۵۱ "تورین" سے پائی تھیں، کیا اور اسے دین کی خدمت میں لارایا۔
۱۵۲ کہ نہ لارے ہوئے، دشمنی تو اس کی تعبیر صحابہ کا حدیث شریف ہو گیا بتلی
۱۵۳ صلوات تھا ہے، کیا کہ اس کی تعبیر اسلام کے مخالف بنایا۔

12-12-1964

دیکھا یا گیا تھا۔

اس میں حدیث کے واسطے سے پہنچی کہا جاتا ہے کہ خدا ہلال اور ہلال ہلال میں
زینت پر زندہ تھے تو اس کا مطلب ہے کہ خواب میں کوئی عارضی یا مشینی جسم بنا کر
لحاظ سے لگے اس طرح سرور میں جناب ﷺ والی حدیث میں کہ کتاب کے جسم مشینی
و ماضی تھے۔ یہ اس حدیث میں ہے کہ یہ بتایا گیا ہے کہ قرأت کے بعد جیسے
کہ کہتے خواب ہوگا۔ اور جو کہ کیا خدا ہے گا۔

وضاحت:

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو خواب میں وہ مناظر دکھائے جب یہ لوگ
ایک وقت کے بعد جنت میں داخل کر دیے جائیں گے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے نبی
ﷺ کو چہا۔ نبی اکرم ﷺ کے لیے حدیث میں سفر کرنے والوں کو دکھایا جاتا ہے کہ ان میں
وہ لوگ بھی تھے کہ جو اس وقت تک پیدا ہی نہیں ہوئے تھے۔ یہ سب بھڑات ہیں
جو بخاری کی کتاب التہجد کی روایات سے ثابت ہیں اور جن پر ایمان لازم ہے کہ
آ خدا دینا ہی ہونے والا ہے جبکہ غلات شدہ لوگوں کے وہ واقعات دکھائے گئے
وہ تو بھڑکتی ہیں، کہا گیا کہ قیامت تک ایسا ہوتا رہے گا۔ یہ نبی ﷺ کا قول ہے،
حافظ ابوالکلام نے کہا کہ ان حدیث کو بنیاد بنا کر یہ لوگ سرور جن جناب
ﷺ والی حدیث کے بارے میں کسی کو کہیں گے کہ وہ کر سکتے ہیں لیکن اس میں
دیکھائے جانے والے افراد فوت شدہ ہیں جیسا کہ فرشتوں نے کہا:

"و انھیں جنت تھوڑی باتیں بیان کرتا تھا۔ اس بات کو لوگ لے لے لے تھے یہ
نہ کہ اس طرف اس کا پتہ چلتا تھا۔" یہ وہ شخص تھا جس کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کا
ضمیمہ یا تھانیاں اور اس قرآن سے داخل ہوتا ہوا وہ ان میں اس کے مطابق عمل نہ
کیا۔" (مذکورہ بالا)۔ وہ وہ تھا کہ اسی طرح بتایا گیا کہ وہ ایمان لائے تھے یہ
شہداء کے تھے۔

بتائے یہ افراد جن کو اس وقت عذاب دیا جا رہا تھا، کیا اس دنیا میں زندہ تھے یا نہ
تھے جیسے کہ بعد یہ عذاب ہو رہا تھا؟ اسی طرح جزا پانے والوں میں ابراہیم
الکلیلہؑ، یونسؑ، اور شہداء تھے۔ کیا ابراہیمؑ اور شہداء بھی اس وقت دنیا میں
زندہ تھے؟ دراصل یہ مقام تو ہے ہی موت سے دم بخود ہو جانے والوں کا۔ جب
نبی ﷺ نے فرشتوں سے فرماتے ہیں کہ:

"مجھے پیچھا رہے ہیں اپنے گھر میں داخل ہو جائیں"

تو فرشتے جواب دیتے ہیں:

"ابھی آپ کی طرف سے ایک حدیث باقی ہے آپ نے پورا نہیں کیا ہے جب آپ اس
کو پورا کریں گے تو آپ ہی گھر میں آجائیں گے۔"

معلوم ہو کہ یہ مقام بھی فرض نہیں بلکہ حقیقی ہے اور ملنے والی جزا اور بھی فرضی نہیں
دیکھائی جا رہی بلکہ حقیقی ہے جیسا کہ فرشتوں نے کہا:

يُفْعَلُ بِهِ الْيَوْمَ الْقِيَامَةُ

"یاس کے ساتھ قیامت تک ہوتا ہے گا۔"

مزید یہ کہ نبی ﷺ نے صرف خواب میں ہی عذاب قرار دیا ہے جو کہ ہوئے نہیں دیکھا
بلکہ صلوات اللہ علیہ کے موقع پر بھی آپ ﷺ نے اس قسم کے عذاب کے مناظر

دیکھے۔ اسی طرح انکھار حدیث میں بھی فوت شدہ افراد کے لیے جزا کا بیان
ہوا ہے۔ اس پر بھی یہ کہنا کہ یہ سب جو دکھایا گیا ہے وہ قیامت کے بعد کے عذاب
ہیں کہ جیسے کہ کو ایسے عذاب ہوگا اور زمانہ کاروں کو اس طرح و محض فریب کاری
ہے۔ فرشتے نبی ﷺ سے کہہ رہے ہیں کہ "یہ اس کے ساتھ قیامت تک ہوتا رہے گا۔"
اور یہی بات نبی ﷺ نے بیان فرمائی کہ یہ عذاب اس کو قیامت تک ہوتا رہے گا۔
مگر یہ لوگ ہیں کہ انہوں نے تو نبی ﷺ کے اتنی باتوں کے ساتھ قیامت تک ہونا
ﷺ کی بات کو رد کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ عذاب قیامت کے دن سے شروع
ہوگا۔ لہذا حدیث سے بتائے اسے انہی کہا جائے یا کفر؟ پھر ان کا یہ بھی کہہ کہ
"جیسا کہ خدا چاہے باطن و بیرون میں ہونا چاہے ہوتا ہے۔"

یہ ان کو اس نے بتایا؟ یا نبی ﷺ نے ایسا فرمایا ہے؟ اور "ملا جاتا ہوگا"۔ اس کی
کیا مراد ہے؟ کیا مراد یہ ہے کہ انہوں نے اس کے ساتھ ہونے کا کیا ہلال و جنت میں
قدوسوں پر نہیں چلیں گے؟ کیا جیسے انھیں قیامت نہیں تاکہ چیری جائے گی؟
۳۔ کمال لکھائی صاحب تحریر فرماتے ہیں:

"یہ بات بھی واضح ہے کہ اس حدیث میں نبی ﷺ کو جہاں عذاب دکھائے
گئے۔ وہ بیت المقدس ہی کی سرزمین تھی نہ کہ کوئی اور مقام کی حدیث میں مقام
ارض مقدسہ کا ذکر آیا ہے اور شہداء جن نے ارض مقدسہ سے مراد بیت المقدس ہی ہے
(حاجہ زکریا بن ابیہار) (تذکرہ ائمہ صفحہ ۴۰۰)

وضاحت:

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ جب اللہ سے ڈرنے والے جنت میں
داخل کئے جائیں گے تو کہیں گے:

أَحْسَنُ لِقَائِي فِي صَدَقَاتِكُمْ وَأَنْتُمْ كُنْتُمْ الْآزِلِينَ مَكِيدُوا مَكِيدَ الْجَنَّةِ
حَدَّثَكُمْ كَذِبًا الزُّمَر ۱۴۰

"اللہ کا شکر ہے کہ اس نے ہم سے اپنے وعدے کو پورا کر دکھایا اور ہمیں زمین کا
دارت دیا۔ ہم جنت میں جس جگہ چاہیں رہیں۔"

قرآن کی آیت نے وضاحت کر دی کہ جنت کی زمین کو بھی "ارض" کہا گیا ہے۔
قابل ذکر بات یہ ہے کہ ان سب فرقوں کا عقیدہ ہے کہ نبی ﷺ نے دنیاوی قبر

میں زندہ ہیں جبکہ اس حدیث میں نبی ﷺ کو اپنا مقام دکھایا گیا اور فرشتوں نے
یہی کہا کہ آپ ﷺ اپنی دنیاوی زندگی پوری کر کے اپنے اس مقام میں آجائیں
گے۔ عالم برزخ کے بجائے یہ مسلک پرست اگر ارض مقدس سے مراد بیت
المقدس سمجھتے ہیں تو پھر نبی ﷺ کو دنیاوی قبر کی بجائے بیت المقدس میں زندہ
کیوں نہیں مانتے؟ لہذا حدیث فرمایا ان کے عقائد کا انکار!

اسی طرح ان مسلک پرستوں کا عقیدہ یہ بھی ہے کہ ہر شخص مرنے کے بعد
جزا اور عذاب کا دنیاوی قبر میں لگتا رہتا ہے جو کہ دنیا بھر میں پھیلی ہوئی
ہیں جبکہ اس حدیث کی رو سے یہ وہ جگہ ہے جہاں موت سے آنکھ نہ ہونے والا ہر
شخص جاتا ہے اور وہیں اس کو قیامت تک کا یہ دور گزارنا ہوتا ہے۔ اگر یہ لوگ اس
جگہ کو عالم برزخ کے بجائے بیت المقدس قرار دیتے ہیں تو پھر ان کا عقیدہ ہونا
چاہیے کہ ہر گناہگار شخص مرنے کے بعد اس ارضی قبر کی بجائے بیت المقدس میں

عذاب دیا جاتا ہے۔ پھر یہ عذاب قبر کہاں رہا؟ عذاب بیت المقدس نہیں کیا!
قرآن وحدیث میں انبیاء و شہداء جنتوں میں موجود بیان کیے گئے ہیں اور
اس حدیث میں انبیاء و شہداء بھی دکھائے گئے ہیں تو کیا ان کا عقیدہ ہے کہ جنت
بھی بیت المقدس میں ہے؟ جب کتاب اللہ کے جوائے منطق کو ایمان کی اساس
دیا جائے تو پھر انسان اسی طرح گمراہ و گمراہ کیا کرتا ہے۔

۵۔ کیا جانتے کہ کن آدم غیروہ سے لے کر اس وقت تک صرف ایک ہی جہنم ہوتا
ہو اس کو عذاب ایجاہ ہاتھ اور اسی طرح ایک ہی عالم قرآن اور ایک ہی جہنم ہو؟

وضاحت:

یہ لوگ اس قیامت کے بعد ہونے والا عذاب قرار دیتے ہیں تو کیا ازل
سے لے کر ایک صرف ایک ہی جہنم امرے گا۔ ایک ہی قرآن کا سبب عمل عالم اور
ایک ہی جہنم ہو؟

اس حدیث میں تو عذاب کا نمونہ دکھا کر اس بات کی وضاحت گئی ہے کہ
مرنے کے بعد انسان کہاں جاتا ہے اور یہ کہ موت سے ہٹ کر ہوتے ہی اس کی
آخرت شروع ہو جاتی ہے جو کچھ دنیا میں کر کے آیا ہے اب اس کے مطابق اس کو
جزا و سزا ملنی شروع ہو جاتی ہے اور یہ کہ عالم برزخ کا یہ دور قیامت تک چلے گا۔
ایک ہی راست میں ساری دنیا کے تمام افراد کے عذاب بھیں دکھائے گئے، پھر غری
اقبار کے محض چند نمونے دکھائے گئے ہیں۔

۱۔ مزید یہ بھی کہا جاتا ہے کہ شہداء کے لیے حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے
ان کی دھن کو سزا دینے والے جہنم میں داخل دیا ہے جبکہ اس حدیث میں تو
شہداء انسانی راہ میں دکھائے گئے ہیں۔

وضاحت:

صرف غزوہ احد کے شہداء کے لیے فرمایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی
دھن کو سزا دینے والے جہنم میں داخل دیا۔ دنیا کے تمام شہداء کے لیے ایسا
نہیں کہا گیا۔ جیسا کہ غزوہ موت کے شہداء میں صرف جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے
لیے ازل سے لے کر ہر جسم کا ذکر ہے۔

۲۔ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ کی مدیٹ ہے کہ جنت میں سب لوگ جوں جوں کے نصیب
اس حدیث میں تو سب جہنم اور پوز عذاب دکھائے گئے ہیں۔

وضاحت:

۱۔ اصل یہ سب جہالت کی باتیں ہیں جن کے ذریعے یہ لوگوں کو صراط مستقیم
سے ہٹانا چاہتے ہیں۔ اس حدیث میں جو بیان کیا گیا ہے وہ سارا برزخی دور ہے
بابت قیامت کے بعد لوگ جنت میں داخل کیے جائیں گے تو حسب وعدہ
سب جوانی کی حالت میں ہوں گے۔ نبی ﷺ نے اپنے قرزند کے لیے فرمایا کہ
”جنت میں سے لے کر ایک درہم چائے والی ہے“

۲۔ یہ بیان تو کسی برزخی دور کے لیے ہے ورنہ کیا جنت میں بھی وہ ایک
عذاب ہے؟ یہ سب پرست اللہ کی دی ہوئی عقل سے کام نہیں لیتے۔
۳۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس حدیث میں قرآن لے ایک عالم عذاب دکھایا گیا

ہے۔ لیکن اس وقت تک قرآن نازل ہو رہا تھا جس وقت ہوا کہ یہ قیامت کے بعد
کے عذاب ہیں۔

۴۔ کمال جہانی صاحب فرماتے ہیں:

”ظاہر ہے کہ یہ شخص نبی ﷺ کا حق ہے کہ قرآن کا عالم تھا اور سب عملی کی حد سے
اس کو عذاب کا حق قرار دیا گیا۔ یہ شخص نبی ﷺ نے اور کچھ کہہ ہی نہیں سکتا۔ صاحب
کرام ”توحۃ اللہ اس دم سے میں شامل نہیں بنے جانتے۔ بقایا ہے“ ماہ قرآن
بعد ہی کو تمہیں گے لیکن نبی ﷺ کو پہلے ہی سے ان دونوں کو عذاب میں مبتلا
دکھا دیا گیا۔“ (عقود القمر: صفحہ ۲۹)

وضاحت:

اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ تمام کتابیں قرآن ہی تھیں، انہیں بھی قرآن ہی کہا گیا
ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

”لَمَّا أَتَيْنَا عَلَى الْغُرِّ وَقُلْنَا لِمَ أَتَيْنَا عَلَى الْغُرِّ وَقُلْنَا لِمَ أَتَيْنَا عَلَى الْغُرِّ
”یہی طرح نبی ﷺ نے بھی ہم نے ان غرؤ پر اتار دی کی طرف بھیجی تھی جنہوں
نے قرآن کو نکلے دیا۔“

بخاری میں روایت ملتی ہے کہ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اس آیت کے متعلق فرماتے:
”لَمْ يَأْتِ الْكُتَابَ جُزْءٌ فَاجْتَمَعُوا بِغَضَبٍ وَ كَفَرُوا بِغَضَبٍ
— الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى

(بخاری: کتاب التفسیر: تفسیر سورہ البقرہ، باب ۱۰۱: ۱۰۲)
یعنی: ”کتاب منافقہ الانصار، باب اہل بیت“

”وہ اہل کتاب یہود و نصاریٰ ہی ہیں جنہوں نے اس (قرآن) کو نکلے
کر لے کر لایا کہ بعض حصوں پر ایمان لائے اور بعض کا کفر کیا۔“

حدیث میں نبی ﷺ فرمایا ہے کہ

”خُفِّفَ عَلَى دَاوُدَ الْكُفْرَ أَنْ فَكَانَ يَأْمُرُ بِدَابَّةِ الشَّيْطَانِ
بِقَوْلِهِ أَنْ يَطْرُقَ بَعْضُ الْفُرَّانِ

(بخاری: کتاب التفسیر: تفسیر سورہ اسراء: ۱۰۱)
”اور اللہ تعالیٰ پر قرآن کی قرأت اتنی آسان کر دی تھی کہ آپ محمدؐ کے ہاتھ کا خم
دیکھو وہ اس سے قبل قرآن پڑھ کر فارغ ہو جاتے۔“

معلوم ہوا کہ جس کے متعلق فرشتوں نے بتایا کہ وہ قرآن کا عالم تھا تو وہ گذشتہ
کتاب آسمانی میں سے کسی کا عالم تھا۔

۱۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ انبیاء و شہداء کے لیے کتاب اللہ بیان کرتی ہے کہ وہ
جنت میں داخل کر دیے جاتے ہیں لیکن اس حدیث میں تو عام مومن بھی جنت میں
دکھائے گئے ہیں اور فائق جہنم میں اس طرح یہ حدیث کتاب اللہ کے بیان کا انکار
کرتی ہے۔

وضاحت:

۱۔ ستم ظریفی ماہر ہے کہ کتاب اللہ کی تشریح کی ہے! شیعہ و غیر موال و
جواب جنت میں جاتا ہے اور صالحین موال و جواب کے بعد کوئی ان سے پوچھے
کہ انبیاء اور صالحین کے بارے میں ان کا کیا خیال ہے؟

وضاحت:

جس طرح اردو میں ماضی، حال اور مستقبل کے ملحدہ ملحدہ صیغے ہوتے ہیں۔ اس طرح عربی میں نہیں ہوتا بلکہ صرف فعل ماضی اور فعل مضارع کے صیغے ہوتے ہیں۔ مضارع کے صیغہ میں حال اور مستقبل دونوں زمانوں کے معنی پائے جاتے ہیں لیکن۔ یاق و یساق سے صحیح زمانے کا تعین کر لیا جاتا ہے۔ البتہ حرف زمانہ کے ذریعے ان کی بھی تخصیص کر دی جاتی ہے جیسے "اس" "اگر" "سو" "گئے" سے فعل مضارع زمانہ مستقبل کے لیے خاص ہو جاتا ہے مثلاً یسفل (اور گئے)۔ اسی طرح "ل" "لے" فعل مضارع نور زمانہ حال کے لیے خاص کر دیا جاتا ہے مثلاً یسفل (اور گئے)۔

زیر نکتہ حدیث کے الفاظ ہیں: "لینکون علیہا و علیہا لیتعذب فی قبرہا" "یہ درود ہے ہیں اور اس کو اپنی قبر میں عذاب دیا جا رہا ہے۔" حدیث میں لینکون اور لیتعذب دونوں فعل مضارع کے صیغے ہیں ہوا لام تک کر زمانہ حال سے خاص ہو گئے ہیں۔ ان میں سے کسی ایک کو بھی مستقبل سے خاص نہیں کیا جاسکتا کہ خلاف قواعد ہے۔ عربی گرامر کی اتنی معمولی بات تو مدینہ یونانی کے "مقلدانہ" کو ضرور آتی ہوگی۔

انجی۔ ملک پرستوں کے شافعی ادارے دارالاسلام کی مطبوعہ بخاری میں لینکون کو لغیر لام کے لینکون لکھا گیا ہے اور لیتعذب کو انی طرح لکھا ہے۔ لینکون (در رہے ہیں) بھی مضارع کا صیغہ ہے لیکن اس کا ترجمہ یہ لوگ (اور رہے ہوں گے) نہیں کرتے۔ ایک ہی جملے میں "الفاظ مضارع کے صیغے میں ہیں لیکن کسی" "ہو" سے ایک کا ترجمہ حال میں کر رہے ہیں اور دوسرے کا مستقبل میں۔ اگر اس حدیث کے ان الفاظ کا ترجمہ زمانہ مستقبل میں لیا جائے تو وہ اس طرح ہوگا: "یہ لوگ اس پر رہیں گے اور اس پر عذاب ہوگا اس کی قبر میں"۔

ان دونوں معنوں کا ترجمہ یا تو حال میں ہوگا یا پھر مستقبل میں۔ ایک کا حال میں اور دوسرے کا مستقبل میں کرنا بغض اپنے باطل عقیدے کے حفاظ کی اتنی کوشش ہے۔ اس حدیث کا درست ترجمہ وہی ہے جو ہم نے لکھا ہے اور یہی ترجمہ کتب احادیث کا ترجمہ کرنے والوں کے تراجم میں لکھا ہوا ہے اور ہم نے صرف ایک ادارے کا حوالہ دیا ہے۔ مگر چونکہ یہ حدیث ان کے جھوٹے عقائد کے خلاف جاتی ہے تو یہ سنبھال گئے ہیں کہ اپنے باطل عقیدے کا دفاع کیسے کریں؟

اسی حدیث کے بارے میں یہ بات بھی کہی جاتی ہے کہ انسانی میں بھی یہ حدیث آئی ہے اور وہاں بھی ﷺ کے قبر سے گزرنے کا ذکر ہے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ حدیث بخاری و مسلم یا انسانی میں یہاں بھی آئی ہے ان میں بھی ﷺ کے قبر پر سے گھرنے کا ذکر نہیں بھی نہیں۔ انسانی کی جس حدیث کا یہ لوگ حوالہ دیتے ہیں وہ یہ روایت نہیں بلکہ ایک دوسری روایت ہے مگر باطل عقیدے کے دفاع میں یہ دروغ کوئی ان کے لیے کیا حیثیت رکھتی ہے۔

آپ کے سامنے قرآن وحدیث اور ان فرق پرستوں کے عقائد کا ایک موازنہ پیش کیا گیا۔ کتاب اللہ کی ان کے نزدیک کیا حیثیت ہے۔ باطل واضح ہے۔

در اصل عذاب یا رامت قبر کے معنی کا تعلق آخرت سے ہے اور جو لوگ ایک انسان کو قیامت کے بعد مارتے ہیں یہ اتنی کا پیش قدمی ہے۔ ناقص بظاہر کہہ کر آئی آیات سے واضح ہے کہ مرتے ہی انسان کی آخرت شروع ہو جاتی ہے اور وہ رحمت یا جہنم (یا مہلک یا نجات) میں داخل کر دیا جاتا ہے۔

۱۰۔ غریب لہجے لگتے ہیں لیکن الفاظ یہ کہ یہ ہمیں رشتی برائی نہیں (۱۰) مراد ہے کہ انہوں نے پھر کسی شخص کے ہوں۔

وضاحت:

اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے:

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ لَا تَدْعُوا لِلدِّينِ شَيْئًا سَوَافَ فَضْلِهِ يَوْمَ تَأْتِي السَّحَابُ السَّيِّئَاتُ فَتَسْفِكُ الْغُلَامُ الْغُلَامُ

"مومن لوگوں کے جانے والی آیات دیکھنا یا سنیں ہم تم کو اس میں ڈالیں گے اور جب ان کی کھالیں جل جائیں گی تو ہم ان کو دوسری مثالوں سے بدل دیں گے کہ وہ عذاب کا مزہ چکھتے رہیں"۔

نبی ﷺ کی حدیث کے بارے میں شکاک پیدا کرنے والے یہ لوگ اب جواب دیں کہ نبی پائی جانے والی ان کھالوں سے کون سے گناہ لگے ہوں گے کہ ان کو جلا دیا جائے گا؟ عزیزان سے پوچھا جائے کہ جہاد سے زخم کون سے جسموں پر کھائے تھے؟ حمزہ بن عبدالمطلب، انس بن اسیر، عمر بن ابی اسحاق اور عبداللہ بن عمر بن قرام۔ ﷺ کے کون سے جسم کھائے ہوئے تھے؟ انہی منصب پرستوں کے انداموں میں جلا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کیوں ان جسموں کو توراہ دیا جنہوں نے جہاد میں حصہ لیا تھا؟ قرآن وحدیث کے مقابلے میں عقل کے ٹکڑے سے مزائے کی بجائے عقائد کا اظہار کا انداز اختیار کریں۔ اس طرح کی قیل و قال کرنا مفکرین اور فاضلوں کا طریقہ ہے۔

یہودی عورت والی حدیث

بخاری، دیگر کتب احادیث میں یہ حدیث بھی بیان کی گئی ہے کہ: اَنَا مَوْلَى غُلَى بَنِي إِسْرَءِيلَ غُلِيَّهَا غُلِيَّهَا فَقَالَ لَيْسَ لِي غُلِيَّهَا وَ اَللّٰهُ لَتُعَذَّبَ لِي فِي قَبْرِهَا

انجیل کتاب الحناں جلد اول النبی بطاب السنت سعید مکتبہ اعظم علیہ السلام

"خدا ایک انسان ہے جو میری عورت کے پاس سے گھر سے دور ہے کہ وہ اس پر درود ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا کہ ان پر درود ہے اور اس کی قبر میں عذاب دیا جا رہا ہے۔

یہ حدیث اُس مقام پر نقل وضاحت کرتی ہے کہ یہاں ایک فوت شدہ انسان کو برا اور براوی جاتی ہے۔ اس صحیح حدیث سے جان چھڑانے کے لیے انہوں نے یہ انداز اختیار کیا ہے کہ لیتعذب کو زمانہ مستقبل سے خاص کر دیتے ہیں اور کتب میں کس کا ترجمہ اس طرح کیا جائے گا کہ

"اس کو عذاب دیا جائے گا ان کی قبر میں"۔

یعنی جب وہ اپنی دنیاوی زندگی قبر میں نہیں ہو جائے گی۔

تو میں آپ نے غلط کیا تھا کہ ان مسلک پر حقوں نے کس کس انداز میں قرآن وحدیث کے وسیع دوسے عقائد کو رد کیا ہے اور کس طرح بدترین حیثیت دے دی ہے ان کے معنی وقہم تمہیل کر ڈالے۔ یہ لوگ دین بے جس کے یہ بتاتی ہیں جیسے ہیں؟ قرآن وحدیث تو ان کے اس دین کو رد کرتے ہیں لیکن ان کے انکار میں ان احوال و احوالی، ان کے اس دین کو کچھ اور بنیاد پر اہم کرتے ہیں۔ انہوں نے مال و عذاب کے نام پر دین اس جسم میں لولہ سے جاتے کا عقیدہ دیا۔ یہ مرد و زن کو یکساں دین سے مزید ترقی کی اور یہ مرد و اپنی قبر پر آنے والے کی اور خوشی بھی محسوس کرنے کا وارث کا یہ فرق جاری رہا اور اب اس مرد و عورت پر قوت حاصل ہوئی اور یہ پرندے کی جنس میں بھی قبیلہ کرنے لگے۔ حالات کے کتاب اللہ میں نشت ادا کی جانے لگی۔ مسلم قوم کی چنگ ذوق سے لے کر انکار میں کے تو کمال ان کی بنیاد میں کئے اور یوں یہ مرد و عورت "غوث العظم" اور "امام" کہلایا جانے لگا۔ پھر امت کی بد نظمی کو الہ واحد کو چھوڑ کر ہزاروں مرد و عورت بن گئے۔ آج انہی کی ہے بے ہار ہے۔ یہی اس قوم کے "بگڑی ہوئے والے" اور "خزانے بھٹکے" والے کج فطرت تھے۔ مگر اسے گئے ہیں۔

آخر یہ سب کچھ جیسے ہو گیا؟ قرآن کا بیان کردہ عقیدہ کیسے منہ نہ چھو گیا؟ یہ اللہ کی جگہ ان پر ہاروں سے کیسے لے لی؟ صرف اور صرف ایک قوس کی بنیاد پر کہ دین اس دنیاوی قبر میں مرد و جسم میں لولہ ادا کی جاتی ہے۔ آج ان ہزاروں پر جانے والوں پر، ان مردوں کو حاجت روا، مشکل کشا، فریاد رس، داتا، عجوبہ، عظم، کج فطرت، غریب و اذ، بچال، پکارتے والوں، ان کی قبروں پر عاصی دینے والے، ان کے نام پر تہذیب و نیاز کرنے والوں پر کفر و شرک کے فتوے تو دے جاتے ہیں۔ لیکن اس طرف کوئی توجہ نہیں کہ کس نے ان کو یہ بنیاد فراہم کی ہے کہ یہ حضرت "قبر میں روح سمیت موجود ہیں، یہ مرد و عورت نہیں، ہمارے گھٹے سے مرد ہو گیا ہے، یہ شعور و اور اک رکھتا ہے، مستاء رکھتا ہے، پچھتاہتا ہے، دینا والوں سے ملنے کی لیے پیاسا باقی رہتی ہیں۔

یہ بدی مسلک والے اگر عقیدہ دیتے ہیں

"کہ قبروں کے فیض حاصل ہوتا ہے" (انہوں نے)

تو اللہ کے مفتی کیا فیض حاصل اس کے دے میں لیتے ہیں کہ یہ اور بات کا دوسرا ہے۔ ان کا دین ان قبروں میں پڑے ہوئے لوگ مرد ہیں، انہوں میں شعور ہے، انہیں دے سکتے ہیں، انہیں جواب دے سکتے ہیں۔ لیکن خدا، وہ ہی جگہ عقیدہ دیتے ہیں کہ اللہ کے احسان و شعور سے لے انکار ہے؟ اگر ان میں وحش و شعور نہ ہو تو قبر و عذاب کیسے ہو سکتا ہے۔ ان لوگوں کے اسی دھنگے پن نے امت کو کفر و شرک میں مبتلا کیا ہے۔

ایک طرف ان کے علامہ یوسف زئی فرماتے ہیں کہ وحش صرف قیامت میں مرد و جسم سے ملانی جائیں گی، وہ سری طرف عقیدہ دیتے ہیں کہ یہ قبر و عذاب مختلف ہے، ہم بھی اس کے قائل ہیں۔ علامہ داماد فرماتے ہیں کہ ان قوم سے ہم آہم سے جدا ہے کی، لیکن اکابرین کے وسیع دوسے

عقیدے کی وکالت کرتے ہیں کہ سوال و جواب کے لیے روح لولہ ادا کی جاتی ہے اور یہ استثنائی حالت ہے۔ حدیث کا بیان سامنے آتا ہے تو کہتے تھے ہیں کافر و شرک اور منافق کی روح جہنم میں رہتی ہے اور عذاب سے دوچار ہوتی رہتی ہے۔ لیکن وہ دوسرے ہی دے ان کا عقیدہ تبدیل ہو جاتا ہے کہ فرماتے ہیں پھر دکانہ میں لولہ ادا نہ ہوتا ہے بھگت، یا جاتا ہے پھر مرد و روح قبر میں بکھج جاتی ہے۔

علامہ قاسم صاحب احادیث کی تعلق تخریج کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ یہ قبری زندگی پر ادا کرتی ہیں، اور دوسری طرف دوسرے فرقے کو بچھا دھانے کے لیے لیتے ہیں کہ یہاں قبر سے مراد پہلی کی قبر نہیں ہے بلکہ اور جہاں ہے۔

میں علامہ داماد فرماتے عذاب قبر کے وہ دھنگے کر ڈالے کہ روح جہنم میں عذاب ہوتا ہے اور جسم کو اس قبر میں، اور کہیں ان مصوف نے قرآنی آیات میں زیر ذی قبر کو غلط فہم کر ڈالا۔ ان کے مفسر قرآن الکبیر کی "جہنم کی آگ" کا ترجمہ "آگ" کرتے ہیں تو یہ دوسرا اس "لو جس آگ" کہہ ڈالتے ہیں۔ ان علامہ صاحب کے کیا کہتے "ایک طرف قبر کی تشریح" سکھادی جانے والی جگہ کرتے ہیں اور دوسری طرف، "مستحوی" لولہ کو ایک قبر بنا ڈالتے ہیں۔ الغرض کہ ان مفتیان نے کتب لکھ کر لوگوں کا مال بھی لوٹ لیا اور انہیں یہ ایسا ستیم سے بھی بھلا دیا۔ اسی بات سے مالک کا کات نے یہ دوسرا سال قبل ہی ہوشیار کر دیا تھا کہ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّا جَعَلْنَا قُبُورَكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ

أَمْ أَلْهَىٰ أَفْئِدَتَكُمْ فَأَخَذْنَ الْقُبُورَ مُسْتَقَرًّا وَمُقَامًا

"اے ایمان والو! ان لوگوں اور جہنم کی آیت ایسے لوگوں کی ہے جو لوگوں کا

مال حاصل کرتے ہیں اور ان کے راستے سے روک دیتے ہیں۔"

لوگوں نے ان مسلک پر متنبائی کی تاہم ہدایت حاصل کرنے کے لیے فریادیں لیکن مال اور ہدایت دونوں سے محروم ہو گئے۔ یہ بھی رہا، جو ان پر عقیدہ بنا کر آخرت میں اللہ نے عذاب کے بھی مستحق بن گئے۔ اب جو زندہ ہیں، جن کی جانوں نے انہی ان کے جسموں کا بوجھ اٹھایا ہوا ہے، جو ابھی بکھتے، سننے والے اور شعور و ادراک کے حامل ہیں، وہ چاہت آئیں اپنے رب کی طرف، اس کی ہدایت کی طرف اور اپنے جانوں کو فرقی نہ دے، مسلک پرستی و کابر چاہتی سے آزاد کر لیں، پھر کریں اپنے ساتھ عقائد احمال سے اور پاک کر لیں اپنے ایمان کو جسے شرک سے تو اللہ شامد، اللہ تعالیٰ ان کے گناہوں کو بھی ثواب میں بدل دے گا، وہی کامیاب شہر میں گئے، جنت میں اللہ ان کا میزبان ہوگا، یہ چاہیں گے طے گا، یہ اللہ کا وعدہ ہے۔ اللہ سے بڑھ کر کون اپنے وعدوں کا پورا کرنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ فوراً فوری قیامت عطا فرمائے کہ ان پیش رو میں فرشتوں کے وام فریب سے آزاد ہو کر حق کو حق جان کر اپنی طرف ان لیں، اور بے سوسن و مسلم بن جائیں۔ آمین



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے رسول ﷺ

عالم الغیب کون ہے؟

محمد رفیع، فتح جنگ، ایک

کرو یا۔ مولوی صاحب نے پھر جواب الجواب کے طور پر چند دہائیوں کے ہمارے اس ساتھی کے پیرا کو، یہ اور بار اول کی طرح اس مرتبہ بھی ان کو اپنا نام لکھنے کا حوصلہ دیا اور جب ان سے اس کے لیے کہا گیا تو انہوں نے کاغذات ہمارے ساتھی کے ہاتھ سے واپس لے لیے۔ اس کے بعد مولوی صاحب تو بالکل خاموش ہو گئے لیکن راقم نے سوچا کہ اس قسم کے سوالات کا تو آنے والا ہمارے ساتھیوں کو سامنا کرنا پڑتا ہے لہذا مناسب رہے گا کہ جن آیات و احادیث کی بنیاد پر یہی عالم الغیب ثابت کرنے کی کوشش کی جاتی ہے، ان کا فہم جائزہ ایک مضمون کی صورت میں پیش کر دیا جائے۔ چنانچہ آئندہ صفحات میں اسی بات کی کوشش کی گئی ہے۔

اس مضمون میں راقم کے خوش نظر قرآن پاک کی صرف ساتہین آیات اور نبی ﷺ کی ۶ چھ احادیث ہیں جن پر تبصرہ کرنا ہے۔ احادیث میں بخاری کی ایک ترمذی کی ایک اور ششم کی چار احادیث شامل ہیں۔ ان آیات اور احادیث کی مکمل تفسیر اور تفصیلی جائزہ کے لیے تو ایک ضخیم کتاب لکھنے کی ضرورت ہے، لیکن سر دست نہایت ہی انتہاء سے کام لیتے ہوئے چند ہر اوراق میں اپنا مؤقف واضح کرتا ہے۔

پہلی آیت

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُظْلِمَكُمْ فِی الشَّیْءِ ۚ وَ لَکُم فِی الشَّیْءِ عَذَابٌ ۚ

صَحیح (بخاری) ۱۰۰۹

”اور اللہ ایسا نہیں کرے گا کہ وہ تم کو کسی چیز میں ظلم کرے (اس آیت سے لیے)

اپنے رسولوں میں سے تم کو چاہتا ہے کہ تم میں سے کسی کو

اس آیت کو ان کے لیے کہہ کر یہی کہیں کہ تم کو ظلم نہیں کیا جائے گا۔ یہی آیت ہے جو

اور دوسری جانب دلائل اس قسم کے پیش کرتے ہیں جو یہ ثابت کرتے ہیں کہ

امیر اور مکتشف کر رہے گئے اور کوئی ایک چیز بھی ان کی نظروں سے پوشیدہ نہیں

بالخصوص اللہ کے آخری رسول ﷺ کے متعلق قرآن و ہدایت کے ساتھ کہا جاتا ہے

کہ آپ غیب کی باتیں جانتے تھے اور دلیل کے طور پر نبی آیت پیش کی جاتی

ہے، جبکہ اس آیت کے الفاظ اس مفہوم کے برعکس نہیں ہیں کیونکہ اس آیت

جولائی ۲۰۰۵ء کا واقعہ ہے۔ وہ اپنے نبی کے ایک ملائے و صوبہ بنارس میں ہمارے ایک ساتھی کے گھر درس قرآن کا پروگرام تھا۔ مدرس نے علم غیب کے موضوع پر نہایت ایمان افروز تقریر کی۔ بعد ازاں سوال و جواب کا سلسلہ مرتبہ جاری رہا۔ حاضرین مجلس میں ہر ملوئی کتبہ لکھنے لگا کہ ایک مولوی صاحب بھی جو کہ اسی محلہ کی ایک مسجد کے امام و خطیب ہیں اشتراک فرماتے۔ یہ صاحب پوری توجہ کے ساتھ گفتگو سنتے رہے۔ موصوف نے کسی موقع پر یہ تو کوئی اعتراض کیا اور یہی سوال لیکن چند روز بعد انہوں نے تقریر یا چھ صفحات پر مشتمل ایک مراسلہ تمام کیا اور اس کا قوری جواب طلب کیا۔ راقم سے ساتھیوں نے اس کا جواب لکھنے پر اصرار کیا۔ گھر پہنچ کر مولوی صاحب کی تحریر پڑھی جس پر لکھنے والے کا نام درج تھا نہ پتا۔ مولوی صاحب نے اپنے مراسلے کی ابتدا درج ذیل اشتہار و تقریر سے کی تھی:

”علم منہ ظنی“ کے متعلق ہمارا عقیدہ

- ۱۔ اللہ تعالیٰ عالم بذات ہے یعنی خود بخود جانتا ہے۔ وہ اپنے علم میں کسی کا محتاج نہیں۔ اس کا علم تدبیر ہے اور توحید کا محتاج بھی نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی بھی نبی اس کے پاس ہے ایک طرف بھی نہیں جانا سکتا۔
- ۲۔ حضور ﷺ اور دیگر انبیاء علیہم السلام کہہ کر اللہ تعالیٰ نے اپنے بعض محبوب کاظم دیا ہے۔
- ۳۔ حضور ﷺ کا علم ساری مخلوق سے زیادہ ہے جن میں آدم علیہ السلام، نوح علیہ السلام، ابراہیم علیہ السلام، موسیٰ علیہ السلام، عیسیٰ علیہ السلام، محمد علیہ السلام اور شیطان بھی شامل ہیں۔
- ۴۔ اللہ تعالیٰ نے جس کو جتنا بھی علم دیا ہے اس کا وہ علم و طاقت ہے۔

حادث ہے محتاج توجہ ہے، وغیرہ

اس قسم کی باتیں تو ان لوگوں کی طرف سے شب و روز ہی سنتے ہیں۔ اس لیے اگر

انہی نکات تک بات محدود رہتی تو اس کا جواب لکھنے کی چنداں ضرورت نہیں تھی۔

لیکن مسئلہ یہ تھا کہ مولوی صاحب نے اس اشتہار کے فوراً بعد جتنے اہل اور چند

آیات و احادیث سے غلط استدلال کرتے ہوئے اپنے دھم میں اللہ کے رسول

ﷺ کو عالم الغیب ثابت کر دکھایا۔ یہ بات واقعی لائق توجہ تھی لہذا اس کا جواب

پہرہ قلم کیا اور متعلقہ ساتھی کی وساطت سے مولوی صاحب کی خدمت میں ارسال

ذریعے غیب کی خبریں دیتا ہے تو پھر ان کو آزاد نہیں چھوڑ دیا جاتا بلکہ اس کی جانب سے ہر وقت ان کی منت گمرانی کی جاتی ہے تاکہ اس کا پیغام اس کے بندوں تک پہنچانے میں کوئی تاخیر نہ ہو۔ دوسری بات یہ واضح ہوئی کہ اللہ تعالیٰ الٰہیہ علیہم السلام کو تمام امور غیب سے مطلع نہیں فرماتا بلکہ وہی کے ذریعے صرف وہی باتیں ان کو بتاتا ہے جو فرائض نبوت کی بجائے آدمی کے لیے ہرگز برا اور تکلیف دین کے فیصلے سے اشد ضروری ہوتی ہیں۔ چنانچہ اس آیت کے حوالے سے مذکورہ صدر استثناء بتانے اور اس کی تفسیر اللہ کی طرف سے بغیر مطلق یہ کہنا کہ نبی ﷺ کا غیب کی باتیں بتاتے تھے دوسرا مسئلہ اور بارہا انداز ہے۔

تیسری آیت

وَمَا لَهُمْ عَلَى الْغَيْبِ بِهَيْبَةٍ (النور، ۲۴)
 "اور وہ (نبی ﷺ) غیب بتانے میں خجسته نہیں ہے۔"

بریلوی صاحب فکر کے مولوی مذکور نے اس آیت کی تفسیر اس طرح کی کہ "اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کے بارے میں قرآن ہے کہ وہ غیب کی باتیں بتانے میں غل نہیں کرتا؛ لہذا یہ غیب ہی تو بتاتا ہے اور غل نہیں کرتا۔" جو کوئی بھی کیسوں کی کہتا ہے اس آیت پر غور کرتے ہوئے یہ جاننے کی کوشش کرے گا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو کیا چھوڑ دیا اور یہ کہ کون کون سی باتیں "الغیب" کے زمرے میں آتی ہیں، تو قدرتی طور پر اس کا ذہن سب سے پہلے انہی باتوں کی جانب متوجہ ہوگا جو دین متین کی اساس ہیں، اور وہ سوچے گا۔

اولاً اس نے اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھا لیکن اس کا ایمان ہے کہ اللہ موجود ہے۔
 ثانیاً اس نے فرشتوں کو نہیں دیکھا لیکن اس کا ایمان ہے کہ یہ اللہ کی مخلوق ہیں۔
 ثالثاً اس نے انبیاء علیہم السلام کو نہیں دیکھا لیکن اس کا ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر شی کے ہر دور میں جن وانس کی ہدایت کے لیے انبیاء بھیجے ہیں۔
 رابعاً اس نے جنت کو نہیں دیکھا لیکن اس کا ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کے لیے جنت کی نعمتیں تیار کر رکھی ہیں۔
 خامساً اس نے جہنم کو نہیں دیکھا لیکن اس کا ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کفار و مشرکین کے لیے جہنم کی بھڑکتی آگ تیار کر رکھی ہے۔

یہ سب چیزیں غیب کے زمرے میں آتی ہیں اور ان میں سے کسی ایک کو بھی اس نے اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا لیکن اس کے باوجود ان سب پر اس کا پختہ ایمان ہے۔ اور کیوں نہ ہو کہ اہل ایمان کی صفت ہی یہ ہے کہ یُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ یعنی وہ غیب کی باتوں پر ایمان لاتے ہیں۔ نیز ہر صاحب ایمان یہ بھی جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے اپنے رسول ﷺ ہی کو وحی کے ذریعے ان باتوں سے آگاہ کیا اور رسول ﷺ کو حکم دیا:

يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ فَإِنْ أَنْتَ لَا تَفْعَلْ لَآتِيَنَّكَ
 بِكَلَمَاتٍ مِنْ رَبِّكَ (المائدہ، ۶۷)

"اے رسول ﷺ! پہنچا دیجیے جو آپ کے رب کی جانب سے آپ پر نازل ہوا۔ اگر آپ نے یہ کام نہ کیا تو آپ نے رسالت کا حق ادا نہ کیا۔"

بڑی عجیب بات ہے کہ جس آیت کا آغاز ہی اللہ تعالیٰ کی صفت خاص سے ہو رہا ہے کہ وہ عالم الغیب ہے، اس آیت سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی جاتی ہے کہ نبی ﷺ کا غیب کی باتیں جانتے تھے اور جس سیاق و سباق میں یہ آیت نازل ہوئی ہے، اس پر غور کرنے سے تو یہ غیب مزید بڑھ جاتا ہے اور یہ سوال یاد رہے کہ اس سے ٹکراتا ہے کہ کیوں ان لوگوں کو قرآن کی آسمان اور عالم غیب کی باتیں سمجھ میں نہیں آتی؟ اس آیت سے پہلے اللہ کا ارشاد ہے:

قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ (آل عمران، ۳۲)

"(اے نبی ﷺ) آپ کہہ دیجئے کہ میں نہیں جانتا جس عذاب کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے اور غیب ہے یا نہیں۔ یہ آپ کے لئے ہے اور اگر وہی ہے۔"

قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي (یہ نہیں جانتا، مجھے معلوم نہیں ہے) کے واضح الفاظ ہرگز اس تاویل کی اجازت نہیں دیتے کہ نبی ﷺ کا غیب کی باتیں جانتے تھے کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو واضح الفاظ میں حکم دے رہا ہے کہ آپ انکھار حق کے طور پر برملا کہہ دیں کہ اسے کافر و کافے معلوم نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو عذاب تمہارے لیے مقرر کر دیا ہے وہ عذاب کب اور کس مرحلے پر نازل ہوگا؟ تمہاری ہلاکت اور نجات کی کاوشت قریب آگیا ہے یا میرا رب ایک مدت تک تمہیں مہلت دے گا؟ تمہاری سرکشی اور نافرمانی کی سزا تمہیں کیا دی جائے گی یا عذاب کے بعد؟ ان باتوں کا تعلق اسرار غیب سے ہے؛ چنانکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس کی اطلاع نہیں دی، اس لیے مجھے تمہاری ہلاکت کے معین وقت کا "خلق علم نہیں ہے۔" شکیبہ رسول میرا کام اللہ کے عذاب سے تمہیں ڈرانا ہے۔ میں نے اپنی ذمہ داری پوری کر دی ہے۔ اب اللہ کے عذاب کا کوزا کب تم پر برے گا، اس کا معین وقت اللہ ہی جانتا ہے کیونکہ عالم الغیب اسی کی ذات ہے جتنا ہے۔

چنانچہ پہلے تو اس انداز سے اللہ تعالیٰ نے اپنے سچے رسول ﷺ کی زبان سے اس امر کی وضاحت کروائی کہ رسول عالم الغیب نہیں ہوتا، اس کے بعد تصریح آیات کے ذریعے اپنی اسی سنت کا کرار فرمایا جو سورۃ آل عمران کی ایک آیت کے ضمن میں پچھلی سطور میں بیان کی جا چکی ہے، یعنی

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ (النور، ۲۴)
 "غیب کا جانتے والا ہے، اور اپنے غیب کو کسی پر ظاہر نہیں کرتا۔ اے اس خلیفہ کے لئے وہ ہند کرے" (آل عمران، ۲۶)

قرآن کے یہ الفاظ جس سلسلہ کلام میں آئے ہیں، اس میں یہ مفہوم داخل کرنے کی قطعاً گنجائش نہیں ہے کہ نبی ﷺ کا غیب کی باتیں جانتے تھے اور اگلے الفاظ بھی اس مفہوم کی تائید نہیں کرتے۔ جیسا کہ ارشاد ہے:

وَأَنَّكَ بِبَصَرِكَ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَخَلْفَهُ رُحْمًا وَأَنْتَ الْغَاثُ وَالْثَوَابُ (النور، ۲۷)

"پھر وہ اس (رسول) کے آگے پیچھے شبان (فرشتے) مقرر کر دیتا ہے تاکہ وہ جان لے کہ اس نے اپنے رب کا پیغام (اللہ کے بندوں تک) پہنچا دیا ہے۔"

ان الفاظ سے ایک تو یہ بات معلوم ہوئی کہ اللہ اپنے ہرگزیدہ رسولوں کو وحی کے

شہید ہے اور ہر صاحب ایمان معصوم قلب سے اس بات کی تصدیق کرتا ہے کہ نبوت کی ابتداء سے لے کر وفات تک، اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ پر جو نبیہ ذل فرمایا، آپ ﷺ نے یاسم و کاست پر اپورالوگوں تک پہنچا دیا اور کسی مرتبہ پر نفل سے کام نہیں لیا کیونکہ آپ ﷺ کی بعثت کا مقصد ہی اللہ تعالیٰ کا دین اور تک پہنچانا تھا۔ چنانچہ نبی ﷺ کے مقصد بعثت کو مد نظر رکھ کر اللہ کے ارشاد **وَمَا كُنَّا عَلَى الْغَيْبِ بِضَيْفِينَ** پر جو کوئی بھی غور کرے گا تو اس کے ذہن میں لفظ "غیب" کا اسی مفہوم ابھارے گا جو ہر طور پر کی صورت میں بیان کیا گیا ہے۔ لیکن اس سے ہمیں اس آیت کی جو تفسیر بریلوی مکتب فکر کے افراد کرتے ہیں اور اس لفظ کا مفہوم یاد کرنا چاہیے ہیں اس سے تو لامحالہ یہ شبہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو نبی ﷺ پر نازل فرمایا اس کا مقصد (معاذ اللہ!) نہ تو **مَسَالَا سَلَام** (اسلام) کیا ہے؟ اور نہ **مَسَالَا نِصَان** (ایمان کیا ہے؟) جیسے بنیادی سوالوں کی توضیح تھا اور نہ ہی آپ ﷺ کی بعثت کا مقصد اللہ کے دین کی تشریح تھا بلکہ ان کے موقف کے مطابق اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو صرف اس مقصد کے لیے بھیجا تھا کہ آپ ﷺ لوگوں کی معلومات میں اضافہ کرنے کے لیے گاہے گاہے ان کو کائنات کے اندر و روض سے آگاہ کرتے رہیں اور ضرورت پڑنے پر ان کو بعض ایسی نصیحتات فراہم کرتے رہیں جن تک ہر آدمی کی رسائی ممکن نہیں (تعالیٰ ہدایا!)۔ اگر اللہ کا یہ تصور بھی کتنا عجیب ہے! لیکن ہمارا اس بات پر پختہ یقین ہے کہ ان آدمیوں نے رسالت کا یہ تصور قرآن سے نہیں لیا اور نہ ہی یہ ممکن ہے۔ قرآن کو تو یہ آیت پہلے سے منع کر رہی تھی کہ ان کے اوقات کے لیے خواہ مخواہ درمیان میں لے آئے ہیں اور نہ انہوں نے اس عقیدے کی شہادت درج ذیل احادیث کی خواہ مخواہ

پہلی حدیث

عن طارق ابن شهاب قال سمعت عمر يقول قام فينا النبي ﷺ فقال ما فاخبرنا عن بدء الخلق حتى دخل اهل الجنة منازلهم واهل النار منازلهم حفظ ذلك من حفظه ورسيد من نسبه (بخاری: کتاب بدء الخلق باب في لوله تعالى هو الذي يبدؤ الخلق)۔
 واقع میں شہاب سے روایت ہے کہ میں نے عمر رضی اللہ عنہ سے سنا وہ فرماتے تھے کہ نبی ﷺ ایک مقام پر ہمارے درمیان کھڑے ہوئے اور حقوق کی پیدائش سے لے کر آج تک کا حال بیان فرمایا جب بعثت والے اپنے لہکاتوں میں اور ہزاروں آدمیوں نے اپنے لہکاتوں میں داخل ہو گئے کسی کو یہ باتیں یاد تھیں اور کوئی بھول گیا۔

اس حدیث میں جو واقعہ مذکور ہے اس کا سبب اباب یہ ہے کہ نبی ﷺ اہل جہنم کو معذرت سمجھتے کرنے کے لیے ان کے سامنے کھڑے ہوئے، اپنے اپنے لہکے کے آئینہ میں آپ ﷺ نے کائنات کی تخلیق کے متعلق کچھ بیان فرمایا اور ان میں اہل جہنم کا تذکرہ کیا۔ لیکن ہم نے یہی ملاحظہ کیجیے کہ ان حدیث میں جو باتیں مذکور ہیں ان میں جبریل علیہ السلام سے یہ باتیں پہنچا دی گئیں۔

سے غلط استدلال کر کے بریلوی مکتب فکر کے افراد نے یہ شمار غلطاً کیا کہ اسے ساجھو یہ عقیدہ بھی داخل مسلک کر لیا کہ نبی ﷺ کو اولین و آخرین کا علم عطا کیا گیا۔ اور اس عقیدے میں بریلوی متغیر نہیں ہیں، بلکہ دیوبندیوں کا بھی۔ جو کہ موجد ہونے کے دعویدار ہیں، ایسی عقیدہ ہے جیسا کہ ان کے مسلک کی بنیادی کتاب کی درج ذیل عبارت سے عیاں ہے:

ولقد اعطى علم الاولين والاخرين

"بلکہ آپ کو اولین و آخرین کا علم عطا کیا گیا۔"

(ص ۲۹، المبدأ علی السنن مؤلفہ مولیٰ جلیل احمد مسہار نیوی، ی۔
 مطبع ہیرل ۱۹۵۰ء، ادارہ اصلاحات، ۱۹۰۰ء، انارکلی لاہور)

ظاہر ہے کہ کتب رسول ﷺ کے زعم میں لکھے ہوئے یہ الفاظ درحقیقت رسول ﷺ کی تعلیمات کے سراسر خلاف ہیں اور اللہ کی کتاب بھی ان کو پوری شد و مد کے ساتھ رو کرتی ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہے:

وَلَقَدْ عَلَّمْتُمُ الْمُسْلِمِينَ دِينَهُمْ وَلَقَدْ عَلَّمْتُمُ الْمُسْلِمِينَ دِينَهُمْ

"اور بلکہ ہم جانتے ہیں تم میں سے آگے چلے جانے والوں کو اور چلے ہم جانتے ہیں پیچھے رہ جانے والوں کو۔"

اس آیت میں لفظ **الْمُسْلِمِينَ** قریب قریب "اولین" کا ہم معنی ہے اور لفظ **الْمُسْلِمِينَ** "آخرین" کا ہم معنی۔ سوال یہ ہے کہ اگر ان کے دعوے کے مطابق واقعی نبی ﷺ کو "اولین و آخرین" کا علم عطا کیا گیا تھا تو اللہ تعالیٰ نے دوسری طرف تاکید (لَقَدْ) کا استعمال کر کے کیوں ارشاد فرمایا کہ "ہم جانتے ہیں تم میں سے آگے چلے جانے والوں کو اور پیچھے رہ جانے والوں کو"۔

اور اس قسم سے کیوں اپنے رسول ﷺ کو مستثنیٰ قرار نہیں دیا؟ چنانچہ جب اللہ تعالیٰ نے خود اپنے رسول ﷺ کو اس حکم سے مستثنیٰ نہیں کیا اور تاکید بالائے تاکید کا انداز اختیار کر کے بھرپور طریقے سے اس امر کی وضاحت کر دی کہ "اولین و آخرین" کا علم صرف ہمارے پاس ہے تو مروجہ "ہم رسول" کی آیت میں اللہ کے رسول ﷺ کو اللہ کی صفت خاص میں شریک کرنا کتنا بڑا ظلم ہے! ان مسائل کا یہ عقیدہ قرآن ہی کے مخالف نہیں بلکہ صحیح احادیث کے بھی خلاف ہے۔ اس ضمن میں فی الحال صرف دو احادیث قرآن کی جارہی ہیں جنہیں بخاری ہی نے روایت کیا ہے:

عن انس بن مالك عن النبي ﷺ قال ليس من علمي ناس من اصحابي المحض حتى عرفتهم اعلموا ذوني فاقول اصحابي فيقول لا تدري ما احد ثوا بعد ذلك (بخاری: کتاب الرقاق باب في العلم من)

"انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا میرے ساتھیوں میں سے کچھ لوگ محض (کوثر) پر آمین کے میں ان کو پہچان لوں گا لیکن وہ مجھ سے دور بٹارے جائیں گے! میں کہوں گا کہ یہ تو میرے ساتھی ہیں۔ کہا جائے گا آپ نہیں جانتے آپ نے بعد جوتے کے کام انہوں نے کیے۔"

ابو سعید خدریؓ کی حدیث میں یہ بھی اضافہ ہے کہ:

لما قول انهم مسلمی فقال انك لا تقدرى ما احثوا بعدك
فما قول صاحبنا بحق لمن غير بعدى (ايضا)

(یعنی نبی ﷺ نے فرمایا کہ جب لوگوں کو روئے نہ جائیں گے تو میں کوئی کام
بہتے ساتھی ہیں تو کہا جائے گا کہ آپ نہیں جانتے آپ کے بعد جو کچھ ہو گا
انہوں نے کیا پھر میں کوئی کام اور جو وہ دور ہو گا وہ میرے بعد چل گیا۔

بریلویوں اور نوبہدوں کے عقیدے کی رو سے اگر واقعی نبی ﷺ کو اولین و
آخرین کا علم عطا کیا گیا تھا تو متعدد احادیث میں آنے والے نبی ﷺ کے یہ
الفاظ کس کھاتے میں جائیں گے۔

انك لا قدرى ما احثوا بعدك

”آپ ﷺ نہیں جانتے آپ کے بعد ہوتے سے کام انہوں نے کیا“

ظاہر ہے کہ اس سوال کا کسی کے پاس کوئی ”قول“ و ”قول“ جواب نہیں ہے۔
بخاری کی زیر تبصرہ حدیث علم ﷺ پر قیاس کر کے نبی ﷺ کے متعلق علم
کا عقیدہ وضع کرنے والے کم از کم یہ توہین کرتے ہیں کہ ایک انکسٹ میں ”اولین و
آخرین“ کے متعلق مکمل معلومات فراہم کرنا ممکن نہ تھا یا نہیں! فرض کیجئے کہ
نبی ﷺ نے ایک ہی وقت میں ایک ہی جگہ کھڑے کھڑے صحابہ کرام کو مکمل
معلومات فراہم کر دیں تو صحابہ نے نبی ﷺ سے اس موقع پر سن کر جو کچھ یاد
رکھا اور یقیناً تا بعین تک پہنچا یا تو وہ اسی طرح صحابہ سے جو کچھ انہوں نے سن کر
یاد رکھا وہ بھی تا بعین تک پہنچا یا تو وہ اسی طرح صحابہ سے جو کچھ انہوں نے سن کر
اس موقع پر آپ ﷺ کی زبان سے آواہونے والا ایک ایک لفظ محدثین تک پہنچا
چاہیے تھا۔ اب سوال یہ ہے کہ مذکورہ موقع پر ”اولین و آخرین“ کے متعلق آپ
ﷺ نے جو اعداد احادیث بیان فرمائیں، وہ کتنی تھیں؟ یہ بات تو یہ طلب ہے
کہ محدثین نے منع حدیث کے سلسلے میں سخت جان کوشی دکھائی! ایک ایک لفظ کے
لپے لٹول طریق سے کیے۔ مگر محدثین کی سادہ سادگی کی تک وہ دور جو جنہو کے
باوجود حدیث کی حدود سے چند کتابیں ہی مرتب ہو سکیں جبکہ ”اولین و آخرین“
کے متعلق نبی ﷺ کی عملی احادیث مذکورہ تحریر میں لانے کے لیے اربوں کھربوں
کتابیں بھی لاکھائی تھیں! کیا نبی ﷺ کی زبان سے نکلے ایک ایک لفظ کو یاد رکھتے

ہو البتہ ایک انتہائی ناقابل اور ناقابل قبول جواب ان کے ”حکیم الامت حضرت مولانا
اشرف علی تھانوی صاحب“ نے اپنی کتاب ”نثر الطیب“ میں دینے کی کوشش کی ہے۔
فرماتے ہیں کہ اس روایت پر ”عرض افعال امت کی روایت کے تقاضا کا شہ اس لیے
نہیں ہو سکتا کہ اس روایت میں نہ تو یہ نص ہے کہ یہ افعال قلب کو بھی شامل ہے نہ یہ نص
ہے کہ تمام افعال ظاہری کو شامل ہے۔ لیکن یہ کہ عاقل اور افعال کے مقاصد کے حقائق
پیش نہ کیے جاتے ہوں اور بعد فرض عرض عام کیے نہ یہ نص ہے کہ بعد فرض کے وہ سب
پردہ کی کے بارے ہوں۔“ (صفحہ ۱۱۵۹) جسے ”حکیم الامت“ صاحب کی
نظر سے یہ بات گزر گئی کہ ”وَاللّٰہُ یُبَیِّنُ الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَعْلَمُونَ“ (موم ۲۴۳) ”تمام افعال
اللہ ہی پر روشن ہوتے ہیں۔“ یہ ”کلام“ کیا نفس فطری اور بطن کے احوال پر صیغہ نہیں؟

والوں نے ایک ہی نشست میں قرآنم کردہ ہزاروں صدیوں پر محیط انتہائی اہم
مطلوبات آج واحد میں ہی فراہم کر دیں؟ ان لوگوں کے پاس یقیناً اس کا بھی
کوئی ”قول“ جواب نہیں ہوگا۔

یہ سب قیاس کی بات ہے کہ ایک جانب تو یہ وقت گزرتے ہیں کہ
”بہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو اپنے بعض محبوب کا علم دیا“

اور دوسری جانب بخاری کی زیر تبصرہ حدیث سے غلط استدلال کر کے یہ بھی ثابت
کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ آپ ﷺ کو ”اولین و آخرین“ کا علم عطا کیا گیا!
کچھ میں نہیں آتا کہ ان کی کون سی بات کو کچھ باتیں اور کون سی بات کو جھوٹ
کہیں؟ کیونکہ ایک وقت یہ دونوں عقائد دو کھینچ نہیں دیتے!

دوسری حدیث

حدیثی ابورزید یعنی عمرو بن الخطیب قال صلی بنا رسول
اللہ ﷺ الفجر و صعد المنبر فخطبنا حتی حضرت العصر
فزل فصلی ثم صعد المنبر فخطبنا حتی حضرت الشمس
ثم نزل فصلی ثم صعد المنبر فخطبنا حتی غربت الشمس
فاخبرنا بما کان و بسا هو کائن فاعلمنا احفظنا

”اسلم کانت الذی و اشراط الساعة باب نهار الفیاء فابکون الی قیام الساعة
”ابورزید حدیث کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے میں نے فجر کی صلوٰۃ
پڑھائی اور پھر چڑھ گئے اور ہم سے خطاب فرمایا یہاں تک کہ ظہر کا وقت آ گیا۔
آپ ﷺ منبر سے اترے اور صلوٰۃ دارالی الجمرہ پر چڑھ گئے اور ہم سے خطاب
فرمایا یہاں تک کہ ”مصر کا وقت آ گیا“ آپ ﷺ منبر سے اترے اور صلوٰۃ دارالی
الجمرہ پر چڑھ گئے اور ہم سے خطاب فرمایا یہاں تک کہ ”سورج غروب ہو گیا۔ پس
آپ ﷺ نے ہمیں نہ ہی ان باتوں کی نہ وہ سنیں اور نہ وہ دانی ہیں۔ ہم
میں سب سے زیادہ علم والا ہے جس نے سب سے زیادہ اذان با قول کو یاد رکھا۔“

یہ ہے وہ روایت جس سے بریلوی کتب فکر نے غلط استدلال کر کے یہ عقیدہ وضع
کیا کہ ”نبی ﷺ کو عا کان و ما یکون (یعنی جو کچھ ہو گا اور جو کچھ نہ ہو گا) ہے،
کا علم عطا کیا گیا۔“ اب اس تضاد کو کیا کہیں کہ ایک طرف تو یہ لوگ کہتے ہیں کہ
”احسن الطبیحہ“ اور دیگر احادیث کو کوہ تعالیٰ نے اپنے بعض محبوب کا علم دیا“

اور دوسری طرف اس روایت کو بیاہنا کر نبی ﷺ کے لیے ایک ایسے علم کو ثابت
کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ اگر وہ نے زمین کے تمام درخت قلم بن جائیں اور
سات سمندر ان کا پانی سیاہی میں تبدیل ہو جائے تو بھی اسے جملہ تحریر میں لانا
ممکن نہیں!

جہاں تک مسلم کی روایت میں بیان کردہ اس واقعہ کا تعلق ہے کہ نبی ﷺ
نے فجر سے مغرب تک مسلسل خطاب فرمایا اور سوائے صلوٰۃ المکتوبہ کے اس
دوران کوئی وقفہ نہیں کیا تو اس سلسلے میں عرض ہے کہ یہ نبی ﷺ کے عام
”عمول“ کے خلاف ہے۔ سارا سارا دن تقریر کرنا آپ کا عام دستور نہیں تھا بلکہ آپ
میں وقفہ و نصیحت میں اختصار سے کام لیتے تھے جیسا کہ مسلم کی ہی روایت میں مذکور

حدیث سے ثابت ہے۔

سے اللہ تعالیٰ کا اور شکر ہے۔

يَعْلَمُ مَا كَيْفَ يَنْزِلُ فِيهِمْ وَمَا خَلَقَهُمْ (البقرة: ۲۵۵) جمع ۱۔۱

"اللہ تعالیٰ اچانتا ہے وہ ان کے آگے ہے اور وہ ان کے پیچھے ہے۔"

اس آیت کے الفاظ مَکَیْنِ اَیْنِ فِیْہُمْ میں مستقبل کا اور وَمَا خَلَقَهُمْ میں ماضی کا مفہوم پایا جاتا ہے اور مَکَکَانٍ وَمَا یَکُونُ کے الفاظ کا مطلب بھی یہی ہے۔ چنانچہ جملہ مکمل کرنے کی فرض ہے اگر ان الفاظ کے آغاز میں فعل مضارع یَعْلَمُ داخل کر دیا جائے، یعنی یَعْلَمُ مَا کَانَ وَمَا یَکُونُ کہا جائے تو یہ جملہ قرآن کی آیت یَعْلَمُ مَا کَیْنِ اَیْنِ فِیْہُمْ وَمَا خَلَقَهُمْ کا ہم معنی ہو گا۔ تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ جس طرح خالق کوں وہ کائنات انسان کے ماضی، حال و مستقبل اور اس کے آگے پیچھے کے تمام حالات سے مکمل طور پر باخبر ہے، اللہ کے رسول ﷺ بھی اسی طرح باخبر ہیں اور چونکہ یہ غیر محمد و محمد ان لوگوں کے بقول ہے، اللہ تعالیٰ ہی نے اپنے رسول کو عطا فرمایا ہے، اس لیے یہ بات بھی تسلیم کرنی پڑے گی کہ جس رسول ﷺ کے توسط سے اللہ نے قرآن میں جاری اس قسم کے احکام صادر فرمائے ہیں کہ فَلَا تَجْعَلُوا لِنَفْسِكُمْ اَدَا (اللہ نے اپنے خود مقرر نہ کرنا)، وَلَا تَجْعَلُوا لِنَفْسِكُمْ اَدَا (اللہ اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بناؤ)، اسی رسول ﷺ کو اس نے اپنا شریک اور ہمسر بھی بنالیا اور اس طرح سے (مولا اللہ) خود ہی ان آیات کی تکذیب و تعطیل کر دہی اس عقیدے کا حاصل یہی ہے۔ فیصلہ کیجئے کہ یہ عقیدہ بہتر ہے یا وہ دوسری شہرت جس کی رو سے اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات اور اس کے حقوق و اختیارات میں کوئی بھی شریک نہیں ہے؟

تیسری حدیث

عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ قال کنا مع عمر رضی اللہ عنہ بین مکة والمدينة فقال ان رسول ﷺ کان یرونا مصراع اعلیٰ بئر بلاص یقول ہذا مصرع فلان غذا انشاء اللہ قال فقال عمر فواللہی بعہ بالحق ما اخطوا والحدود التي حد رسول ﷺ قال فجعلوا فی بئر بعضهم علی بعض

(مسلم: کتاب الحجۃ و حنفۃ عیسیٰ و اہلباء)

"انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم لوگ ایک سفر میں عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ مکہ اور مدینہ کے درمیان تھے، (عمر رضی اللہ عنہ نے یہ والوں کا قصد شروع کیا) کہتے تھے اللہ کے رسول ﷺ ہم کو مل کے ان قیل و قال کے کاروں کے نام بتائے گئے، آپ فرماتے تھے کہ اللہ نے چاہا تو کل غلاں کا فریاد کرے گا (اور غلاں یہاں اور پھر مدینہ نے بنایا کہ تم اس کی جس نے آپ ﷺ کو مل کے ساتھ بھیجا ہو جو یہی آپ کے بیان کی خبر دے ان کو توں نے اس میں کوئی غلطی نہیں کی (یعنی اور میں نے اس کا) نہ وہ ایک آدمی میں جھٹلا ہے کہنے۔"

مسلم کی روایت بالا حدیث میں صرف اتنا واقعہ مذکور ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ایک چیشیم کوئی فرمائی اور وہ اللہ کے حکم سے کچھ عبادت کوئی لیکن یہ بیانیوں کی جو شہادت مل چکے فرماتا ہے کہ اس واقعہ کو بھی انہوں نے نبی ﷺ کی "غیب الہی" کی

حدیث سے بیان کیا کہ عمار رضی اللہ عنہ نے (کوئی نبی محمد میں انہارے جتنے کر بہت سے شہر و مدینہ پر جا (یعنی تقریریں) وہ سب وہ خبر سے اس سے تو ہم نے کہا ہے، اور انہوں نے آپ کے خطبہ کو بہت ہی اور عمدہ و چارہ لکھیں آپ نے بہت سے خطبہ کے کام لیا: آپ اس خطبہ کو زرا لیا کرتے تو بہتر ہوتا۔ عمار رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے آپ فرماتے تھے کہ میں نے اللہ کے رسول ﷺ کی نبی کشافی ہے کہ مسلوہ کو لیا کرے اور خطبہ کے بعد انہوں نے تم مسلوہ کو لیا کرے اور خطبہ کو لیا کرے اور بعض بیان چاہو وہ وہ مسلوہ کتاب الحجۃ،

حدیث ۱۔۱۰۰۰ سے روایت ہے کہ میں نے اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ مسلوہ میں آپ کی مسلوہ بھی اوسط رہے گی ہوتی تھی اور آپ کا خطبہ بھی مسلوہ سے ہے۔ (ایضاً)

اس حدیث سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ گئی کہ وہ خطبہ خطاب میں اختصار اور جامعیت کا انشراح ملت مؤکدہ ہے۔ چنانچہ اس لحاظ سے یہ واقعہ کہ نبی ﷺ نے خطاب فرماتے رہے، آجھ سے بالا تر ہے۔ اگر اس کو ایک خاص اور یہ معنی واقعہ کا نام دے کر قبول کر بھی لیا جائے تب بھی یہ بات کسی ذی شعور انسان کے لیے بزرگ قابل قبول نہیں ہو سکتی کہ نبی ﷺ نے صرف ایک دن کے مسلوہ کے خطاب میں صحابہ کو ماضی اور مستقبل میں رہنا ہونے والی بات سے آگاہ فرمایا اور کوئی ایک چیز بھی ذکر کیے بغیر نہیں چھوڑی ایسے اس لیے بھی ناقابل قبول ہے کہ اس کا کائنات کی ابتدا سے اختتام ہزاروں صدیوں پر محیط ہے حسب زمانے کی تفکیکات ایک دن میں بیان کرنا ممکن نہ ہو سکتا ہے اور چونکہ فجر اور غروب آفتاب کے درمیان وقت ہی کتنا ہوتا ہے اور اس کے ختم میں ایام میں بھی زیادہ سے زیادہ سیمہ چودہ گھنٹے۔ اور اگر ان میں سے کائنات، انسان اور مسلوہ میں صرف ہونے والا وقت بھی نکال دیا جائے تو فیصلہ یہ نکلتا ہے کہ باقی بچتے ہیں۔ چنانچہ کون صاحب عقل اس بات کو تسلیم کر سکتا ہے کہ اللہ نے اسے قابل وقت میں کچھ کھائے پیئے بغیر ازل سے ابد تک رہنا اور اس کے تمام حالات و واقعات پوری تفصیل کے ساتھ بیان فرمائے ہوں۔ یہ بات بھی حسب عادت اس طرح ظہر ظہر کر فرمایا ہو گا کہ سننے والے آپ کی اس حدیث سے ادا ہونے والا ایک ایک لفظ انہی طرح سمجھتے چلے گئے ہوں گے۔ واقعے سے یہ ذی شعور انسان یہی نتیجہ نکالے گا کہ نبی ﷺ نے کچھ خاص ماضی سے متعلق بیان فرمائی ہوں گی اور کچھ مستقبل کے متعلق۔ زیر تبصرہ حدیث کے الفاظ حیرت انگیز ہیں: حیرت انگیز کائنات و صماھو کائنات (یعنی آپ ﷺ کے بیان میں کائنات کی تمام چیزیں اور ہونے والی ہیں) کا اس کے علاوہ کوئی اور مدعا نہیں ہو سکتا۔ ان تمام باتوں کے فہم و دانش کی راہ دیکھئے کہ انہوں نے حدیث کے الفاظ سے ایک مفہوم برآمد کیا اور پھر اس مفہوم کی بنیاد پر عقیدے کا ایک ایسا محل تعمیر کیا کہ اللہ کے کائنات کی صفات اور زمین کی بنیادی تعلیمات کے لیے کھلا خطبہ

24

مسا جاعاً و جاك " کیوں آئے ہو؟ " تو انہوں نے عرض کیا: مجھے اللہ کے رسول کے بارے میں کچھ رسامحسوس ہوا، لہذا میں آپ کی حفاظت کرنے آیا ہوں۔ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اس کے بعد اللہ کے رسول ﷺ سو گئے یہاں تک کہ میں نے آپ کے قرآن کی تلاوت کی۔

(مسلم: کتاب الفضائل، باب فی فضل سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ)
 کون ہے؟ کیوں آئے ہو؟ اس قسم کے سوالات سے کیا کہیں؟ بہت ہوتا ہے کہ نبی ﷺ پر ہر چیز روٹن تھی؟

(۷) عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ رفعِ حاجت کے لیے تشریف لے گئے تو میں نے آپ ﷺ کے لیے وضو کا پانی رکھ دیا۔ جب آپ ﷺ بیت اللہ سے نکلے تو پوچھا: منیٰ و منیع ہذا؟ یہ پانی کس نے رکھا ہے؟ لوگوں نے بتایا: خود میں نے ہی کیا۔ ابن عباس نے رکھا ہے، لہذا آپ ﷺ نے ان الفاظ میں دعا دی:

اللّٰهُمَّ فَيَقْبِهْهُ فَيُذَلِّلْنِ اِنَّ اللّٰهَ اَسْكَنَ كَوْنِ كِي كَبِهْهُ فَيَقْبِهْهُ

(مسلم: کتاب الفضائل، باب من فضائل عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما)
 پانی کا برتن تو نظر آگیا کیونکہ آنکھوں کے سامنے ہی پڑا تھا، لیکن کس نے رکھا، یہ معلوم نہ ہو۔ بلکہ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا دم لے کر بتایا گیا تب آپ ﷺ کو معلوم ہوا۔ نبی ﷺ کے لیے کاکات کی ہر شے عیاں سمجھنے کے وغیرہ درست پرست و راہ اس حدیث پر غور فرمائیں۔

(۸) سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ خیمہ کے لیے نکلے۔ اللہ نے خیمہ کو فتح کر دیا۔ ہمیں دن خیر فتح ہوا، اس کی شام کو لوگوں نے بہت آگ جلانی۔ اللہ کے رسول ﷺ پوچھنے لگے: ہا ہذا و التھیرانی غلشی ائی ششی یا ثوقلذون " یہ آگ کبھی ہے اور کیا چیز پکائی جا رہی ہے؟ " لوگوں نے عرض کیا: گوشت پکا رہا ہے۔ آپ ﷺ پھر سوال کیا: غلشی ائی لسخم " کس چیز کا گوشت پکا جا رہا ہے؟ " لوگوں نے عرض کیا: بستی (خیمہ) کے گدھوں کا (بکدھ)۔ مال قیمت کے طور پر ہاتھ آئے تھے۔ آپ ﷺ نے حکم دیا کہ گوشت بہاؤ اور ہاتھ پائی توڑ ڈالو (کیونکہ گدھے کا گوشت حرام ہے)۔ ایک شخص نے عرض کیا: (اگر) ہم گوشت بہاویں اور ہاتھ پائیں تو ہمیں (تو بہتر ہوگا)۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ایسا ہی کرو۔

(مسلم: کتاب الصیاد والنبائح، باب تحريم اكل لحم الحمار الا نسفا)
 بدعتیں لگی حدیثوں کی اکیت ہیں زمین و آسمان کی ہر چیز نبی ﷺ کے علم میں تھی۔ اللہ کے بندو از بین و آسمان تو بہت وسیع و عریض چیزیں ہیں، چھوٹی سی ایک ہاتھی کے اندر کیا ہے؟ اس کے متعلق بھی نبی ﷺ کو ہر بات کھاتے کر پڑا کیونکہ عالم الغیب صرف اللہ ہے۔ نبی ﷺ کی یہ صفت نہیں ہے۔

(۹) عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص اللہ کے رسول ﷺ کی خدمت میں شراب کی ایک مٹک تھیں میں لایا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا

تجھے معلوم نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے شراب کو حرام کر دیا ہے؟ وہ کہنے لگا: نہیں۔ اس نے ایک اور آدمی کے کان میں کوئی بات کی تو آپ ﷺ نے پوچھا: کیا ساؤ زنا " تو نے اس سے کیا سرگوشی کی؟ " دوسرا شخص بولا: میں نے اس کو یہ مشورہ دیا کہ شراب کو بیچ ڈال۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میں اللہ نے شراب کا پینا حرام کیا ہے، اس نے اس کی خرید و فروخت بھی حرام کر دی ہے۔ یہ سن کر پہلے شخص نے مٹک کا منہ کھول دیا۔ پس جو کچھ اس میں تھا سب بہہ گیا۔

(مسلم: کتاب المساقات، والبراء عند ما یبع الحمار)
 خود فرماتے کہ رسول اللہ ﷺ کے دور وہ اس موقع پر " اولین و آخرین " پر مشتمل اللہ تعالیٰ کی بے شمار مخلوق نہیں، بلکہ صرف وہ آدمی تھے۔ اور ان میں اور آپ ﷺ کے درمیان زمین و آسمان کا بعد بھی نہیں تھا بلکہ وہ نبی ﷺ کے قریب ہی بیٹھے تھے لیکن اسے قریب ہونے کے باوجود آپ ﷺ کو قطعاً معلوم نہیں ہو سکا کہ انہوں نے آپ ﷺ میں کیا سرگوشی کیا ہے۔ اسی لیے تو آپ ﷺ کو استفادہ کرنا پڑا۔ خیر اس واقعے کا تعلق تو نبی ﷺ کی زندگی سے ہے۔ لیکن آپ ﷺ کی وفات کے بعد عقیدے کا حال یہ ہو گیا ہے کہ ضعیف اور موضوع روایات کی بنیاد پر ان تمام مسالک نے امت کے اندر یہ بات مشہور کر دی کہ آپ ﷺ کی قبر کے پاس درود و سلام پڑھا جائے تو آپ ﷺ خود سنتے ہیں اور دور سے پڑھا جائے تو فرشتے پہنچاتے ہیں۔ سبحان اللہ! جب زندگی میں آپ ﷺ سامنے بیٹھے دو آدمیوں کی سرگوشی تک نہ سن سکتے تو وفات کے بعد انکھوں کو ڈول انسانوں کا پڑھا جائے، والا درود و سلام یک وقت کیونکر سنتے گئے اور آخالیہ آپ ﷺ کی روح مبارک بھی قبر میں نہیں ہے، بلکہ جنت کے سب سے اعلیٰ و ارفع مقام (العلیہ) میں ہے۔

(۱۰) یہ تو دو آدمیوں کی آپ ﷺ کی سرگوشی کا معاملہ تھا۔ حدیث میں تو آتا ہے کہ جب نبی ﷺ کے سامنے آواز بلند نہ کرنے سے متعلق سورۃ الحجرات کی ابتدائی آیات نازل ہوئیں تو عمر فاروق رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے جب کچھ عرض کرتے تو اسے آہستہ سے بات کرتے جیسے کوئی کان میں بات کرتا ہے، یہاں تک کہ نبی ﷺ کو ان کی بات سنائی نہ دیتی تو آپ ﷺ دوبارہ پوچھتے کہ کیا کہا؟

(بخاری: کتاب الاعتصام، باب ما یحکم من التبعی)
 نبی ﷺ کو ان کی قبر میں زندہ سمجھ کر وہاں سلام کرنے اور اس سلام کے سننے اور جواب دینے کے وغیرہ راہ اس حدیث پر غور فرمائیں۔

(۱۱) رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ مدینہ تشریف لائے تو یہاں کے لوگ کھجور کے درختوں میں کھجور لکاتے یعنی پیچہ کاری کرتے تھے۔ آپ ﷺ نے پوچھا: تم لوگ یہ کیا کرتے ہو؟ لوگوں نے عرض کیا: ہم بیوہ ایسا ہی کرتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اگر تم یہ کام نہ کرو تو شاید بہتر ہو۔ لوگوں نے پیچہ نہ کرنا چھوڑ دیا جس سے کھجور کی پیداوار گھٹ گئی۔ لوگوں نے آپ ﷺ سے اس نقصان کا تذکرہ کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

اَللّٰهُمَّ اِنَّا اَمَرْنَا نَكْنُم بِشَیْءٍ عَنْ دِیْنِكُمْ فَاَعْلَوْا بِہِ

وَإِذَا أَمَرْتُمْ فَاغْلُظْ بِقِسْفٍ مِنْ رَأْسِنَا فَاغْلُظْ بَشُورًا

"میں تو ایک بڑے بڑے سپاہیوں کی کوئی بات نہ کرنا اس پر عمل کرنا اور
جب اپنی رائے سے کوئی بات کہوں تو آخر میں ایک بڑے ہوں۔"

(ع۔ م۔ کتاب الفضائل، باب وجوب استقلال مبالغہ شرعاً)

(۱۲) انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کچھ لوگوں کے پاس
سے گزر رہے جو کھجور کے درختوں کو بیچ کر رہے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اگر یہ نہ
کرو تو شاید بہتر ہو۔ لوگوں نے چھوڑ دیا۔ کھجور خراب ہو گئی۔ (پھر کسی وقت) آپ
ﷺ کو خبر سے گذرے۔ پوچھا تمہارے درختوں کو کیا ہوا؟ انہوں نے عرض کیا:
آپ ﷺ ہی نے ایسا فرمایا تھا۔ آپ ﷺ نے جواب دیا:

أَنْتُمْ أَعْلَمُ بِأَمْرِ دُنْيَانَا

"تم اپنے دنیا کے کاموں کو بہتر جانتے ہو۔" (ایضاً)

(۱۳) بخاری و مسلم کی ایک طریف حدیث میں ایک نہایت ہی سبق آموز واقعہ
بیان ہوا ہے جو واقعہ اقلک کے نام سے مشہور ہے یعنی اس میں اس تہمت کا ذکر
ہے جو منافقین نے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر عائد کی تھی۔ دو لوگ ایک ماہ
تک اس کا چرچا کرتے رہے۔ بالآخر سورۃ النور کی دس آیات نازل ہوئیں جن
میں اللہ تعالیٰ نے عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی پاکدامنی ظاہر کر دی۔ خود عائشہ صدیقہ
رضی اللہ عنہا ہی سے یہ حدیث مروی ہے۔ وہ بیان کرتی ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ کا
قاعدہ یہ تھا کہ آپ ﷺ جب سفر میں جاتے تو اپنی ازادان پر قمرہ ڈالتے۔ قمرہ
میں جس بی بی کا نام رکھتا اس کو سفر میں اپنے ساتھ لے جاتے۔ ایک لڑائی (غزوہ بنی
مضحق) میں آپ ﷺ جا رہے تھے۔ آپ ﷺ نے قمرہ ڈالا تو میرا نام نکلا۔
میں آپ ﷺ کے ساتھ روانہ ہوئی۔ میں ہوسے میں سوار رہتی۔ جب اترتی تو
ہوسے صہبت اٹھری جاتی۔ پھر جب آپ ﷺ لڑائی سے فارغ ہوئے اور سفر
سے لوٹے تو ہم لوگ مدینہ کے قریب آ پہنچے۔ ایک رات ایسا اتفاق ہوا کہ لشکر کو
کوچ کا حکم دیا گیا۔ میں انھی اور لشکر سے باہر نکل گئی۔ جب رفع حاجت کے بعد
واپس آئی تو خیال آیا کہ میرے گلے کا باروٹ کو گر گیا تھا۔ میں اس کو ڈھونڈنے
لگی اور ڈھونڈنے میں دیر ہو گئی۔ اسے میں وہ لوگ آج پہنچے ہو میرا سودا اٹھایا
کرتے تھے۔ وہ سمجھے کہ میں ہوسے کے اندر بیٹھی ہوں (کیونکہ اس وقت آپ کا
ازن بہت کم تھا)۔ چنانچہ انہوں نے جو وہ اٹھایا اور میرے اوٹ پر لا دیا۔ اور
اوٹ لے کر بھاگ گئے۔ جب سارا لشکر چل دیا تو اس وقت میرا بار ملا۔ میں بولشکر
کے ٹھکانے پر آئی تو کیا دیکھتی ہوں کہ وہاں آدمی کا نام نہیں۔ میں نے سوچا جب
لشکر کے لوگ جھوک پائیں گے تو میری تلاش میں نہیں آئیں گے۔ چنانچہ میں
اسی جگہ بیٹھ کر اٹھنے لگی۔ میری آنکھ لگ گئی۔ لشکر کے پیچھے ایک شخص (مومن بن
مصلح علیہ السلام) مقرر تھا۔ وہ چھٹی رات کو چلا آ رہا تھا۔ صبح اس جگہ پہنچا جہاں میں
پڑی ہوئی تھی اس نے مجھ کو دیکھ کر اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ پڑھا تو میری
آنکھ کھل گئی۔ اس کے سوا اس نے مجھ سے کوئی بات نہیں کی۔ اس نے اپنی اونٹنی

بٹھائی اور میں اس پر سوار ہو گئی۔ وہ پیادہ پیادل چلا رہا۔ یہاں تک کہ ہم لشکر میں
اس وقت پہنچے جب میں دو پہر کی گرمی کی شدت میں لوگ ترسے ہوئے تھے۔ اب
لوگوں نے طوفان اٹھایا۔ اس طوفان کا بانی عبد اللہ بن ابی بن سلول تھا۔ ہم مدینہ
پہنچے۔ وہاں پہنچ کر میں بیمار ہو گئی اور ایک ماہ تک بیمار رہی۔ لوگ طوفان اٹھانے
والوں کی باتوں کا چرچا کرتے رہے۔ لیکن مجھے کچھ خبر نہ ہوئی۔ ایک دن راجا شک
ہوا کیونکہ نبی ﷺ کی پیٹھ پر مہربانی مجھ پر نہیں رہی تھی۔ میں بیماری سے صحت
یاب ہو گئی۔ لیکن ابھی نا تو اس ہی تھی کہ ایک رات میں سٹھ پیچھنے کی مال کے ساتھ
رفع حاجت کے لیے باہر گئی تو اس نے طوفان اٹھانے والوں کی باتیں مجھ سے
بیان کیں۔ میں پہلے ہی سے بیمار تھی، اس بہتان کی خبر پا کر اور زیادہ بیمار ہو گئی۔
اپنے حجرے میں اوت کر آئی اور نبی ﷺ سے اجازت لے کر اپنے ماں باپ کے
گھر چلی گئی۔ ماں سے اس کا تذکرہ کیا تو انہوں نے مجھے تسلی دینے کی کوشش کی
لیکن میں ساری رات روتی ہی رہی۔ میرے آنسو تھمتے تھے اور نہ ٹوٹتی تھی۔
اس طرح دو دن رہے۔ صبح ہوئی۔ صبح کو اللہ کے رسول ﷺ نے علی اور اسامہ بن
زید رضی اللہ عنہما کو بلا دیا۔ آپ ﷺ ان سے میرے چھوڑ دینے کا مشورہ لیتا چاہتے تھے
کیونکہ وہی نازل ہونے میں دیر ہو گئی تھی۔ اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نے تو یہی کہا کہ
میں ایسی ناپاک باتوں سے پاک ہوں۔ البتہ نبی ﷺ نے آپ کا رخ دیکھ کر آپ
کی تسلی کے لیے یہ کہا: اے اللہ کے رسول! کیا عورتوں کی کچھ کمی ہے؟ عائشہ کے سوا
بہت سی عورتیں موجود ہیں۔ ذرا آپ اونٹنی (ازادہ) سے پوچھیں۔ وہ سچ سچ
بتا دے گی۔ لوٹتی سے پوچھا گیا تو اس نے اللہ کی قسم کھا کر کہا کہ میں نے تو کوئی
بات عائشہ کی ایسی نہیں دیکھی جس پر میں عیب لگا سکوں۔ یہ سن کر اسی دن آپ
ﷺ خلیفہ کے لیے کھڑے ہوئے اور عبد اللہ بن ابی کے مقابلہ میں چاہی۔ فرمایا
مسلمانو! کون میری حمایت کرتا ہے اور کون میری مدد کرتا ہے؟ اس شخص کے مقابل
جس نے میرے گھر والوں پر قہمت لگائی ہے؟ اللہ کی قسم میں تو اپنے گھر والوں کو
نیک ہی گمان کرتا ہوں اور جس شخص سے قہمت لگائی گئی اس کو بھی اچھا ہی سمجھتا
ہوں۔ اس پر سعد بن ہما و رضی اللہ عنہ اور سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے درمیان اختلاف
ہو گیا۔ قریب تھا کہ اس اور خورج کے لوگ آپس میں لڑ پڑیں۔ آپ ﷺ نے ہر
ہی تھے اور ان کو سمجھاتے رہے اور باہم دست و گریبان ہونے سے روکتے رہے
یہاں تک کہ وہ لوگ خاموش ہو گئے اور نبی ﷺ بھی خاموش ہو گئے۔ اس دن سارا
دن میرا ایسی حال رہا کہ آنسو تھمتے تھے نہ ٹوٹتا تھا۔ میرے ماں باپ سمجھے تھے
کہ وہ رو کر میرا کچھ چھٹ جائے گا۔ اسی حالت میں اللہ نے رسول ﷺ کو بیمار
پاس آ کر لایا۔ اے اللہ ملام کر کے بیٹھ گئے۔ آپ ﷺ نے بیٹھ کر تشہید پڑھا پھر
فرمایا: اے ابوعبدا! عائشہ مجھ کو تیری نسبت ایسی خبر پہنچی ہے۔ اگر تو پاک ہے تو
میرے اللہ تعالیٰ میری پاکدامنی بیان کر دے گا اور اگر واقعی مجھ سے کوئی گناہ
سزا ہو گیا ہے تو اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہ کی بخشش مانگ کیونکہ جب کوئی بندہ اپنے
گناہ کا اقرار کرتا ہے پھر اللہ تعالیٰ کے حضور توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کا گناہ بخش

رہتا ہے۔ جب آپ ﷺ اپنی گفتگو ختم کر چکے تو ایک میرے آنسو ختم ہو گئے۔ میں نے اپنے والد (ابو تراب) سے کہا کہ آپ اللہ کے رسول کو جواب دیجیے۔ وہ بولے اللہ کی قسم میں نہیں چاہتا کہ کیا جواب دوں۔ پھر میں نے اپنی ماں سے کہا: آپ اللہ کے رسول کو جواب دو۔ انہوں نے کہا: میں نہیں جانتی کہ کیا جواب دوں۔ آخر میں خود ہی جواب کے لیے مستعد ہوئی۔ میں ایک کسین لڑکی تھی، قرآن بھی کچھ یاد دیا نہ تھا، (اس کے باوجود) میں نے کہا: اللہ کی قسم! میں جانتی ہوں کہ یہ بات آپ لوگوں نے سنی ہے اور آپ کے دل میں جم گئی ہے اور آپ اسے کچھ سمجھتے تھے ہیں۔ اگر میں کہوں کہ میں بے گناہ ہوں، اور اللہ خوب جانتا ہے کہ میں بے گناہ ہوں، جب بھی آپ مجھے چاہیں جائیں گے۔ اور میں ایک گناہ کا اقرار کر لوں، جو میں نے نہیں کیا ہے، آپ مجھے چاہیں گے۔ اللہ کی قسم! میں اس وقت اپنی تہاڑی مثال ایسی ہی سمجھتی ہوں جو یوسف علیہ السلام کے والد کی تھی۔ انہوں نے یہی کیا تھا: **فَصَبَّحُوا بِحِجَابٍ مِّنْ دُخَانٍ لِّقَوْلِهِمْ هَٰذَا فَطَمَنُوا** یعنی میری بہتر ہے اور تمہاری باتوں پر اللہ میری مدد کرنے والا ہے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا بتاتی ہیں کہ یہ کہہ کر میں نے اپنے بچھوئے پر کروٹ پال لی۔ بچھو کو یہ یقین تھا پید نکالنے میں بے تصور ہوں اللہ تعالیٰ ضرور میری پاکی ظاہر کرے گا۔ اللہ کی قسم! پھر ایسا ہو کہ اللہ کے رسول ﷺ جس جگہ بیٹھے تھے وہاں سے سر کے اوڑھ گھریں وہ لوگ اٹھ اٹھ جاتے تھے کوئی باہر گیا اور آپ ﷺ پر دینی آنا شروع ہوتی۔ رسول کے مطابق آپ ﷺ پر نشی ہوئے تھے اور پسینہ موتیوں کی طرح آپ ﷺ کے بدن سے نچنے لگا حالانکہ وہ سردی کا دن تھا۔ جب دینی کی حالت موقوف ہو گئی، دیکھا تو آپ ﷺ مسکراتے تھے۔ پھر پہلی بات آپ ﷺ نے یہی فرمائی: عائشہ! اللہ تعالیٰ نے تجھے پاک کر دیا۔ میری والدہ نے یہ سن کر بھٹک کر کہا: اے آپ ﷺ! ہاں کر۔ میں نے کہا: اللہ کی قسم! میں تو کبھی نہ انھوں کی، میں تو اپنے رب کا شکر یہ ادا کروں گی جس نے میری پاکدامنی ظاہر کی تم لوگوں نے تو یہ بات سن لی، نہ اس کو غلط کیا نہ رد کیا۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ اس آیت نازل فرمائی:

لَیْسَ لَکُمْ جُنَاحٌ عَلَیْکُمْ اَنْ تَخْلَعُوْا عَلَیْہِمْ اِنْ کُنْتُمْ اِنْسَٰنًا مُّحْسِنًا ۝۱۰

(بخاری: کتاب التفسیر ص ۱۰۰، باب فی الذکر من قولہ ﷺ: **وَکَانَ اللّٰہُ رَءُوْفًا رَّحِیْمًا** / مسلم: کتاب النبی)

یہ مسلک پرست دھوکا کرتے ہیں کہ آسمان و زمین کی ہر چیز نبی ﷺ کے علم میں تھی۔ غور کرنے کا مقام ہے کہ اس حوالے علم غیب میں اگر رتی بڑی بھی صداقت ہوتی تو انکے کا واقعہ کبھی رونما نہ ہوتا نہ ہی نبی ﷺ اس دوران مقام پر ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کو تنہا چھوڑ کر رات کے اندھیرے میں کوچ کرتے اور نہ منافقین کو جوت لگانے کا موقع ملتا۔ واقعہ انکے رونما ہونا ہی اس بے بنیاد دعوے کی تردید کے لیے کافی دلیل ہے۔

ادھر ان لوگوں کا اتنا بڑا دھوکا کہ آسمان و زمین کی حدود کے اندر سنا نہیں سکتا اور ادھر اللہ کے رسول ﷺ کا یہ حال کہ اس غیر متوقع صورت حال سے انتہائی مضطرب اور پریشان ہیں۔ آپ ﷺ کا اضطراب اس حد تک پہنچ جاتا ہے کہ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کو طلاق دینے کا ارادہ کر لیتے ہیں اور اس سلسلے میں اسامہ بن زید اور علی رضی اللہ عنہما سے صلوات مشورہ کر رہے ہیں۔ وہ پاکدامن عورت جس کے کردار کے حوالے سے آپ ﷺ کے دل میں کبھی شک کا گندہ نہیں ہوا، اب اس کے متعلق لوطی (بربرہ رضی اللہ عنہا) سے پوچھ چوچھ کر رہے ہیں۔ چنانچہ نبی ﷺ کے شب و روز اسی پریشانی اور اضطراب میں گزر رہے ہیں کہ ایک دن آپ ﷺ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آتے ہیں اور ان سے یوں مخاطب ہوتے ہیں:

"اے عائشہ! اگر واقعی تجھ سے کوئی گناہ نہ ہو تو اپنے رب سے دعا کیے کہ وہ تم کو یہ کہہ دے کہ میں نے اپنے گناہ کا اقرار کر لیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اسے تم پر نہ لکھا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کا گناہ بخش دیتا ہے۔"

کیا یہ الفاظ اس بات کی کوئی بھی گنجائش چھوڑتے ہیں کہ نبی ﷺ کو آسمان و زمین کی ہر بات کا علم تھا؟ پھر یہ بھی اکیسے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا امت کے سب سے بڑے ولی (ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ) کی بیٹی ہیں اور یہ ساری گفتگو ان کے رو برو ہو رہی ہے۔ لیکن ان کو کبھی اس سلسلے میں کوئی الہام نہ ہوا کہ اس کی روشنی میں وہ نبی ﷺ کے رو برو اپنی بیٹی کی تائید و حمایت کرتے۔ منافقین کے انھائے ہوئے طوفان کے سبب اللہ کے رسول ﷺ ہی آزرہ نہیں بلکہ سبھی اہل ایمان افسردہ ہیں اور صرف ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا ہی کا بخیرہ وبران نہیں ہوا بلکہ مدینہ کی ساری فضا سوگوار ہے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا کسی جیتی جی ہوئی اپنے بہت ہی مہربان شوہر کی محبت سے

تے شک میں لوگوں نے یہ طوفان باندھا ہے، تم ہی میں سے ایک جماعت ہے۔ اس کو تم اپنے حق میں برا نہ سمجھو بلکہ وہ تمہارے لیے بہت اچھا (غایت دعا) ہے۔ اور میں نے ان میں سے اس بہتان کا بڑا بڑا ہوا اٹھایا ہے، اس کو برا اعداب ہوگا۔ جب تم نے وہ بات سنی تھی تو ایمان والے مردوں اور عورتوں نے اپنے نبی میں ایسا کمان کیوں نہ کیا اور (کیوں نہ) کہا کہ یہ سب علقان (افغانیا کیا) ہے۔ یہ (افغانیا واز) اپنی بات (کی تصدیق) کے لیے چار گواہ نہیں لائے۔ تو اب یہ گواہ نہ لائے تو اللہ کے نزدیک یہی جھوٹے شہرے اور گمراہ دنیا و آخرت میں تم پر اللہ کا لعنہ اور اس کی رستہ دہوئی تو اس (افغانیا واز) کا نام میں تم تک گئے تھے۔ تھوڑے ہی عرصے میں تم پر یہ سخت طراب نازل ہوتا۔ جب تم اپنی زبانوں سے اس کا ایک دوسرے سے ذکر کرتے تھے اور اپنے حو سے ایسی باتیں نکالتے تھے جن کا تم کو کچھ بھی علم نہ تھا اور تم اس کو دیکھتے تھے اور اللہ کے نزدیک وہ بڑی بھاری بات تھی۔ اور جب تم نے اسے سنا تو کہیں نہ کہہ یا کہ تمہیں شایاں نہیں کہ ایسی بات زبان پر لاؤ گے۔ (اے اللہ!) تو پاک ہے اور یہ تو بہت بڑا بہتان ہے۔ اللہ تمہیں نصیحت کرتا ہے کہ کچھ بھی ایسا نہ کرنا اگر واقعی ایمان والے ہو۔ اور اللہ تمہارے (سمجھانے کے) لیے اپنی آیتیں کھول کھول کر مدینہ کرتا ہے اور اللہ چاہنے والا اور نیک والا ہے۔ جو لوگ اس بات کو یاد کرتے ہیں کہ سبھی انسانی (یعنی اس بہتان کی خبر) پہلے، آل کو دینا اور آخرت میں درود لگا کر اللہ کا شکر ادا کرتا ہے اور تم نہیں جانتے۔ اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی (تو کیا کچھ ہوتا مگر وہ درمیں ہے) اور یہ کہ اللہ بہت مہربان اور رحیم ہے۔ (تلا: سورۃ النور: ۱۱-۱۲)

محرم ہو کر اپنے والدین کے گھر آ گئی۔ وہاں کبار عورتوں کو اپنی شیریں کافی کی بہت سے انتہائی خوش کر دیتی تھی، آج خود اس کا ردہ رو کر برا حال ہے۔ آنسوؤں کی برسات تھمتی ہی نہیں۔ شدتِ قہر سے کھجے پھینا جا رہا ہے۔ لیکن اس کا کھکا دوا کسی کے پاس نہیں۔ اللہ کی قدرت پر کے گئے بھی بے بس اور عاجز نظر آتے ہیں اور ایسی ہی ایک اور بہت سی جتنی کے عالم میں ایک مہینے سے زیادہ وقت گزر جاتا ہے۔ بالآخر اللہ کی رحمت ہوش میں آتی ہے۔ جبریل امین اس کے کمر باندھ دیتے ہیں اور سورۃ النور کے روئے کافی کی وہی آیت ملتا ہے۔ اس وقت اللہ کے رسول ﷺ کو یقین آتا ہے کہ حاکم اللہ کے قصور ہیں۔ انکے کے اس اذیت ناک واقعے سے نبی ﷺ کے گھر کے پر غم و اندوہ کا جو پہاڑ ٹوٹا اور جس کرب و سبقتی کے عالم میں آپ ﷺ اور آپ کے اہل بیت نے پورا ایک مہینہ بسر کیا، اس کا تصور ہی بہ صاحب ایمان کے لیے حد و حدیث فرما ہے۔ لیکن اس واقعہ میں اسلام کے نام لیاؤں کے لیے جو سامانِ ہجرت تضرع ہے وہاں کی اہمیت سے بھی انکار ممکن نہیں ہے۔ دیکھیں کس طرح اللہ تعالیٰ نے پیارے رسول ﷺ کو غیر معمولی حالات سے دوچار کر کے دنیا والوں پر ثابت کر دیا کہ رسول ﷺ نہ تو عتراض ہوتا ہے اور نہ ہی عالم الغیب، بلکہ ان صفات و اقدار کا مالک اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ یہ اور اس فوج کے بے شمار واقعات جو روزِ سرہ کی زندگی میں ہی ﷺ کو پیش آئے تو ان کے پیچھے اسی خالقِ کونِ قلم کی شیت کا رفرما تھی جس نے آپ ﷺ کو منصب رسالت پر فائز فرما کر تمام انسانوں کی طرف مبعوث فرمایا۔ تو جن لوگوں کی جانب آپ ﷺ کو باقی رسول بنا کر بھیجا گیا، انہی لوگوں کے سامنے اللہ تعالیٰ کو آپ ﷺ کی اور آپ کے گھر کی بدنامی اور بک بڑائی پر ہرگز مطلوب نہیں تھی بلکہ مقصد یہ تھا کہ ان واقعات کی روشنی میں دنیا والوں کو خالق و مخلوق اور مبدی و مبدوع کے درمیان و فرق صاف صاف نظر آجائے جس سے صرف نظر کر کے یہودی نصاریٰ منالیت و گمراہی کی اتھاہ گہرائیوں میں جا کر سے۔ دوسری طرف ان منافقوں کے چہرے بھی صاف نظر آجائیں جن کے دھوکے اور فریب کا کار کچھ مخلص مومن بھی ہو گئے۔ نیز اللہ نے آخری رسول ﷺ کی پاک زندگی کے یہ بگڑاؤں و اذیتوں سے بھر کر اس ﷺ کی رسالت سے ہی ہم تک پہنچے ہیں اور صحابہ کرام کے دلوں میں اللہ کے رسول ﷺ کی جو محبت اور جو عزت و وقار تھا، وہ بھی اپنی جگہ مسلم ہے، لیکن اس کے باوجود اللہ کے ان مخلص بندوں نے ہجرتِ پاک کے یہ گوشے اجاگر کیے ہیں تو اس سے بھی ان کا دانا بکلی تھا کہ بعد میں آئے والے کہیں خُپ رسول میں نہ کر کے رسول ﷺ کو رب کا درجہ نہ دے دیں۔ **صلی اللہ علیہ وسلم**

(۱۳) ایک غزوہ سے واپسی کے موقع پر بھی عائشہ رضی اللہ عنہا کا پار گریا جس کو دھوئے دینے کے لیے نبی ﷺ غم گئے اور اس کی حواش میں آمی روانہ کیے۔ پھر اہل ایسی جگہ لایا جہاں پانی نہیں تھا اور غزوہ بدر میں بھی پانی موجود نہیں تھا۔ پار کے ساتھ ساتھ پانی کی بھی تلاش ہو رہی تھی۔ لوگ ابھر چکے تھے پاس آ کر طعنے

دیتے ہیں کہ تمہاری بیٹی کی وجہ سے اللہ کے رسول ﷺ یہاں جنگل میں بغیر پانی کے پڑے ہوئے ہیں۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ بھی آ کر عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ سخت کامی کرتے ہیں جبکہ نبی ﷺ کو استراحت تھی۔ صبح جب بیدار ہوئے تو پانی نہ ملا۔ صلوٰۃ کے لیے وقت نکل ہوئے لاکھ تو تھم کے اذیت نازل ہو گئے۔ جب کوئی کیا جاتا ہے تو بارگاہِ نبوی ﷺ کے احکام کے پیچھے ہی جاتا ہے۔

(حدیثی کتاب التسمیہ ص ۱۰۰)

غور فرمائیے اگر ان مسلک پرستوں کے دعوے کے مطابق نبی ﷺ پر کائنات کی ہر چیز روشن ہوتی تو یہ واقعہ وقوع پذیر نہ ہوتا؟ اللہ کے رسول ﷺ اس طرح جنگل بیابان میں اپنے ساتھیوں کو مشقت میں مبتلا کر دینا؟ پانچ گھنٹے تک پانی اور بارش کی تلاش میں بلا وقفہ دوڑنا؟ جب کہ اللہ کی قدرت یہاں تک ہے کہ اللہ کے پیچھے باوجود اسے پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔

پچھلے اور افریقی میں ہجرتِ پاک کے حوالے سے چھ واقعات نقل کیے گئے ہیں وہ اسی زمین پر پیش آئے جو بنی آدم کا مسکن ہے۔ چونکہ ترمذی کی زیر تہہ و روایت کے حوالے سے بریلوی مکتب فکر کا دعویٰ ہے کہ صرف زمین ہی کی نہیں بلکہ آسمان کی ہر چیز بھی نبی ﷺ کے علم میں تھی۔ اس لیے اس واقعے کی تردید میں ایک ایسا مستند آموز واقعہ ملاحظہ فرمائیں جو نبی ﷺ کے ساتھ آسمان پر پیش آیا۔ حقت واقعہ "مغرب کے نام سے جانا جاتا ہے۔"

(۱۵) حدیث میں یہ واقعہ تصدیق و تصدیق ہے۔ زیر بحث موضوع کی مناسبت سے یہاں صرف اس گفتگو کا ذکر کیا جاتا ہے جو نبی ﷺ اور جبریل امین رضی اللہ عنہ کے درمیان آسمانوں پر ہوئی جبکہ نبی ﷺ کی ملاقات مختلف انبیاء و کرام سے ہوتی ہے اور آپ ﷺ پر تو یہ بھی پوچھتے ہیں کہ "ہذا منہ" "یہ کون ہے" اور جبریل رضی اللہ عنہ جواب دیتے ہیں کہ "ہذا آدم" "یہ آدم ہیں" "ہذا ادریس" "یہ ادریس ہیں" "ہذا موسیٰ" "یہ موسیٰ ہیں" "ہذا عیسیٰ" "یہ عیسیٰ ہیں" "ہذا ابراہیم" "یہ ابراہیم ہیں"۔ (امامان کتاب الصلوٰۃ مسلم: کتاب الایمان) ممتاز نے اس کے طور پر ترمذی کی زیر تہہ و روایت کے الفاظ ایک عربیہ بھر نقل کیے جاتے ہیں۔ اقول ردای نبی ﷺ نے فرمایا

فعلیٰ ما لھی العسوف و صافی الارضی

یعنی اللہ تعالیٰ نے جب اپنا ہاتھ میرے شانوں کے درمیان رکھا تو میں نے جان لیا جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے۔ لیکن مزاج کے موقع پر نبی ﷺ اور جبریل رضی اللہ عنہ کے درمیان جو گفتگو ہوئی اس سے تو یہ ثابت ہو رہا ہے کہ آپ ﷺ اس موقع پر کسی ایک نبی کو بھی نہیں پہچان سکتے۔ وہی لیے بار بار جبریل رضی اللہ عنہ سے پوچھتے رہے کہ یہ کون ہے؟ یہ کون ہے؟ چنانچہ ترمذی کی جس فکر روایت کی بنیاد پر یہ عقیدہ وضع کیا گیا کہ نبی ﷺ پر آسمانوں اور زمین کی ہر چیز روشن تھی، بخاری و مسلم کی قول بالآخر حدیث نے اس روایت کی کافی کھول کر رکھ دی ہے۔ ابھی بھی اگر کسی کے دل میں شک ہو تو یہ بیٹھ معراؤں کے یہ الفاظ بھی

ایک جاہلانہ بحث

اٹل۔ مسلک کا یہ بھی دعویٰ ہے کہ نبی ﷺ کا علم ساری خلقت سے زیادہ ہے جن میں آدم علیہ السلام اور انجیل الہیہ، ملک الموت اور شیطان بھی شامل ہیں۔ جیسا کہ ایک مولوی صاحب کے حوالے سے آغاز تحریر میں نقل کیا جا چکا ہے۔ اور اسی عقیدے کی جھلک تھوڑے سے اقلیتی قلعے کے ساتھ مسلک: یوحنا کی ترجمانی کتاب "المہند علی السیفہ" (یعنی مظاہرہ و باری) مؤلف مولوی عظیم احمد سہارنپوری، ضیاء اسلامیات ۱۹۵۰ء ناشر لکھنؤ اور کے صفحات ۵۵ تا ۵۷ میں بھی دیکھی جاسکتی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اور بہت سے مہمل و غموں کی طرح یہ دعویٰ بھی ان دونوں جہزوں سے نکلتا ہے۔ ساتھ ساتھ ائمہ اربعہ کی خاطر کیا ہے ورنہ اس کی اصل کوئی نہیں ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ ہر صاحب شعور اس وقت کہ تسلیم بھی کرے گا کہ اللہ تعالیٰ نے عالم اسباب کی ہر چیز ایک خاص مقصد کے تحت تخلیق فرمائی ہے۔ لہذا اس حکیم و داناب نے جو چیز جس مقصد کی خاطر پیدا کی ہے اسے اس مقصد کی تکمیل کے لیے ضروری علم، شعور اور صلاحیت بھی عطا کی ہے۔ اللہ کے بندوں کو صراطِ مستقیم سے بہکانا اور انہیں جہنم کا ذریعہ بنانا شیطان کا مشن ہے۔ اللہ تعالیٰ نے شیطان کو اس مقصد کی تکمیل کے لیے روزِ جزا تک مہلت بھی دی ہے اور کچھ علم بھی۔ اس کائنات میں بسنے والی بے شمار مخلوقات میں سے کون کس جگہ ہے اور کس طرف اس کی جان قبض کرنی ہے، اللہ تعالیٰ نے ملک الموت کو اس مقصد کی تکمیل کے لیے ضروری علم بھی دے دیا ہے اور اس کام کی طاقت بھی۔ اسی بنا پر اسلام کو اللہ تعالیٰ نے جن انسان کا بادی اور رب بن کر بھیجا تو جبرنی کو نبوت کی ذمہ داریوں سے مبرا ہونے کے لیے اپنے اپنے ماحول اور ضروری تقاضوں کے مطابق مناسب علوم عطا فرمائے۔ واقعہ حضرت اور موسیٰ علیہ السلام اس کا بہترین ثبوت ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو قیامت تک آنے والے تمام انسانوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا تو اس حکیم و مقصد کی تکمیل کے لیے اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو ضروری تقاضوں کے مطابق مناسب علم و تہذیب سے بہرہ ور کیا۔ گویا کہ ہر ذی حیات کو اس کے مقصد تخلیق کی مناسبت سے سوز و دل علم عطا کیا گیا، نہ کم نہ زیادہ۔ لہذا یہ دعویٰ کہ نبی ﷺ کو ساری خلقت سے زیادہ علم عطا کیا گیا، ایک غیر ضروری بحث ہے، اور نبی ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے:

لَا تَفْضُلُوا بَيْنَ الْبَنَاءِ وَاللَّهِ

"اللہ کے بنوں میں ایک کو دوسرے پر فضیلت نہ دے۔"

(بخاری، کتاب الانصاف، باب قول اللہ تعالیٰ لَا تَفْضُلُوا بَيْنَ الْبَنَاءِ)

عطائی اور ذاتی علم کی بحث

بریلوی مکتب فکر نے نبی ﷺ کے لیے "اولین و آخرین" کے علم کا جواز پیدا کرنے کے لیے ایک عرصے سے عطائی اور ذاتی علم کی بحث چھیڑ رکھی ہے۔ یعنی ان کا موقف یہ ہے کہ اس بات میں تو کوئی شک نہیں کہ نبی ﷺ پر زمین اور آسمان

ثُمَّ انْطَلَقَ بِنِي حَتَّى اتَهَى بِنِي اَلْجَبَلِ
اَلْجَبَلِ وَغَشِيَهَا السَّوَانُ لَا اَفْرَئِي مِا هَاسِي
"پھر جبریل علیہ السلام کو لے کر چلے یہاں تک کہ مجھ سے دور آگئے۔
پہنچا، اور اس (مرد) کو کبھی طرح کے رنگوں نے ڈھانپ رکھا تھا۔ میں نہیں جانتا، دیکھا ہے۔"

لا افری مہاسی (میں نہیں جانتا، دیکھا ہے) کے الفاظ سے نبی ﷺ نے خود ہی اس جملے کا فیصلہ کر دیا۔ مزید تفسیر کی گنجائش ہی نہیں۔ البتہ نبی ﷺ کے اس فیصلے پر ہر عقیدے کے طور پر قرآن پاک کی یہ آیات ملاحظہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

قُلْ لَا اَقُولُ لَكُمْ عِنْدِي حَزَآءٌ مِّنْ اَللّٰهِ لَا اَعْلَمُ الْغَيْبُ وَلَا اَقُولُ لَكُمْ اِنِّي مَلَكٌ اَنْزِلُ اِلَيْكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ قُلْ هُنَّ يَسْتَوِيْنَ اَلْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ اَلْاَعْمٰى يَنْظُرُ كَمَا يَنْظُرُ الْبَصِيْرُ (الانعام: ۵۰)

"(اے نبی ﷺ) آپ کہہ دیجئے کہ میں تم سے نہیں لپکا کہ میرے پاس غیب کے خزانے ہیں اور میں غیب کا جاننے والا ہوں اور نہ ہی میں تم سے یہ لپکا ہوں کہ میں کوئی فرشتہ (کوئی مَلٰئِکَہ) ہوں (بلکہ میں تم اس (علم) کی اجازت کرنے والا ہوں جو نبی کی طرف سے آگے دینے کا ہوتا ہے)۔ آپ کہہ دیجئے کہ کیا اللہ اور آنکھوں والا برابر دیکھتے ہیں؟ تم لوگ کون فرشتے کہہ رہے ہو؟"

قُلْ لَا اَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبُ اِلَّا لِلّٰهِ وَمَا يَشْعُرُوْنَ اَنْ يَّكُنْ يَّحْكُمُوْنَ سُبْحَانَ الَّذِيْ اَعْلَمُكُمْ فِي الْاٰخِرَةِ بِكُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ قَدِيْرٌ اَبْكُكُمْ هُمْ فَوْقَ اَعْيُنٍ (النمل: ۶۵، ۶۶)

(اے نبی ﷺ) آپ کہہ دیجئے کہ میں اور آسمانوں میں جو لوگ ہیں، وہ اللہ کے سوا غیب کے جاننے والے نہیں اور نہ ہی یہ تک جانتے ہیں کہ انہیں کب (زندہ کر کے) اٹھایا جائے گا۔ بلکہ آخرت (کے بارے) میں ان کا علم تم سے بڑا، بلکہ وہ ان سے قہر میں ہیں، جس سے اللہ سے مراد ہے۔"

اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَكَانَ بِصُورَتِہِمْ لَّخَبِيْرٌ (الحجرات: ۱۸)

"جنگ اللہ ہی آسمانوں اور زمین کی پوشیدہ باتوں کو جانتا ہے اور جو کام تم کرتے ہو اللہ ہی جانتا ہے۔"

ترجمہ کی ایک متروکہ ویرت کے جواب میں قرآن کی بے شمار تمام آیات میں سے صرف یہ تین آیات نقل کی ہیں اور بخاری و مسلم کی چند دیگر روایات پیش کی ہیں اور ساتھ ہی ان آیات و احادیث پر آسان و عام فہم تبصرہ بھی کر دیا گیا جن سے غلط استدلال کر کے بے سرو پا تاویلات کے ذریعے یہ مسلک درست نبی ﷺ کو عالم الغیب ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہ بات یاد رہے کہ یہاں نبی ﷺ کی زندگی کے کچھ واقعات ہی پیش کیے گئے ہیں ورنہ آپ ﷺ کی حیات طیبہ ایسے واقعات سے بھری ہوئی ہے۔ اب آخر میں دو اہم باتوں کی وضاحت کرنی ہے۔

کر کے ان کے پیچھے دوڑے۔ چلے جا رہے ہیں، حتیٰ کہ ان کی معاشرتی و اخلاقی غریبوں کو اختیار کرنے میں یہ ایک طرح کا فخر سمجھوس کرتے ہیں۔ بقدر سنت کو اختیار کرنے میں اہانت محسوس کرتے ہیں۔۔۔ ان کے اس بنیادی عقائد سے ان کی بے رحمتی اور بے اعتنائی کی یہ حد ہے کہ اپنی زندگیوں سے اس کے نشان کھینچ کر ہٹ کر مٹا دیتے ہیں۔ اگر کوئی مہم سائنس دان باقی رہ جائے تو انہیں شرمندگی اور ندامت کی فکر کھائے جاتی ہے اور یہ ان کی بارگاہوں میں صفائیاں پیش کرتے رہتے ہیں۔ ان کا دینی کہن، تمدن و معاشرت، معاش و معیشت، ان کا لباس، اوڑھنا پھونکا، چہرہ و مہرہ، ان کے رواج و رسم، مادہ، شادی، بیاہ و نفی و نفی کی تقریبات، ہر چیز پر اللہ کے دشمنوں کا رنگ بڑی طرح سے چھایا گیا ہے۔ جبکہ ایوان والوں کو تو اللہ کے رنگ میں رنگنا تھا کہ اس سے بہتر کوئی رنگ نہیں (ابن ابی اسحاق: ۱۰۷۸) اللہ کے رسول ﷺ کے طریقے کو ہر معاملے میں اپناتا تھا کہ اس سے بہتر کوئی طریقہ نہیں جیسا کہ فرمایا۔

و خیر الہدیٰ ہدیٰ محمد ﷺ
اور بہترین طریقہ ہدیہ محمد ﷺ کا طریقہ ہے۔

انہیں آخرت کی فکر کرنی تھی کہ وہی اصل نکلنا ہے۔ مگر اس سے تو حکم نکلتا اختیار کر لی گئی اور دنیا کی رنجشوں، بے لکھوں میں ایسے فرق بننے کا اب انھوں کے علاوہ کسی کے سرے بول، زبان کے آگے۔ بعد کے نشان، کام و ہمیں کی لذت، بہت سے فیشن، طرے طرح کے لباس، انفس پرستی و تن آسانی، تعلیمات کے پیچھے بھاگنا، جو کہ انہی یہاں، انصاری کا طریقہ تھا نہیں قرآن میں منع ہے۔ مضامین بتایا گیا اور جن کے راستے سے بچنے کی ایک سو من دن میں تیس تیس مرتبہ دعا کرتا ہے، آج گویا اللہ کا مقصد بن گیا ہے! بس طرے آبار و زبان، دلوں اور جیروں کے چنگل میں پھنس کر، ان کی مبادت گاہوں سے کی جانے والی تبلیغ سے اس نکلے گونے نو حید و شرک، سنت و بدعت کی تین کھوبی اور مستحق ایمانی کے ساتھ اپنا دل اور عزت بھی بربادی، انی طرے سے ان سیاسی و معاشرتی رجحانوں کے امفریب میں آکر اور ذرا لگ اٹھنے لگے۔ ایسے کی چابی والی زہر لکھی شہر جس کو اہل اقتدار کی پوری پوری سرپرستی بھی حاصل ہے، حرام و حلال، جائز و ناجائز کی شناخت ان سے جاتی رہی اور انہیں دینا کا حریص اور انفس کا بندہ بنا دیا۔ ہر دو صورت میں تباہی تھی ہے، بعد یاد میں یہ قوم اپنے انجام کو پہنچ کر رہے گی (احیاء بائد) اس بے انتہائی سے بچنے کا ایک ہی راستہ ہے کہ اس راستے کی طرف مراجعت اختیار کی جائے جس کی شکل مذکورہ آیت و حدیث میں کی گئی ہے، یعنی اپنی زندگیوں اللہ کے رنگ میں رنگ لیں، اپنے ایمان کا تذکرہ کریں، عقائد کو یہ آلائش سے پاک کر لیں، سنت کے راستے کو اپنائیں، اپنی زندگی کا کام اس طریقے پر کرنے کی کوشش کریں جس طرح سے اللہ کے آخری رسول محمد ﷺ نے کیا، اپنی سیرت و سیرت اور کی دوسرے حد کے مظلوم پر تعمیر کریں کہ یہی کامیابی کا راستہ ہے۔ یہی فلاح کا راستہ ہے۔ مسیح بہت سے ملاتے ہیں سنت کے راستے

کی ہر چیز روشن تھی اور ماضی، حال اور مستقبل کی ہر بات آپ ﷺ کے علم میں تھی لیکن یہ لامحدود علم آپ ﷺ کا ذاتی نہیں بلکہ عطا کی تحفہ تھی اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو عطا کیا تھا۔ جبکہ قرآن مجید میں اللہ کا واضح ارشاد ہے:

قُلْ لَا أَقُولُ لَكُمْ عِلْمٌ مِّثْلُ عِلْمِ اللَّهِ وَلَا أَتْلُوهُ الْعَلَمِ وَلَا أَتْلُوهُ لَكُمْ
اِنِّیْ فَلَکُمْ اَنْ اَنْکِبُوا اِلَیَّ یَا مَعْشَرَ النَّبِیِّیْنَ (الاحقاف: ۵۰)

”اے نبی! آپ فرما دیجئے کہ میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرا علم پانچویں کے برابر ہے اور میں اللہ میں قیاس کا جائزہ لے دوں اور نہ ہی میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ میں کوئی فرشتہ (نورانی مخلوق) ہوں! (بلکہ میں تو میں) ہم (کی اجتماع کرنے والے) ہوں۔ میری طرف ہی کے رہنے سے بچنا چاہتا ہے۔“

اس آیت سے تو یہ ثابت ہو رہا ہے کہ آپ ﷺ کی تمام معلومات وہی کے سر ہوں مصلحت نہیں، نہ جس چیز کے متعلق وہی نازل ہوئی وہ بلاشبہ آپ ﷺ کے ربط علم میں آئی اور جن چیز کے بارے میں وہی خاموش رہی وہ بدستور پردہ حجب ہی میں رہتی۔ چنانچہ کہتا ہے کہ اللہ ذاتی اور عطا کی ہم کی بہت محنت نبی ﷺ کے لیے لامحدود علم ثابت کرنے اور آپ ﷺ کو اللہ کا دوسرے بنانے کے لیے بھیجی گئی تھی ہے ورنہ اس کا کوئی یوازہ نہیں۔ اور یہ بالکل اسی طرح کا شرک ہے جو مسلم کی پچھلے اوراق میں بیان کی گئی حدیث میں منقول ہے کہ ”شرکین تکلمیہ“ جیسے ہوتے کہا کرتے تھے کہ اے اللہ! تیرا کوئی شریک نہیں مگر جسے تو نے اپنے ساتھ خود شریک کر لیا یعنی یہ منصب تو نے اسے ”عطا“ کر دیا (مطلب یہ کہ ان کے بھولے الیوں کا منصب ان کے دھرم میں ذاتی نہیں بلکہ ”عطا“ تھا۔ العیاذ باللہ)

الحاصل

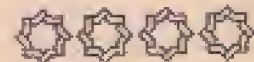
ان ساری بحث کا حاصل یہ ہے کہ نبوت کا دار و مدار وہی پر ہے اور عالم الغیب صرف اللہ تعالیٰ ہے اور اس کی ذات و صفات اور حقوق و اختیارات میں کسی بھی لحاظ سے کوئی بھی شریک نہیں، نہ ذاتی طور سے نہ عطا کی طور سے۔ اللہ کے آخری رسول ﷺ سے محبت کا لازمی تقاضا ہے کہ ان کا بتایا اور سکھایا ہو اور ان اختیار کریں، ان پر نازل شدہ آخری کتاب ہدایت اور نبی ﷺ کی تعلیمات پر صحیح احادیث میں ہیں ان کو حرف آخر سمجھیں اور ان سے باہر اور ان کے خلاف ہر بات کو باطل اور قائل رد سمجھیں۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے۔ اور رسول ﷺ کا بھی بھی فرمان ہے:

مَنْ أَخْلَبَتْ فِيَّ أَمْرًا هَذَا عَائِدَتْ بَعْدَ فَيْتُو رَافِ

”جس نے مجھ سے اس بات میں کوئی نئی بات نکالی تو وہ (بات) قائل رہے۔“

(بخاری: کتاب الصلح، باب اذا صلح علی صلح جبر، فالصلح مدون)

اللہ تعالیٰ ہمیں ایمان پر ثابت قدم رکھے اور ہر قسم کے شر سے اپنی نجات عطا فرمائے۔ آمین



نذر و نیاز

ابو عبد اللہ، لیاقت آباد، سکراچی

نذر عربی زبان کا لفظ ہے۔ یہ باب ضرر اور ضرب و قتل سے آتا ہے۔
اسفند میں اس کے معنی یہ بتائے گئے ہیں۔

اَوْ جِبْ عَلٰی نَفْسِهِ مَالًا اَوْ جِبْ عَلٰی نَفْسِهِ مَالًا، وَ نَذَرُ
عَلٰی نَفْسِهِ لِمَنْ هُوَ الْعَالِ كَقَدَّ اِیْ اَوْ جِبْ عَلٰی نَفْسِهِ شَرًّا
مِنْ عِبَادَةِ اَوْ صَدَقَةٍ اَوْ غَیْرِ ذٰلِكَ

(اسفند سلیمہ دارالمشرق، بیروت)

"اپنے اور اپنی چیز کا واجب کرنا جو لازم نہ ہو جیتے کہا جاتا ہے اس نے
اپنا مال نذر کیا یا اس نے تو اپنا مال میں سے اللہ کے لیے کچھ نذر کیا۔ یعنی
اس نے اس سے بلا معاوضہ اپنی جان پر بھروسہ کیا، صدقہ وغیرہ لازم کر لیا۔"
اور انعام میں اسفند دارالاسلامیات دلاور میں اس کے درج ذیل معنی کیے
گئے ہیں:

"کوئی چیز اپنے اور لازم کر لینا، نذر ماننا، منت ماننا (یہ کہ اس کا خاص
کام ہو گیا تو وہ اتنا مال خرچ کرے جو دیکھا وغیرہ)، اپنا مال وقف کرنا، کسی کام کو
کرنے کا عہد کرنا، کسی کام کے لیے وقف کرنا۔"

مصباح اللغات (مطبوعہ مرقمہ کتب خانہ، کراچی)، قاموس القرآن (مطبوعہ دار
الاشاعت، کراچی)، انعام میں اسفند (مطبوعہ ادارہ اسلامیات، دلاور)، وغیرہ میں بھی
اس کے معنی نذر ماننا وغیرہ واجب کو اپنے اور واجب کرنا، منت وغیرہ کیے گئے ہیں۔
اس کے مقابلے میں "نیاز" فارسی لفظ ہے جس کے معنی فرہنگ فارسی
(مطبوعہ دارالاشاعت، کراچی)، لغات کشوری (مطبوعہ مرقمہ کتب خانہ، کراچی)، جامع
اللغات (مطبوعہ دارالاشاعت، کراچی)، فیروز اللغات (مطبوعہ فیروز سنز، لاہور)،
تور اللغات (صاحب پبلشرز، کراچی) وغیرہ میں حاجت، اختیار، خواہش، آرزو،
رغبت، ضرورت، انحصاری، عاجزی، تبرک، نذر، منت، بھینٹ، التجا وغیرہ آئے
ہیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ "نذر" اور "نیاز" دو مترادف اور ہم معنی الفاظ ہیں۔

اردو زبان میں بھی یہ الفاظ انہی معنوں میں استعمال ہوتے ہیں۔

مودودی صاحب اس کی تشریح اس طرح فرماتے ہیں:

"نذر یہ ہے کہ کسی اپنی کسی مراد کے برائے کچھ ایسے خرچ یا کسی ایسی خدمت کو
اپنے اور لازم کر لے جس سے اس کے لیے فرض نہ ہو۔ اگر یہ مراد کسی حلال و جائز امر

کی ہو، اور اللہ سے مانگی گئی ہو، اور اس سے برائے کچھ مانگ لے گا عہد آتی ہے
کیا ہے، وہ اللہ ہی کے لیے عہد آتی ہے کہ اللہ کی اطاعت میں ہے اور اس کا پورا
کرنا اور ڈاڑھ اب کا موجب ہے۔ اگر یہ ضرورت نہ ہو تو کوئی نذر کرنا کافراںہ صحت
اور اس کا پورا کرنا موجب عذاب ہے۔" (تفہیم القرآن، جلد ۱ صفحہ ۲۰۸)

نذر و نیاز کا تصور بہت قدیم ہے اور تقریباً ہر مذہب میں اس کا وجود ملتا
ہے۔ فوشنہ دی، رضامندی و اقرب کے حصول کے لیے ہر دور میں نذر و نیاز کی
جاتی رہی ہے۔ آدم الطلیح کے بیٹوں بائبل و تائیل کی نذر (الامداد ۲۱)، عمران
کی بیوی کا اپنی مرنے والی اولاد کو اللہ کی نذر کرنے (آل عمران ۳۵)، مریم کی نذر
صوم (مریم ۲۶) کا اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ذکر فرمایا ہے۔

نبی ﷺ نے نذر ماننے سے منع فرمایا ہے۔ بخاری و مسلم کی متفق علیہ
حدیث ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: تم لوگ نذر نہ مانا کرو اس لیے کہ نذر تقدیر کو دور
نہیں کر سکتی، والبت اس نذر سے بھٹل سے اس کا مال نکال لیا جاتا ہے۔

(مشکوٰۃ باب ۱۸۰)

حدیث میں نبی ﷺ کا فرمان نقل کیا جاتا ہے کہ نذر و طرہ کی ہے۔ جو
شخص اللہ کی اطاعت میں نذر مانے تو یہ اللہ کے لیے ہے جسے پورا کرنا چاہیے اور
جو نذر کسی کتاہ میں کی جائے تو یہ نذر شیطان کے لیے ہے جس کو پورا نہ کیا جائے
اور اس کا کفارہ قسم کے کفارہ کی طرح (یعنی تین روزے یا اس میں سے کچھ) کھانا
ایک کلام (۱/۲۸۲) ہے۔ (نہائی بحوالہ مشکوٰۃ باب ۱۸۰)

عقیدہ بن حاصر رحمہ اللہ نے نبی ﷺ سے اپنی بہن کے تعلق پوچھا کہ اس نے
بھگے سر اور بھگے پائوں پہن کر نے کی نذر مانی ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا کہ اس
کو نکلم کرو کہ وہ اپنا سر ڈھاپے اور سوار ہو جائے اور چاہے کہ تین روزے نہ رکھے۔
(ابوداؤد بحوالہ مشکوٰۃ باب ۱۸۰)

ناقصہ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص اللہ کی
اطاعت کی نذر مانے تو وہ اللہ کی اطاعت کرے اور جو اللہ کی نافرمانی کی نذر مانے
تو وہ اللہ کی نافرمانی کرے۔ (بخاری بحوالہ مشکوٰۃ باب ۱۸۰)

عمران بن حصین رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کتاہ
کی نذر کو پورا کرنا جائز نہیں اور نہ اس چیز میں جس کا وہ مالک نہیں۔ اور ایک روایت

میں ہے کہ اللہ کی ہر مافی میں نذر پوری کرنا جائز نہیں۔ (مسلم بحوالہ مشکوٰۃ ص ۱۶۸)

اس سے ثابت ہوا کہ نذر اللہ کی اطاعت و فرمانبرداری کے کاموں میں ہی کی جاتی چاہیے اور ایسی نذریں پوری کرنا واجب ہے۔ اہل جنت کے اوصاف میں ایک وصف نذروں کا پورا کرنا بھی ہے جس کا قرآن میں بیان ہے۔ (الدھر ۲۷) ایسی نذر میں واجب ہونے کے بعد مغز قرض کے ہو جاتی ہیں جن کی ادائیگی اگر زندگی میں نہ ہو سکے تو مرنا اسے پورا کریں گے۔ سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی والدہ کے لئے بھی ایسی ہی کوئی نذر تھی جو وہ چیتے جی بچ رہی نہ کر سکیں تو ان کے مرنے کے بعد سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے اسے پورا کیا۔ (صحیحین - نمبر ۱ کی کتاب النذر والایمان) سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی روایت مختلف الفاظ کے ساتھ کتب حدیث میں آئی ہے اور یہ سنت ہی سے متعلق ہے۔ اسی سے غلط استدلال کرتے ہوئے لوگ میت کو ایصال ثواب کا جو از کشید کرتے ہیں۔ مذکورہ احادیث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ معصیت انگناہ کے کاموں کی نذر ماننا بھی گناہ ہے جن کا پورا کرنا بھی جائز نہیں۔ لیکن معاملہ اس کے برعکس نظر آتا ہے۔ اللہ کی خوشنودی کے حصول کے لیے تو کم ہی کوئی نذر مانی جاتی ہوگی، جبکہ غیر اللہ کو خوش کرنے اور ان کا تقرب حاصل کرنے کے لیے نذر و نیاز کا تصور عام ہے۔ یہ تصور زمانہ قدیم میں بھی تھا۔ چنانچہ بتوں کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے ان کے نام جانور نذر کیے جاتے تھے جنہیں بخیر و ساریہ و صلہ اور عام و غیرہ نام دیے جاتے تھے۔ (بخاری کتاب التفسیر بقیم سورۃ المائدۃ) اللہ تعالیٰ نے اس سے اپنی برأت کا اظہار کرتے ہوئے اسے کافروں کی چالبات نامیں قرار دیا۔ (المائدہ ۱۰۳) اسی سے یہ اصول اخذ ہوتا ہے کہ اللہ کے علاوہ کسی اور کی خوشنودی کے حصول کے لیے نذر و نیاز کرنا کافروں کی ہی چال بات و روش ہے۔ یہ لوگ غیر اللہ کے نام پر صرف جانور ہی منسوب نہ کرتے تھے بلکہ کھیتی باڑی وغیرہ میں بھی ان کے حصے مقرر کیے جاتے تھے۔ ۳۔ اہم اللہ کے لیے بھی حصہ نکالا جاتا تھا، لیکن اس تقسیم میں ان کا جو طرز عمل ہوتا تھا اسے اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں اس طرح بیان کیا ہے۔

وَجَعَلُوا لِلَّهِ مِمَّا ذَرَأَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْأَنْعَامِ نَصِيبًا فَأَنَّ لِلَّهِ الْبُلْغَ

فَكُلُّوا وَأَمَّا كَلُومَةُ تَرْبِئِينَ ○ (النعام ۱۳۶، ۱۳۷)

”ان لوگوں نے اللہ کے لیے خود اسی کی پیدا کی ہوئی کھیتوں اور مویشیوں میں سے ایک حصہ مقرر کیا ہے اور کہتے ہیں یہ اللہ کے لیے ہے، بڑم خوشوار اور یہ ہمارے خیر اے ہوئے شرکیوں کے لیے ہے۔ پھر جہاد ان کے ظہرائے ہوئے شرکیوں کے لیے ہے، جو اللہ انہیں پہنچاتا مگر جو اللہ کے لیے ہے وہ ان نے شرکیوں کو پہنچا دیا ہے۔ کیسے بڑے فیصلے کرتے ہیں یہ لوگ!۔۔۔۔۔ کہتے ہیں یہ جانور اور یہ کھیت مخلوق ہیں۔ انہیں صرف وہی لوگ کھا سکتے ہیں جنہیں ہم کھانا دیا گیا ہے۔ حالانکہ یہ پالندہ ان کی خود ساختہ ہے۔ پھر کچھ جانور ہیں جن پر ہراری اور باربرداری حرام کر لی گئی ہے اور کچھ جانور ہیں جن پر اللہ کا نام نہیں لیتے اور یہ سب ہم انہوں نے اللہ پر انعام کیا ہے۔“ لہذا یہ اللہ انہیں ان افتخار پر از ان کا بدلہ دے گا۔ اور کہتے ہیں کہ جو کچھ ان جانوروں کے پیٹ میں سے ہوتا ہے

مردوں کے لیے قصہ دہی ہے اور انہاری مورتوں پر حرام۔ لیکن اگر وہ مردہ ہو تو وہ انوں اس کے کھانے میں شریک نہ ہو سکتے ہیں۔ یہ باتیں انہوں نے گھڑی ہیں۔ ان کا بدلہ اللہ انہیں دے کر رہے گا۔ یقیناً وہ حکیم ہے اور سب باتوں کی اسے خبر ہے۔ یقیناً خسارہ میں نہ گئے وہ لوگ جنہوں نے اپنی اولاد کو جہالت و نادانی کی بنا پر قتل کیا اور اللہ کے دیئے ہوئے رزق کو لوٹ پر افتخار پر اڑی کر کے نام طعیر پایا۔ یقیناً وہ بھگت گئے اور ہرگز وہ راہ راست پانے والوں میں سے نہ تھے۔“

شرکیوں کے لیے یہ شرکاذن طرز عمل قرآن کی مسلمان کہلاتے۔ اہل امت میں بھی پایا جاتا ہے۔ اللہ کے واسطے کے بندوں کی خوشنودی و رضا کے لیے اللہ کے دیئے ہوئے رزق سے جسے مقرر کیے جاتے ہیں۔ ان کے نام نذر و نیاز کی جاتی ہے۔ کہیں عبد القادر جیلانی کے نام کی گیارہ رائج الثانی کی ”سببہ یور شرعیہ“ ہے، تو کہیں امام جعفر صادق کے ۳۳ رجب کے کوئلے و کچھ پیر پری وغیرہ، کہیں مسین رضی اللہ عنہ کے نام کا محرم و حلال کا پلید و شربت حلیم و بریانی، پھولے و شیر مال، مٹھائی وغیرہ وغیرہ تو کہیں اویس قرنی کے نام ۱۳ شعیبان کا حلوہ وغیرہ، کہیں ۱۳ صفر کے تیرہ تیزی کے چھوٹے ہیں تو کہیں ۱۲ رائج الاول کو مید میلاد النبی کے بکوان و مٹھائی وغیرہ، کہیں بی بی کی صحت تو کہیں دس زبوروں کے لذوہ اور کہیں مردہ بزرگوں کے نام پر چھوڑے ہوئے جانور اور کھیتی میں مقرر کیے ہوئے حصے۔ غرض انواع و اقسام کی نذر و نیاز کا ایک طویل سلسلہ ہے جو اللہ کے بجائے اس کے بندوں کے نام کی جاتی ہیں۔ بعض کے ساتھ تو بالکل مشرکین عرب والا انداز رہنایا جاتا ہے: سورۃ الانعام کی مذکورہ بالا آیت کے مطابق جس طرح مشرکین نے نذر غیر اللہ میں مختلف قدیم انکار کی تھیں مثلاً غیر اللہ کے نام منسوب کیے جاتے والے جانوروں کی اولاد و صاف مردہ کھا سکتے تھے اور غوروں کے لیے وہ ممنوع تھی لیکن اگر اولاد و مردہ پیدا ہو تو وہ ان کھا سکتے تھے، اسی طرح ان نام نہاد مسلمانوں کی خود ساختہ رہنما سیدہ اور دس بیویوں کی کہانی کی نیاز صرف عورتیں کھا سکتی ہیں، مرد نہیں، جھڑات کی شہینہ محسوم بچے کھا سکتے ہیں بڑے نہیں، جعفر صادق کے کوئلے مگر کے ایک حصہ میں کوئلے میں کھانے جاسکتے ہیں باہر نہیں۔

غیر اللہ کے نام کی جانے والی ان نذر و نیاز کا اجماع التزام کیا جاتا ہے کہ مشرکین کہ بھی اپنی نذروں کا ایسا اہتمام نہیں کرتے تھے۔ کیا عالم ہے کہ اپنے عطا کی اصلاح اور اس کے بعد صوم و صلوة، حج و زکوٰۃ کی تو کوئی پروا بھی نہیں کی جاتی میری کے برس گزر جائیں اور مالک کے سامنے ایک جہد نہ کیا جائے اور اس جرات رندانہ پرال میں کوئی خوف و خطر بھی نہ گذرے لیکن اگر گیارہویں کی دیک چڑھانے میں کوتاہی ہوئی تو ”شیخ صاحب“ کی ناراضگی اور کسی بڑے نقصان کا اندیشہ جان کا روگ بن جا ۳ ہے۔ اور ہر طرح سے اس نیاز کو پورا کرنے کی کوشش کی جاتی ہے خواہ قرض ہی لے کر پڑے۔ ۱۲ رائج الاول کو نبی ﷺ کی نیاز دلانے کے لیے اگر کچھ بھی نذر لے سکتے تو چنے اور گڑ تو گھر میں ہوتا ہی ہے، اسی پر نیاز دلا دیتے ہیں۔ (انفاس العارفين ص ۱۶۹) خواہ یہ مذکورہ نیازیں ہوں یا ہر عمرات کو بچوں کے

باتھ تقسیم کر مائی جانے والی شیرینی، مزارات میں مدافن ہستیوں کے نام کا
 "تعمرات بھری مراد" کا خطاب ہو جان کے استانوں کا تذکرہ مزارات پر پایا جس
 کے نام لٹایا جانے والا تقریباً ہر مزارات کا ہو یا نو چندی تعمرات (یعنی میت کی جلی
 تعمرات) لکھا ہوا نہ جس کا رول اسے تھک اور ثواب کی چیز کچھ کرنا سے شوق اور
 رغبت سے حاصل کرتے ہیں۔ بلکہ اس کے لیے خوب چیزیں تیار کی جاتی ہیں جو کہ جس
 میں جو کہیں بھی مردوں کے ساتھ برابر حصہ لیتی ہیں۔ اس نذر فیہ اللہ کے لیے
 دکانوں پر خطے اور بیٹیاں رکھی ہوتی ہیں جس پر اس مخصوص نیاز کے چندے کی
 قبول لکھی ہوتی ہے۔ اس نذر فیہ اللہ کے لیے چندہ جمع کرنے کی خصوصیت نہیں
 شروع کی جاتی ہیں (اس نے لیے اصول ہاں کے ساتھ ایک کر و قریقہ یا اور گلی گلی جگر
 لکاتے ہاں اور لوگوں کو "ثواب دارین" کی خوشخبری دینا کہ اس نذر فیہ اللہ میں مدد
 چاہ کر حصہ لینے کی تحریص والی جاتی ہے۔ اس قصہ کے لیے چرب زبان
 نمائندے و سفراء رکھے جاتے ہیں جو نہ صرف اپنی مبادعت گاہوں میں بلکہ شول
 عرض میں گھوم پھر کر چندہ جمع کرتے ہیں۔ اس نذر فیہ اللہ کے لیے پڑھائی
 جانے والی سٹکڑوں، دیگوں کی تصویریں اور نذر کرنے والے کا نام اخباروں میں
 نمایاں کر کے چھاپا جاتا ہے۔ وزراء اور سیاستدان بھی غیر اللہ کی نذر دینا تو اپنی
 سیاست چمکانے کا ذریعہ بناتے ہیں، بڑی بڑی دھومیں کی جاتی ہیں، پوسٹروں،
 بیروں، نمبروں کے ذریعے خوب خوب تشہیری جاتی ہے۔ اور ان سب کاموں کو
 دین کی خدمت اور کار ثواب سمجھا جاتا ہے۔ لیکن اللہ کی کتاب تو اس نذر
 فیہ اللہ کے متعلق کچھ اور ہی قسم بیان کرتی ہے۔ اللہ فرماتا ہے

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُلُوا مِن ثَمَرِهِ إِذَا كَانَ ثَمَرُهَا رِزْقًا وَإِن كُنْتُمْ
 لِرِثَةِ الْبُيُوتِ وَالْأَمْوَالِ الَّتِي مَلَكَتْ أَيْدِيكُمْ فَكُلُوا مِنْهَا حِينَ رَزَقْتُمْ مِنْهَا وَلَا تَبْذُرُوا
 فِيهَا السَّيِّئَاتِ إِنَّهُ حَكِيمٌ عَلِيمٌ (۱۱۰) (النحل: ۱۱۰)

"اے ایمان والو! اپنے پائے چیزیں ہم سے تمہیں ملنے والی ہیں ان میں سے
 کھاؤ، اور اگر اللہ کی ہدایت کرتے ہو تو پھر اس کا ثمر بھالو۔ اس نے تم پر
 مراد ہاں جانور، دھون، ہار کا گوشت اور وہ چیز حرام کر دی ہے جو اللہ کے ہوا
 کسی اور سے منسوب کر دی جائے۔ البتہ ہونا چاہا ہو جائے تو اس پر کچھ گناہ
 نہیں بشرطیکہ اللہ کی نافرمانی نہ کرے اور حد ضرورت سے باہر نہ نکلے۔ جو اللہ
 اللہ حاکم کرتے والا اور رحم کرنے والا ہے۔"

حُومَتُهُمْ عَلَيْهِمْ السَّيِّئَاتُ وَالَّذِينَ كَفَرُوا عَلَيْهِمُ السَّيِّئَاتُ وَمَا أَهْلُ الْبُيُوتِ
 وَالْمَنْعِقَةُ وَالْمُتَوَكِّلُونَ وَمَا أَهْلُ الْقُبُورِ وَالْمُتَوَكِّلُونَ وَمَا أَهْلُ الْقُبُورِ
 مَا أَهْلُ الْقُبُورِ وَمَا أَهْلُ الْقُبُورِ (۱۱۱) (النحل: ۱۱۱)

"اے ایمان والو! تم پر مراد ہوا جانور، دھون اور خنزیر کا گوشت اور جو چیز
 اللہ کے ہوا کسی دوسرے سے منسوب کر دی جائے اور جو جانور کا گوشت کر

مر جائے اور جو نہ کھاتے کھ کر مر جائے اور جو نہ کھاتے کھ کر مر جائے اور جو نہ کھاتے کھ
 کر مر جائے۔ یہ سب حرام ہیں۔ اور وہ جانور بھی جس کو دوسرے سے منسوب
 کھا جائے اور وہ جانور بھی جو کسی آستانے پر ذبح کیا جائے اور یہ بھی کہ
 جانوروں سے قسمت معلوم کرے۔ یہ سب گناہ (کے کام) ہیں۔"

قُلْ لَا أُعَذِّبُكُمْ فِي مَا أَتَيْتُم بِذُنُوبِكُمْ عَلَى تَلَوْتُمُوهُ وَعَلَىٰ تَقَرُّبِكُمْ إِلَىٰ الْمَنَاقِبِ إِنَّكُمْ
 عِندَ اللَّهِ لَكُنْتُمْ أَكْثَرًا حَرًّا (۱۱۲) (النحل: ۱۱۲)

"اے نبی! کہہ دو کہ میں ہر گناہ تمہارے ذمے نہیں دیتا جس میں ان میں کوئی چیز نہ
 کھانے والا کھا ہے۔ حرام نہیں پاتا پھر اس کے دوسرے جانور وہ یا بہتہ خان یا
 خنزیر کا گوشت کو یہ سب ناپاک ہیں یا کوئی گناہ کی چیز ہو کہ اس پر اللہ کے ہوا
 کسی اور کا نام لیا گیا ہو۔ اور اگر کوئی جانور جو جائے دھون یا نذر دہائی کرے
 اور حد سے باہر نکل جائے تو تمہارا پروردگار نیک ہے۔"

إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَخُلُقُ الْخِنْزِيرِ وَمَا أَهْلُ الْبُيُوتِ
 يَدُ الْيَمِينِ لَكُمْ فِي كُلِّ شَيْءٍ وَإِن كُنْتُمْ فِي شَكٍّ مِّنْ شَيْءٍ مِّنَ الْكُلِّ فَلَا تَكُلُوهُ
 (۱۱۳) (النحل: ۱۱۳)

"بس اللہ نے جو حلال پاک رزق تمہیں دیا ہے اسے کھاؤ اور اگر تم اسی کی
 برکتی کرتے ہو تو اللہ کی نعمتوں کا شکر کرو۔ اس نے تم پر مراد، خون، خنزیر کا
 گوشت اور ان چیزوں کو حرام کر دیا جو اللہ کے ہوا کسی دوسرے سے منسوب
 کر دی جائے۔ ہاں اگر کوئی جانور جو جائے دھون یا نذر دہائی کرے اور حد
 سے نہ نکلے تو اللہ نیک ہے والا اور رحیم ہے۔"

ذکر ہوا بالا آیات میں ایمان والوں کو حلال اور پاک چیزیں کھانے کا حکم، عیت
 ہوئے اللہ تعالیٰ نے ان پر چار چیزیں حرام کی ہیں: (۱) مردار (۲) بہتا ہوا خون
 (۳) خنزیر کا گوشت (۴) ہر وہ چیز جو غیر اللہ سے منسوب ہو۔ حلال اور پاکیزہ
 چیزوں کے بیان میں ان کو جانور استثنائی جان کر کے انہیں حرام اور ناپاک کہا گیا، جن
 سے ایمان والوں کو بچنے کا حکم دیا۔ یہ چار حرام اور ناپاک چیزیں ایمان والے
 استعمال نہیں کر سکتے مگر صرف اضطراری حالت میں۔ یعنی جب ایسا وقت آجائے
 کہ کھانے کو کچھ نہ ہو اور بھوک سے مر جائے گا اندیشہ ہوتا ہے دوسرا کھانے کا کچھ
 استعمال کیا جا سکتا ہے۔ اول یہ کہ گناہ کا خیال نہ ہو (یعنی حرام سے لطف انداز نہ ہونے کی
 نیت نہ ہو بلکہ صرف جان بچانے کا خیال ہو) دوسرے حد سے تجاوز نہ ہو۔ (یعنی کراہت
 مجبوری کے ساتھ صرف اتنی مقدار استعمال کی جائے کہ جس سے جان بچ جائے تاکہ پھر حلال و
 نایب رزق کی تلاش کی جائے۔ اگر چہ اچھا رستہ میں ایسی کوئی تدفین نہیں ملتی تاہم
 اصولی قاعدہ یہی ہوتا ہے کہ جس ترتیب سے تحریم ہو اس ترتیب سے تحلیل ہو۔ یعنی
 اضطراری حالت میں موت سے بچنے کے لیے اگر نہ کورہ چار حرام چیزیں استعمال
 کرنے کا موقع آجائے تو اسی ترتیب کو ملحوظ رکھتے ہوئے جان بچانے کی حد تک
 پہلے مردار کھایا جائے، اگر یہ دستیاب نہ ہو تو بہتا ہوا سیال خون (دل، جگر، کلی، تلی،

کہا ہے جو کہ جسے وہ قانون کی شکلیں ہیں۔ اگرچہ یہ مستحکم ہیں اور اگر یہ بھی نہ ملے تو خنزیر کا گوشت۔ لیکن اگر بالفرض یہ چیزیں بھی نہ مل سکیں تو پھر آخری درجے میں وہ چیز کھائی جاسکتی ہے جو غیر اللہ سے منسوب ہو۔ لیکن اس امت کا طرز عمل دیکھیے کہ اقول المذکر تین چیزیں تو حرام بھی جاتی ہیں لیکن چوتھی چیز بغیر کسی اظہار ارادی حالت (جس میں مذکورہ بالا شرط ہر حرام حلال ہو جاتا ہے) کے حلال بلکہ ٹو اید اور تہرکہ بھی جاتی ہے۔ یعنی مذکورہ بالا آیات کا انکار اور اظہار حرام کو حلال سمجھنا یا گناہ کو ثواب دینا اور حد سے تجاوز کرنا۔ اس ناچائز کو جائز کرنے کی مختلف کوششیں کی جاتی ہیں۔ پہلی کوشش احبار و روحان کرتے ہیں جو کہتے ہیں کہ مذکورہ آیات میں وَمَا أَهْلُ بَيْدٍ لِغَيْرِ النَّسَبِ سے مراد وہ جانور ہیں جو بچوں کے نام پر ذبح کیے جائیں۔ چنانچہ مذکورہ بالا جانوروں آیتوں میں وَمَا أَهْلُ بَيْدٍ لِغَيْرِ النَّسَبِ کا ترجمہ رضا خاں بریلوی صاحب نے یہی کیا ہے اور ان کے مفسر لیم مراد آبادی صاحب نے تفسیری فوائد میں بھی یہی بات بیان کی ہے:

(۱) "اور وہ جانور جو غیر خدا کا نام لے کر ذبح کیا گیا۔"

فہم مسئلہ جس جانور پر وقت ذبح غیر خدا کا نام لیا جائے تو وہ ناجائز یا خدا کے نام کے ساتھ مختلف سے ملکر وہ حرام ہے۔ مسئلہ اور اگر نام خدا کے ساتھ غیر خدا کا نام آخر مختلف ملایا تو حرام ہے۔ مسئلہ اگر ذبح بظاہر اللہ کے نام پر لیا اور اس سے قبل یا بعد غیر خدا کا نام لیا مثلاً یہ کہا کہ بوقت ذبح کہہ دو۔ یا جس کی طرف سے وہ ذبح ہے اس کا نام لیا یا جن اولیاء کے لیے اہمال قراب منظر ہے۔ ان کا نام لیا تو یہ جائز ہے۔ اس میں کچھ حرج نہیں۔ (تفسیر احمدی ۱۰/۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، ۱۴۴۶، ۱۴۴۷، ۱۴۴۸، ۱۴۴۹، ۱۴۵۰، ۱۴۵۱، ۱۴۵۲، ۱۴۵۳، ۱۴۵۴، ۱۴۵۵، ۱۴۵۶، ۱۴۵۷، ۱۴۵۸، ۱۴۵۹، ۱۴۶۰، ۱۴۶۱، ۱۴۶۲، ۱۴۶۳، ۱۴۶۴، ۱۴۶۵، ۱۴۶۶، ۱۴۶۷، ۱۴۶۸، ۱۴۶۹، ۱۴۷۰، ۱۴۷۱، ۱۴۷۲، ۱۴۷۳، ۱۴۷۴، ۱۴۷۵، ۱۴۷۶، ۱۴۷۷، ۱۴۷۸، ۱۴۷۹، ۱۴۸۰، ۱۴۸۱، ۱۴۸۲، ۱۴۸۳، ۱۴۸۴، ۱۴۸۵، ۱۴۸۶، ۱۴۸۷، ۱۴۸۸، ۱۴۸۹، ۱۴۹۰، ۱۴۹۱، ۱۴۹۲، ۱۴۹۳، ۱۴۹۴، ۱۴۹۵، ۱۴۹۶، ۱۴۹۷، ۱۴۹۸، ۱۴۹۹، ۱۵۰۰، ۱۵۰۱، ۱۵۰۲، ۱۵۰۳، ۱۵۰۴، ۱۵۰۵، ۱۵۰۶، ۱۵۰۷، ۱۵۰۸، ۱۵۰۹، ۱۵۱۰، ۱۵۱۱، ۱۵۱۲، ۱۵۱۳، ۱۵۱۴، ۱۵۱۵، ۱۵۱۶، ۱۵۱۷، ۱۵

بتایا کہ آج مسلمانوں کی سب سے بڑی بیماری شرک ہے۔ انہوں نے مثالیں دے کر واضح کیا کہ کون کون سے شرک اور غلط عقائد اس امت میں رواج پائے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ اس امت کے اصحاب و بہان اس شرک و کفر کو دیکھنے کے باوجود ان غلط عقائد کے خلاف نہیں بولتے کیونکہ وہ خود ان شرک و عقائد کے حامل ہیں۔ اس لیے بجائے انہیں غانے گانے، یہ انہیں ترویج دینے میں سرگرم رہتے ہیں۔ ایسے اللہ و اللہ کے شرک سے برأت و بیزاری کی تلقین کرتے ہوئے انہوں نے ساتھیوں پر واضح کیا کہ اگر امام ان شرک و عقائد کا حامل ہو تو اس کے پیچھے ایک صحیح عقیدہ مسلم اپنی صلوٰۃ اور انہیں کر سکتا کیونکہ ایسے امام کے پیچھے صلوٰۃ ادا کرنا نہ صرف اپنی صلوٰۃ کو ضائع کرنا ہے بلکہ اپنے عقیدے اور ایمان کو بھی برباد کرنا ہے۔ ایسی صلوٰۃ کا کوئی فائدہ نہیں۔ ایسی صلوٰۃ پر اللہ کی رحمتیں نہیں نازل ہوتیں بلکہ اس کی توبہ پر دست درازی کرنے والے ان فرقہ پرست مولویوں کی تعظیم کر کے اس کے غیظ و غضب کو دولت دی جاتی ہے۔

اگلی تقریر اور شہر شہر صاحب کی تھی۔ ان کا موضوع تھا: آیت انگریز۔ انہوں نے بتایا کہ ایمان لانے کے لیے ضروری ہے کہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا نہ صرف زبانی اقرار کیا جائے بلکہ اس پر عمل قائم بھی رہا جائے۔ انہوں نے کہا کہ یہ کلمہ اللہ کے ساتھ ایک طرح کا عہد ہے۔ جب تک بندہ اس کلمہ کو پوری طرح اپنے اوپر نافذ رکھتا ہے، وہ اس عہد پر قائم رہتا ہے۔ اور جب وہ اس کی عبادت پر مشغول، پکار اور نذر، نیاز شروع کر دیتا ہے، وہ اس عہد سے باہر ہو جاتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ اللہ کے رسول محمد ﷺ نے فرمایا کہ میں تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑ کر چلا ہوں، جب تک ان کو مضبوطی سے تھامے رہو گے ہرگز گمراہ نہ ہو گے۔ انہوں نے کہا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس نام نہاد امت مسلمہ نے دونوں چیزوں کو پس پشت ڈال دیا اور نہ بتا گمراہ ہو گئے اور امت واحد فرقوں میں بٹ گئی۔ انہوں نے کہا کہ ان دونوں چیزوں کو ماننا مسلمان ہونے کے لیے ضروری ہے۔ انہوں نے مزید کہا کہ طاغوت کا انکار ایمان کے اقرار کے لیے لازم ہے، اس کے بغیر ایمان درست نہیں ہوتا۔ یہ طاغوت چاہے کسی بھی شکل میں ہوں خود اپنی بندگی کرانے والے امام و امام زادے، مولوی اور بی، ولی یا حاکم۔ ان طاغوت کا انکار ہے ایمان کا جزو لازم ہے۔ طاغوت کے انکار اور اس سے بے نیاز ہونے کے بغیر ایمان ناقابل قبول ہے۔

ارشاد صاحب کی تقریر کے بعد سوال و جواب ہوئے جس کا سلسلہ صلوٰۃ و احرام کے بعد بھی جاری رہا۔ اور اس کے بعد ہر مکرر امام کو پوچھا۔ دوسرے دن مجموعی طور پر اہل شرک و کفر، مگر امام میں موجود تھے جن میں مواتین بھی شامل تھیں جن کے لیے مجاہدہ انتقام کیا گیا تھا۔ کیا وہ یوں کافر نہیں ہیں کہ ان کی شہادت کا حکم ملے؟

علیہ قرار دیا۔ جو چیز حرام اور ناجائز ہے اسی کی وجہ سے اس پر لاکھ بار بھی اللہ کا نام لیا جائے تو بھی حلال و پاک نہیں ہو سکتی۔ کسی چیز کو حلال یا حرام ٹھہرانے کا حق کسی کے ہاتھ میں نہیں۔ اللہ نے مذکورہ اہل چار چیزوں کے علاوہ سب چیزیں حلال رکھی ہیں جیسا کہ مندرجہ بالا قیوں میں مذکور ہے۔ احادیث میں وہی الہی کی روشنی میں ذکر غالب (انکلی کے ہاتھوں سے ذکر کرنے والے جانور جسے کتے بھانپتے ہیں) وغیرہ اور ذروہ محلب (اپنے بظاہر سے ظاہر پر چھپنے والے پتہ سے چھپنے والے ہزارہ) وغیرہ کو حرام قرار دیا ہے۔ اب اگر کوئی ان حرام کردہ چیزوں کو استعمال نہیں کرتا تو وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کر کے اپنے ایمان کا ثبوت فراہم کرتا ہے۔ اس کا یہ مبارک ثمن تو ان کی تحسین ہے تاکہ ان کی ملامت و مذمت۔ بلکہ جو لوگ اللہ کے حرام و پاک ٹھہرائے ہوئے کو حلال و پاکیزہ سمجھ کر شرب کا کھاتے کھلاتے ہیں، اللہ کی نافرمانی کا ارتکاب کرنے کی وجہ سے خود ان کا عمل لائق ملامت ہے۔ انہیں اللہ کے حرام کردہ کو حلال کرنے کی جرأت کر کے اپنے ایمان کی خیر منائی چاہیے۔

جہاں تک اس حدیث کا تعلق ہے تو یہ محل نظر ہے کیونکہ خود نبی ﷺ اور صحابہ کا کھانے پینے کے معاملے میں انتہائی محتاط رویہ تھا کیونکہ حلال و طیب رزق کھانے کا حکم اللہ نے جہاں عام انسانوں کو دیا ہے وہ جہاں انبیاء و ائمہ کو بھی نہیں حکم دیا گیا ہے۔ نبی ﷺ کا کھانا ایک گرمی پڑی کھجور کے پاس سے ہوا۔ فرمایا اگر مجھے اس بات کا اندیشہ نہ ہوتا کہ کہیں یہ صدقہ کی نہ ہو تو اس کو کھا لیتا (متفق علیہ)۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کتاب الزکوٰۃ باب من لا یصل الا الصدقہ (یعنی اللہ کے پاس جب کوئی کھانا لایا جاتا تو آپ پوچھتے کہ یہ صدقہ ہے یا صدقہ؟ اگر کہا جاتا کہ صدقہ تو آپ ﷺ صحابہ سے فرماتے کہ تم کھاؤ اور خود نہ کھاتے؛ اگر کہا جاتا کہ یہ تو آپ اس میں ہاتھ ڈالتے اور ان کے ساتھ کھا لیتے (ایضاً)۔ ایک دفعہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے خادم نے انہیں کوئی چیز کھانے کو دی جو آپ نے کھالی۔ بعد میں بتایا کہ وہ چاہلیت میں اس نے کسی کو کھانے کی کوئی بات بتائی تھی اور اس سے دھڑکے یا تھا۔ آج اس نے مجھے کچھ دیا تھا جس میں سے آپ کو بھی کھلایا۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے یہ سنتے ہی منہ میں آگئی ڈالی اور دو پلوں پیٹ میں گیا تھا۔ وہ سب اکال ڈالا۔ (بخاری کتاب المناقب) (انصار باب ایام الحجاب) اسی طرح عمر رضی اللہ عنہ کو بھی پیشے کے لیے دو روئے پیش کیا گیا۔ دریاخت حال پر بتایا گیا کہ وہ صدقہ کے جانوروں کا تھا۔ آپ نے حلق میں آنکلی ڈال کر مے کر دی۔ (بخاری کتاب الزکوٰۃ باب ما ہادی اللہ الصدقات، مشکوٰۃ فیہ) شہین رضی اللہ عنہ نے ایسی کوئی تاویل نہیں کی کہ اللہ کا نام لے کر پی لیا جائے یا یہ دو روئے اعلیٰ یہ یعنی اللہ کے تحت نہ خیر اللہ تعالیٰ ہی ہے، بلکہ یہ تو ایصال ثواب کا معاملہ ہے اور اصل اللہ کی قدر ہے۔

یہ بات بھی قابل غور ہے کہ سارا کارا سارا رزق تو ہے ہی اللہ تعالیٰ کی طرف سے، لیکن اسی رزق میں سے اگر اس مالک نے کسی کو حرام قرار دے دیا ہے تو وہ

اُمّ المؤمنین صفیہ رضی اللہ عنہا

حضرت خالد خان، عرفان عامہ و سائنسی کراچی

رسول اللہ ﷺ نے خیر متعین ہونے کے بعد مال قیمت میں سے انہیں اپنے لیے بخش لیا تھا، اس لیے انہیں "صفیہ" کہا گیا۔

آپ کی پہلی شادی مسام بن مٹھم یہودی سے ہوئی تھی۔ اس نے طلاق دے دی۔ طلاق کے بعد کنانہ بن ابی العقیق نے نکاح کیا۔ جو کہ اپنے قبیلہ کا مشہور شاعر اور شاعر تھا۔ کنانہ جنگ خیبر میں مارا گیا۔ صفیہ ۶۰ سالہ ہونے باوجود بھائی بھی اس جنگ میں مارے گئے اور خود بھی گرفتار ہو گئی۔^(۱)

یہ مدت ابن اشمام میں روایت کیا گیا ہے کہ جب قحط (جو کہ خیر کا سب سے بڑا قلعہ تھا) بھی فتح ہوا تو مال ﷺ صفیہ ۶۰ سالہ اور ایک عورت کو لے کر نبی ﷺ کی خدمت آئے تو راستے میں یہود کے مقتولوں پر سے گزرے۔ اس عورت نے مقتولین کی لاشیں دیکھ کر چیختا رہنا شروع کر دیا صفیہ ۶۰ سالہ صبر و ضبط کا ساتھ خاص دے رہی ہیں۔ نبی ﷺ نے اس عورت کو دودھ کر دیا اور صفیہ ۶۰ سالہ کو دوسری پشت پر بٹھائے کا حکم دیا اور اپنی چادر اُن کو اوڑھادی، جس سے مسلمانوں نے جان لیا کہ نبی ﷺ نے انہیں اپنے لیے مخصوص کر لیا ہے۔^(۲)

اس سلسلے میں تاریخ میں مختلف واقعات ملتے ہیں لیکن بکثرت احادیث میں روایت کیا گیا ہے کہ غزوہ خیبر کے بعد صفیہ ۶۰ سالہ مال قیمت کے طور پر یہودی عورت کے حصہ میں لگادی گئی تھیں۔ وہ یہودی عورت نے نبی ﷺ سے ایک اونٹنی کا مطالبہ کیا۔ نبی ﷺ نے انہیں اختیار دے دیا کہ قیدی عورتوں میں سے جسے چاہیں منتخب کر لیں۔ آپ ﷺ نے صفیہ ۶۰ سالہ کو پسند کیا۔ بعض صحابہ کرام ﷺ نے رسول اللہ ﷺ سے آپ ﷺ کے حسن و جمال کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا کہ رئیسہ بنو نضیر قرطبہ کو کسی اور کو دینا مناسب نہیں، انہیں آپ اپنی ذات کے لیے منتخب فرمائیں تو بہت محترم ہوگا۔ چنانچہ وہ یہودی عورت ایک دوسری اونٹنی دے دی گئی اور صفیہ ۶۰ سالہ کو آپ ﷺ نے اپنے لیے خاص کر لیا۔^(۳) ایک روایت میں صرف اونٹنی سے اونٹنی بدلانے^(۴) اور بعض میں سات غلاموں کے عوض خریدنا بیان کیا گیا

امہات المؤمنین رضی اللہ عنہا وہ مبارک ہستیاں تھیں جنہیں اللہ تبارک و تعالیٰ نے ساری دنیا میں سے اس منصب کے لیے چون لیا تھا کہ وہ اس کے رسول ﷺ کا شریک حیات بنیں اور ان غلام اسرار کے ذریعے سے خالق و ازوہ ابی زندگی کے احکامات سے امت کو آگاہی دی جائے۔ چنانچہ کتنی ہی ازواج مطہرات کے ذریعے طہارت، جنابت اور اندرون خانہ و درخشاں احوال وغیرہ کے مسائل احادیث میں روایت کیے گئے ہیں جن کو کوئی نزدیک سے نزدیک ساتھی بھی بیان نہیں کر سکتا تھا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان پاکیزہ عورتوں کی شان میں قرآنی آیات نازل فرمائیں اور انہیں مومنوں کی ماں قرار دیا (سورۃ الاحزاب: آیت ۶) اور یہ کہ کران کا اعزاز و اکرام فرمایا کران کا مقام دوسری عورتوں کی طرح کا نہیں ہے۔ (ایضاً ۳۲) ان محترم و مقدس عورتوں میں ایک صفیہ ۶۰ سالہ بھی تھیں۔ آپ یہودی قبیلہ بنو نضیر کے سردار ثنی بن اطلب کی دختر تھیں۔ آپ کی والدہ "برہ" یا "نضرہ" دوسرے بڑے یہودی قبیلے بنو قریظہ کے سردار اسد بن اسد کے ہوتے ہوئے خاندان تھے جو زمانہ قدیم سے عرب میں رہتے تھے اور یہ صفیہ ۶۰ سالہ کا سلسلہ نسب نبوی ﷺ کے بھائی ہارون بن العقیل بن عمران سے جاتا ہے جس کا ثبوت اس روایت سے ملتا ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ ایک مرتبہ بعض ازواج مطہرات نے باہمی گفتگو میں آپ کو یہودی خاندان سے تعلق رکھنے کی وجہ سے ناروا لائی۔ نبی ﷺ نے جب آپ کو روتے ہوئے پایا تو ان کی دلجوئی فرماتے ہوئے کہا کہ یہ لوگ تم سے کیتا افضل ہو سکتی ہیں کہ تم نبی کی نبی ہو، نبی کی نبی ہو، نبی کی نبی ہو۔^(۵) چنانچہ یہ جانکوش و جہاد پر فخر بنایا کرتی تھیں کہ میرے باپ ہارون بن العقیل ہیں، میرے چچا نبی ﷺ ہیں اور میرے شوہر محمد ﷺ ہیں۔^(۶)

آپ کا اصل نام زینب تھا۔ "صفیہ" کا نام "صفی" سے چلا^(۷) اور "سبی" مال قیمت کا دوسرا حصہ ہوتا جو اس کی تقسیم سے پہلے نبی ﷺ کے لیے مخصوص کر دیا جاتا تھا کوئی اونٹنی غلام ہو یا گھوڑا وغیرہ۔ جو بھی نبی ﷺ چاہتے۔ ایک روایت کے مطابق یہ حصہ انہیں (جو کہ اللہ کے رسول کے لیے مخصوص کیا گیا) کی تقسیم سے بھی پہلے اٹھا جاتا تھا اور ایک روایت کے مطابق یہ بھی قسم کا ہی ایک حصہ ہوتا۔^(۸) چونکہ

(۱) تاریخ النساء از مصعب بن عمیر، مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ، ج ۱، ص ۱۱۱۔ (۲) سیوطی، کتاب المغنی، باب فضل ازواج النبی ﷺ، ص ۱۱۱۔ (۳) کتاب المغنی، باب ما یذکر فی الفتن، ج ۱، ص ۱۱۱۔ (۴) سیوطی، کتاب المغنی، باب ما یذکر فی الفتن، ج ۱، ص ۱۱۱۔ (۵) تاریخ النساء از مصعب بن عمیر، مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ، ج ۱، ص ۱۱۱۔ (۶) تاریخ النساء از مصعب بن عمیر، مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ، ج ۱، ص ۱۱۱۔ (۷) تاریخ النساء از مصعب بن عمیر، مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ، ج ۱، ص ۱۱۱۔ (۸) تاریخ النساء از مصعب بن عمیر، مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ، ج ۱، ص ۱۱۱۔

خیرت نے آیا۔ جب عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے پیالے میں کھانا پیش کیا تو نبی ﷺ نے وہ پیالہ صغیرہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھجوایا اور عائشہ رضی اللہ عنہا کے پوچھنے پر بتایا کہ اس پیالے اور کھانے کا کفار و تمنا کر اس کے بدلے وہ سرایا لدا اور کھانا دو پا جائے۔^(۱)

عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ حج سے واپسی کے سفر میں صغیرہ رضی اللہ عنہا کا اونٹ بیمار ہو کر سست چلنے لگا جس سے وہ پیچھے رہ گئیں اور وہ شروع کر دیا۔ نبی ﷺ کو یہ چلا تو آپ ﷺ ان کی تلقین فرماتے رہے مگر وہ اور زیادہ روئے لگیں۔ نبی ﷺ نے زنب بنت جحش رضی اللہ عنہا جن کے پاس اضافی اونٹ تھے، سے کہا کہ ایک اونٹ صغیرہ کو لے دو۔ انہوں نے سوکناپے میں ایسا بملہ بکد یا جو نبی ﷺ کو ناکوار ہوا۔ آپ ﷺ ان سے ناراض ہو گئے اور تین مہینے تک ان سے دوری اختیار کیے رکھی۔^(۲) اسی سلسلے کی ایک دوسری روایت میں اتنا اضافہ اور ہے کہ تین مہینے کے بعد زنب رضی اللہ عنہا نے اپنے گلہ میں ایک مرد کا سایہ دیکھا۔ خود سے کہنے لگیں کہ یہ تو کسی مرد کا سایہ ہے جبکہ نبی ﷺ تو میرے پاس آتے نہیں تو پھر یہ کون ہے؟ جب نبی ﷺ کو انہوں نے دیکھا۔ پھر آپ ان سے راضی ہو گئے۔^(۳) یہ حدیث اس بات کا واضح ثبوت فراہم کرتی ہے کہ نبی ﷺ کا سایہ تھا اور جو لوگ نبی ﷺ کو بے سایہ مانتے ہیں، وہ غلطی پر ہیں اور تارائشگی میں ان احادیث کا انکار کرتے ہیں بلکہ نبی ﷺ کو اس طرح مافوق البشر ثابت کر کے تقبی جی قرآنی آیات کے کفر کے بھی مرتکب ہوتے ہیں۔

بشری خصائص کے تحت ازواج کے باہمی تعلقات نے آپ ﷺ کو بھی کبھی متاثر کیا۔ چنانچہ ازواج مطہرات کے اس معاملے میں صغیرہ رضی اللہ عنہا بھی عائشہ رضی اللہ عنہا وغیرہ کے ساتھ مل گئیں جس میں نبی ﷺ کو کسی دوسری زوجہ مطہرہ کے یہاں شہ پیچنے سے باز رکھنے کے لیے نبی ﷺ کو باور کر دیا گیا کہ آپ ﷺ کے منہ سے صغیرہ کی بابت یہی ہے۔ جس پر سورۃ التحریم میں نبی ﷺ کو متنبہ کیا گیا کہ ”آپ ﷺ نے خود پر وہ چیز کیوں حرام کر لی جو اللہ نے آپ پر حلال کی ہے؟“^(۴)

بعض تارغی روایات سے پتہ چلتا ہے کہ وفات رسول ﷺ کے بعد اپنی بیوی کے دور میں آپ ﷺ نے جہاد میں بھی حصہ لیا اور ہر طریقے سے اسلام حق کے لیے کوشاں رہیں۔ آپ ﷺ کی زندگی کے بعض ایسے پہلو بھی ملتے ہیں جو آخرت انسانی کے لیے بے مثال ہیں۔ غصہ صغیرہ کے اغوا سے نجات کے لیے عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے گھر کا محاصرہ ہوا تو آپ ﷺ نے ضروریات زندگی فراہم کر کے ان کی مدد فرمائی، انہیں ہمت دلائی اور کھانا پانی پہنچایا کرتی تھیں۔ جب عثمان رضی اللہ عنہ کے مکان پر باغیوں نے پہرہ بٹھا دیا تو خود شیر پر سوار ہو کر ان

(۱) اہم تارغی کتاب البیوع، باب فیس اسد طبعا یعم ملاء / مسالی، کتاب عشوت النساء، باب الغیرۃ (۲) اہم تارغی کتاب البیوع، باب ذک السلام (۳) مسند احمد، ۲/۲۴۲ (حدیث صغیرہ ام البنین) حدیث ۲۰۲۴۵، ۲/۲۳۸ (حدیث البیوع الدائمتہ) حدیث ۲۴۲۸۱ (۴) بحار، کتاب النہی، باب من اذی الی صاحبہ / کتاب الطلاق، باب وجوب الکفارۃ علی من حرم امراتہ

کے مکان کی طرف چلے، سلام ساتھ تھا۔ جب داخلے کی کوئی صورت نہ پائی تو گھر واپس آ گئیں اور حسن بن علی رضی اللہ عنہ کو اس کام کے لیے مامور کیا جو صغیرہ رضی اللہ عنہا کے مکان میں ان کے لیے کھانا پانی لے جاتے تھے۔

دوسری ازواج مطہرات کی طرح آپ بھی حدیث و فتن کا ایک دانش کدہ تھیں۔ آپ ﷺ نے رسول اللہ ﷺ سے بہت سی حدیثیں روایت کی ہیں آپ کے بھانجے اور آپ کے غلام کنانہ اور یزید بن مسطب مزیں العابدین، مسلم بن صفوان وغیرہ نے اس روایت کی ہیں۔ مذکورہ مصادر روایات کے علاوہ آپ کی یہ ایک مشہور حدیث ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جس نے کسی عراف (ہست) شناس (نوفی، کانینہ وغیرہ) مستطین کی خبر دے، اس کے پاس جا کر کوئی بات پوچھی تو چالیس دن تک اس کی صلوات قبول نہیں ہوتی۔ (مسلم، کتاب السلام، باب قولہ لا یذکر)

آپ ﷺ نے وفات میں وفات پائی۔ دیگر ازواج مطہرات کے ساتھ قیام میں رہیں۔ اب تاریخ انہیں ان کے اسرائیلی نسب کی حیثیت سے نہیں، یہودی سردار بنی بنی کی حیثیت سے نہیں بلکہ ام المؤمنین، زوجہ مطہرہ رسول مقبول کی حیثیت سے شناخت کرتی ہے۔ رضی اللہ عنہا، من سائر امہات المؤمنین ومن تبع المسلمین

ہم نے احادیث میں مذکور حالات و واقعات پر ہی اکتفا کیا ہے اور بیشتر تاریخی روایات سے صرف نظر کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ صحابہ کرام اور امہات المؤمنین رضی اللہ عنہم کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

بقیہ مذکورہ مضامین

کسی صورت بھی جائز نہیں ہو سکتا۔ گائے اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ ہے، اس کا گوشت ہمارے لیے حلال ہے لیکن جب یہی گائے چوری کر کے کافی جانے تو حرام ہو گئی یا حلال؟ انکو اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ ایک بہترین نعمت ہے لیکن جب اسی انکو سے کشید کر کے شراب تیار کی جاتی ہے تو وہ پھر حرام کیوں مانی جاتی ہے؟ تو ان کا یہ کہنا کہ یہ ارار رزق اللہ تعالیٰ کا عطا کردہ ہے یہ کیسے حرام ہو سکتا ہے، بالکل غلط بات ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جب اپنے سوا کسی بھی دوسرے کے نام سے ولایت کی جانے والی ہر چیز کو حرام قرار دے دیا ہے تو اسے بالکل اسی طرح ماننا چاہیے اور اپنے بالظن عقیدے کے لیے کسی بھی قسم کی ہیر پھیر نہیں کرنی چاہیے۔

مندرجہ بالا وضاحت کی روشنی میں غیر اللہ کی سرعہ نذرہ جو ذکرنا شرک فی العبادات، سخت گناہ اور حرام و ناجائز ہے۔ خیر القرون و ملاحد میں بھی کسی سے غارت نہیں کہ کسی نے مخصوص دنوں میں کھانا وغیرہ دیا کر کسی کی نیاز دلانی جو یا اسے ایصال ثواب کیا ہو۔ یہ خاص شرکات فعل ہے جس سے ایمان والوں کو ہر چیز کرنا چاہیے۔ نیاز کا کھانا وغیرہ مگر نہ لینا چاہیے بلکہ نبی سے قرآن وحدیث کا حکم ماننا چاہیے۔ خاندان، برادری، محلے کی مخالفت و نارائشگی کے خوف پر اللہ کی نارائشگی کے خوف کو ترجیح دینی چاہیے۔ نہ ہی یہ منافقت انداز اپنانا چاہیے کہ نیاز لے کر فقیر کو سے دی جائے یا نہ دے۔ یہ دلی ہے۔ دل میں ایمان ہے تو اس کا اظہار بھی کرنا چاہیے۔ اللہ ہمیں حرام سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

قافلہ ہے رواں دواں

مرتبین: ذہیر احمد واج، کندھ کوٹ/تخلیل الرحمن، کراچی/سجاد حسین، سرگودھا/ارشاد ظفر، امریکہ

کل پاکستان سالانہ اجتماع

اس اجتماع کی رپورٹ تاخیر سے موصول ہوئی، اس وجہ سے مرکز شت اجتماعت میں شامل ہونے کی جاسکی، ساتھیوں کی معلومات کے لیے اس کو شامل مجلہ کیا جا رہا ہے۔ کل پاکستان سالانہ اجتماع دیرہ جدید، سرگودھا کی مسجد توحید میں ۳۱ اور ۳۲ نومبر ۲۰۰۵ء کو منعقد ہوا۔ پچھلے اجتماعات کی نسبت اس اجتماع میں ساتھیوں کی تعداد زیادہ تھی۔ دوران اجتماع مثالی نظم و ضبط کا مظاہرہ دیکھنے میں آیا۔ مرکزی شوری کے رکن، شمالی ملاقہ جات کے ناظم محمد اعظم صاحب کی وفات کی وجہ سے اجتماع میں سوگ کی کیفیت چھائی رہی۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرماتے ہوئے انہیں جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے۔ آمین

۲۱ نومبر بروز جمعہ، صلوٰۃ الفجر کے بعد سرگودھا کے ناظم ماسٹر عبد العزیز صاحب نے سورہ روم کی آیت ۳۱: **ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الدِّينِ وَالْعِلْمِ هَتَاكِبَتْ يَدَايَ الْفَالِقِينَ لِيُنْزِلَ فَاِذَا هُوَ** پر درس قرآن دیا۔ انہوں نے ان آیات کے حوالے سے بیان کیا کہ آج خشکی اور تری میں خرابی برپا ہو گئی ہے، مہندروں میں طغیانی اور طوفان، بارود کی بارش، پانی کا خداب حد سے زیادہ بارشوں کی صورت میں برپا ہے۔ لوگ چاہ ویر باد ہو رہے ہیں۔ یہ سب کچھ انسان کے اپنے ہاتھوں کی کمائی ہے۔ انہوں نے کہا کہ دنیا کی نعمتیں اور سہولتیں صرف زندگی کے دم سے ہیں اور آخرت کی نعمتیں اور آرام بھی اسی زندگی پر منحصر ہے۔ تمام مسالک و دنیاوی، جو بھی نبی ﷺ کو پیش آئے، انہوں نے ان کو برداشت کیا۔ ان آزمائشوں کے ذریعے سے یہ پتہ چلتا ہے کہ اپنے دین میں کون سچا ہے اور کون جھوٹا ہے۔ دل انسان کا مرکز ہے، ظاہر اور باطن دونوں صورتوں میں دل محسوس کرتا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی کارفرمائی ہے، اور دنیا میں جتنے مسالک ہیں، سب کچھ انسان کی اپنی کاوش ہے۔ قرآن زندگی اسی کو کہتا ہے جس نے شعوری طور پر ایمان قبول کیا ہو۔ اور دوسرے جو ایمان سے خالی ہیں وہ مراے کی طرح ہیں۔ بے ایمان انسان میں شعور کی رشتہ بند نہیں ہوتی۔ ایسے لوگ صحیح معنی میں انسانیت کی صفات سے عاری ہوتے ہیں۔ دراصل زندگی تو بس ایمان و اردوں ہی کی ہے۔ عرب میں ایک شخص کی اللہ نے یہ دیوٹی مقرر کی کہ آپ پوری دنیا کو صحیح راستہ دکھائیں۔ یہ وہ وقت

تھا جب اپنے وقت کے سپر یادرز قیصر و کسری و قبول و عروج پر تھے اور انہوں آپس میں نبرد آزما تھے۔ اس دور میں روہی مغلوب اور ایرانی غالب آ گئے تھے۔ اس صورت حال میں سورہ روم میں اللہ تعالیٰ نے مشین گوئی کی کدروں کی اسب و مغلوب ہیں لیکن چند سالوں میں غالب آ جائیں گے۔ اس وقت سیاست اور بیہودیت میں اعتبار و رہبان کا دین راج تھا اور انہی کو رب بنالیا گیا تھا اور رات و انجیل کے ادکامات سے نہ صرف دور ہوئے بلکہ ان میں تحریف بھی کر رکھی تھی۔ مشرکین کہ یہ کہتے تھے کہ جس طرح روہی اہل کتاب آج امراتوں کے ہاتھوں مغلوب ہیں، اسی طرح محمد ﷺ اور ان کے ساتھی بھی ہمارے ہاتھوں مغلوب رہیں گے۔ ایسے حالات میں اللہ کے رسول ﷺ نے دعوت حق اٹھائی اور بتایا کہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں سے کہتا ہے کہ **اتَّقُوا اللَّهَ وَاعْمَلُوا الصَّالِحَاتِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ** کہ آج کے بجائے کل یعنی آخرت کی فکر کرو، اللہ تعالیٰ کی مدد ہمیشہ شامل حال رہے گی۔ صحابہ کرام نے اس پر عمل کر کے دلچایا۔ چشم فلک نے دیکھا کہ نہ صرف اپنے وقت کی زیر دست قوتیں قیصر و کسری صحابہ کے ذریعے آ کر باق گزار بنے بلکہ مشرکین کہ بھی کئی معرکوں میں ذلت آمیز شکستوں کا مزہ چکھ کر صحابہ کے دستِ جگر بن گئے۔ ماسٹر صاحب نے اپنی تقریر میں بدل انداز میں دنیا کی بے ثباتی کو بیان کیا اور آخرت کی زندگی کی طرف ترغیب دلائی۔

اشراق و نفاست کے بعد آزاد کشمیر کے امیر محمد آزاد صاحب کے اختتامی کلمات سے پروگرام کا باقاعدہ آغاز ہوا۔ انہوں نے سورہ مریم کی آیات **وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا... اِنَّ عَلَيْنَا لَلْاِزْمٰی وَالْاِزْمٰی عَلٰی الْاَوَّلٰیْنَ** آیات ۸۸-۹۳ کے حوالے سے اس امت میں پائے جانے والے مشرکانہ عقائد و اعمال کی نشاندہی کی اور قرآن وحدیث کی روشنی میں پھر پرانداز سے ان کی تردید کی۔ آپ نے بتایا کہ جیسے نصابی نے معنی **الظَّالِمِ** کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا بنا کر اٹھائی ذات میں شریک کیا، اسی طرح قرآن محمد رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کے نور کا کٹلا بنالیا گیا ہے۔ یہ ذات کا شرک اتنا بڑا ظلم ہے کہ اس پر نزدیک ہے کہ آسمان پھٹ جائے، زمین شق ہو جائے، پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں جیسا کہ ۸ اکتوبر ۲۰۰۵ء کے زلزلے میں ہو گئے۔ یہ زلزلہ اللہ تعالیٰ کے غضب کی ایک نشانی تھی لیکن اس کے باوجود یہ قوم

نہیں سے مس نہیں ہوئی۔ اگر اس قوم نے شرک سے توبہ نہ کی تو اپنی دنیا میں اس سے بڑے دائلے، صدائی جیسے ہی خطرات آئیں گے۔ دورانِ فقر پر جب آزاد صاحب نے اظہارِ صاحب مرحوم کا ذکر کیا تو فقر پر آنکھ اٹھلا رہی تھی۔

آزاد صاحب کی تقریر کے بعد اصول جو یہ کار پر گرام تھا جسے پکا کر کے باقی جاری غلیل الرحمن صاحب نے کیا۔ اس کے بعد فتح جنگ کے ساتھی محمد منیر صاحب نے سورۃ فتح کی آیت ۲۵: **وَمَا كُنَّا بِمُعْجِزَةٍ لَّكُمْ قُلُوبًا** کے حوالے سے عقیدہ عذابِ قبر پر روشنی ڈالنے سے کہا کہ یہ اس دنیا ہی کی جڑ میں نہیں بلکہ عالمِ برزخ میں ہوتا ہے۔ انہوں نے عقیدہ سورۃ روح کی قرآن و حدیث کے حوالے سے تردید کی۔ حق صاحب کی تقریر پر بی دلیل اور جامع تھی جو وقت کی کمی کے باعث مکمل نہ ہو سکی کہ اس وسیع موضوع کا ایک گھنٹے میں احاطہ ممکن نہیں۔

اس کے بعد فہم القرآن کا یہ مگرام ہوا جس میں سورۃ غل آیت ۳۲: **لَا يَخْشَى اللَّهُ الْكِبَرَ وَلَا الْجُنْثَةَ** پر مشتمل دو روایتیں کی ۲۲ فقرہ ہیں جن میں نکمہ سے دو احادیث محمد اسماعیل بن عیسیٰ صلیہ و دو حدیثان سے عبدالمکرم، یہ نیاں صوبہ پنجاب سے مہر اللہ اور لکھنؤ صوبہ سے صدقہ عرفان اللہ نے پھر یہ روایات کے ساتھ الہامہ کی ہندگی کے اوپر روشنی ڈالی اور غیر اللہ کی ہندگی کو رد کیا۔ اس پر وگرام کے گرام قصور کے باقی غلیل، ایک صاحب تھے۔

علماءِ اہلِ عصر نے بعد فعلیہ قیاد کے نو جوان ساتھی رفعت ثواب نے سورۃ تہا کی آیت ۶۹: **وَمَنْ يُضِلِلِ اللَّهُ فَهُوَ لِغَيْرِكَ** سے لے کر **وَالصَّيِّغَاتُ يُغْنِيَنَّكَ اللَّهُ** کے حوالے سے بتایا کہ صحیح احادیث ایمان کا لازمی حصہ ہے ایمانِ خاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے احکامات کی پابندی اور سنت رسول سے محبت ہی دین ہے اور آخرت کی کامیابی کے لیے یہ ضروری ہے۔ متعدد قرآنی آیات اور متفقہ احادیث کے ذریعے رفعت ثواب نے مکمل کرم و علامت کی اہمیت کو واضح کیا۔

رفعت صاحب کی تقریر کے بعد قاری غلیل الرحمن صاحب نے سورۃ بقرہ کی آیت ۲۵۶: **فَمَنْ يَكْفُرْ بِالْإِسْلَامِ فَقَدْ كَفَرَ بِاللهِ** کے حوالے سے درجہ طائفوت کے موضوع پر ایک مدلل بیان فرمایا۔ انہوں نے اس بات کی وضاحت کی کہ طائفوت کیا ہوتا ہے، اور اس کا انکار ایمان کے لیے کیوں ضروری ہے۔ آیات قرآنی کی روشنی میں انہوں نے بتایا کہ اہلِ ایمان، ملوی و پیرسی اس امت کے سب سے بڑے طائفوت ہیں کیونکہ انہوں نے مختلف انداز میں قرآن و حدیث کے دین کے مقابلے میں ایک نیا دین چھپایا ہے جس کی بنیاد اللہ اور اس کے رسول کا قتل نہیں بلکہ ان کے کارہین کے اقوال و ملفوظات ہیں۔

شہدہ پر گرام کے مطابق قادی صاحب کی تقریر کے بعد محترم اظم صاحب مرحوم نے تقریر کرنا تھی جن کی وفات کے بعد پنجاب شوری کے ایک رکن نے سورۃ انفال کی آیت ۲۵: **وَاللَّهُ يَخْتِمْ بِكَ الْإِيمَانِ الَّذِي بَوَّعْتُمْ بِهِ**

خاتمہ کے حوالے سے ایک جامع تقریر کی۔ تقریر میں بتایا گیا کہ ایمان والوں کو برکت، فساد، ظلم، زیادتی سے خود کو بچانا ہے کیونکہ ایسے بھی قتلے ہیں جن کی زد میں صرف وہی لوگ نہ آئیں گے جنہوں نے ظلم یا ہوگا بلکہ اس کی لپیٹ میں دوسرے بھی آ سکتے ہیں۔ اس کے لیے ہر لمحہ خود احتسابی میں گزارنا ہوگا۔

ایمان کے دوسرے درجہ سورۃ الفجر کے بعد امیر پنجاب پنجاب جناب حکیم محمد رمضان صاحب نے سورۃ بقرہ آیت ۲۶: **عَسَىٰ أَنْ يَمُنَّ لَكُمْ** کے حوالے سے ایمان کے بعد انفاق فی سبیل اللہ کی اہمیت کے اوپر قرآن و حدیث کے دلائل سے روشنی ڈالی۔ انہوں نے بتایا کہ مالک انسان سے اتنی محبت کرے کہ خود مال و دولت عطا فرمائے اور پھر انسان سے کہتا ہے کہ مجھے قرآن و حدیث سے روکنا چاہتا کر کے تمہیں میں ایسا لوٹاؤں گا۔ سائنس کے پڑھنے پر مبنی ہیں کہ نبی ﷺ انفاق فی سبیل اللہ کے سوا کسی چیز آدمی سے بھی زیادہ دیتی تھے۔ محکم صاحب نے مختلف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے واقعات پیش کرتے ہوئے ساتھیوں کے ساتھ انفاق فی سبیل اللہ کی اہمیت کو واضح کیا۔

اشرفی وناشتہ کے وقت کے بعد اصول جو یہ کار پر گرام ہوا اس پر وگرام میں قاری غلیل الرحمن صاحب نے گزشتہ روز پرچہ ہائے علم اصولوں کے تحت قرآن کی مشقی کر لی۔

اس کے بعد مرکزی شوری کے رکن امراچی کے ساتھی محمدی گل صاحب نے سورۃ الحجرات آیت ۱۵: **لَا تَجْعَلُوا دِينَكُمْ تِلْكَ الْأُمَّةَ** کے حوالے سے تقریر کی۔ اپنی تقریر میں انہوں نے بتایا کہ ایمان دو ہے جو شک و شبہ سے دور ہے، ایمان والوں کو اللہ کی بتائی ہوئی باتوں میں ذرہ برابر بھی شک نہیں ہوتا، ایمان والے اقلہ وقت ہوتے ہیں جو ان کے خاص ایمان الہی اور پھر اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتے؛ چراغ اللہ کے علاوہ دوسروں کو پکاریں، ان کی نذر و نیاز دیں، غور و فکر نہ کریں۔ تو اس قسم کے سارے ایمانی شرکاء ہیں، ان باتوں سے ایمان ضائع ہو جاتا ہے۔ محمدی گل صاحب نے بتایا کہ مومن کا ایمان شک و شبہ سے پاک ہونا چاہیے کیونکہ ایمان کے بعد شک ایمان کے لیے مہلک ہے۔ شک و شبہات سے پاک مومن ہی اللہ تعالیٰ کی راہ میں جان و مال سے جہاد کر سکتا ہے۔

محمدی گل صاحب کی تقریر کے بعد کراچی کے ساتھی نور سلطان نے سورۃ شوری کی آیت ۱۷: **وَالَّذِينَ كَفَرُوا لَا يَمُنُّونَ بِالْحُجَّةِ** کے حوالے سے تقریر کی جس میں انہوں نے بتایا کہ ہمیشہ علم والے ہی اختلافات اور تفرق پر دازی کا شکار و کرامت کو گمراہی میں ڈالتے رہے ہیں کیونکہ یہ لوگ اپنی برائی کو برقرار رکھنے کے لیے امت کو گمراہی میں تقسیم کر دیتے ہیں اور محض آپس کی ضد، عناد اور عداوت دھرم کی وجہ سے تفرق بازی کو ہوا دیتے ہیں۔ خود کو دوسروں سے افضل سمجھنے کا خیال ان کے ذہن و خیال میں جا بجا بنایا ہے، ان پر شیطان کا وارہ دنا

ہے اور بڑائی کا یہ زخم، جھٹنڈ اور تلخ نہیں، شیطان کا سامنی بنا دیتا ہے۔ مقرر نے قرآن وحدیث سے ذیل انداز میں اس مسئلہ پر روشنی ڈالی کہ دین میں جس نے تفرق ڈالا، اس کا دین بے کوئی تعلق نہیں۔

اگلی تقریر آزاد کشمیر کے ساتھی یحییٰ الرحمن صاحب نے سورۃ الفتح کی آیت: **فَقُلْ لِلّٰهِ الْغَنِيُّ وَاللّٰهُ يَتِمُّهُ الْيَوْمَ الْآخِرُ** کے تحت فرمایا کہ محمد ﷺ کے ساتھی آپس میں بہت پیار و محبت کرنے والے اور کافروں کے مقابلے میں سخت ہوتے ہیں کیونکہ ایمان داروں سے محبت ایمان کا لازمی حصہ ہے۔ نبی ﷺ کا فرمان ہے کہ تم جنت میں نہیں جا سکتے جب تک آپس میں محبت نہ کرو۔ اسی طرح مومنوں کو چھوڑ کر غیر مومنوں سے دوستیاں کرنے سے بھی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے منع کیا ہے۔ مقرر نے قرآن وحدیث کے بحر پر دلائل سے اس بات پر زور دیا کہ مومن کی محبت اور عداوت صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ہوتی ہے۔

پروگرام کے آخر میں امیر تنظیم محترم محمد حنیف صاحب نے اختتامی کلمات اور شاذ فرمائے۔ امیر محترم نے ارشدہ تقریر میں سورۃ یوسف کی آیت ۱۰۶ **وَمَا لِيَؤَيِّنُكُمْ لِيُغْلِبَ عَلَيْكُمُ الْكَافِرُ اَلَا وَهُوَ قُدْرَتُهُ لِكُلِّ شَيْءٍ عَاجِلٌ** پر یہ تنظیم بنی ہے۔ ایمان کی بنیاد کفر بالظالمات پر ہے، تنظیم کی دعوت کا محور یہی کفر بالظالمات ہے، تنظیم کے تمام پروگراموں کا سرکاری مشمولہ ایمان کی جوہری بات کفر بالظالمات ہی رہا ہے۔ انہوں نے عقل والوں کی صفات بیان کیں کہ کیسے وہ اللہ تعالیٰ کی کائنات کے اندر غور و فکر کرتے ہیں، اللہ کی نعمتوں کا ادراک کرتے ہوئے اپنے مالک کو پہچانتے ہیں اور سچے انسان بننے کا ارادہ کرتے ہیں۔

امیر تنظیم و رفقاء کا دورہ سرحد

اس دورے کی کارگزاری بھی تاخیر سے موصول ہوئی اس لیے پچھلی اشاعت میں شامل ہونے سے روکئی۔ ساتھیوں کی معلومات کے لیے اسے شائع کیا جا رہا ہے۔

صوبہ سرحد کے ۱۲ روزہ دورے کے لیے ساتھیوں کا ایک قافلہ محمدی گل صاحب کی معیت میں کراچی سے روانہ ہوا۔ اس قافلے کا پہلا پروگرام ۱۳ ستمبر ۱۹۷۲ء کو ڈیرہ اسماعیل خان کے مرکز میں ہوا۔ مقامی ناظم تحریک رمضان صاحب کے گھر میں ماحول ملاقاتوں سے تشریف آوار میں ساتھی جمع ہو گئے تھے۔ اعظم صاحب مرحوم، سابقہ امیر شمالی علاقہ جات کے علاوہ امیر پنجاب حکیم محمد رمضان صاحب بھی آئے ہوئے تھے۔ بعد صلاۃ المغرب، حکیم رمضان صاحب نے سورۃ اخلاف کی آیات ۲۰-۲۲ **وَيُؤَيِّنُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ** کے تحت فرمایا کہ آج انسانیت نے اللہ کے ساتھ کیا معاملہ کیا ہے کہ اس ایک الکو چھوڑ کر کس طرح قوت شدہ انسانوں کو اپنا الٹا بنا رہا ہے، ان میں سے کسی کو مشکل اختیار کر دیا تو کوئی حاجت روا بنا دیا گیا، کوئی ان کو

اولاد دینے والا ہے تو کوئی غریب نواز۔ اپنے دہ سے خدائی کے اس عمل کی وجہ سے آج یہ اللہ کے عذاب کے حق دار بن گئے ہیں۔ حکیم صاحب نے دنیا کی بے ثباتی کو بیان کرتے ہوئے بتایا کہ دنیا میں مال و دولت کے باجیر جمع کرنے والا، دنیا کی نشان و شوکت، دھبہ و دبدبہ رکھنے والا، قیامت کے دن آگ میں جھونک دیا جائے گا۔ اس دن اللہ کے عذاب سے بچنے کی صرف ایک ہی راہ ہے کہ اللہ پر خالص ایمان لایا جائے، اس کی بندگی اس انداز میں کی جائے کہ کسی کو اس کا حسرت نہ ملنا پڑے۔ ایسے ہی لوگوں سے اللہ کا وعدہ ہے کہ وہ سرور جنت میں داخل کیے جائیں گے۔ درس کے بعد سوال و جواب کا پر دروم ہوا۔ صلواتی انجمن، انجمناء کے بعد علاقے کے روایتی کھانے "صحبت" سے ساتھیوں کی تفریح کی گئی۔ رات قیام کرنے کے بعد دوسرے دن شام اور صلاۃ الا شراق کے بعد ساتھی دریا خان کے لیے روانہ ہوئے۔ اعظم صاحب مرحوم، ایک کے ساتھی مظہر صاحب کی دیکھنے کے ساتھ راہ پلنڈی سے آئے ہوئے تھے۔ بقیہ پروگرام دورہ اسی گاڑی میں کیا گیا۔

دریا خان کی مسلم مسجد میں صلاۃ العظمیٰ سے پہلے محمدی گل صاحب نے سورہ انعام کی آیات ۵۷-۵۹ **وَمَا لِيَؤَيِّنُكُمْ لِيُغْلِبَ عَلَيْكُمُ الْكَافِرُ اَلَا وَهُوَ قُدْرَتُهُ لِكُلِّ شَيْءٍ عَاجِلٌ** کے حوالے سے خطاب کرتے ہوئے ایمان و عقیدے کی اہمیت کو بیان کیا۔ آپ نے بتایا کہ جو لوگ ایمان کی قدر نہیں کرتے اللہ بھی ان سے ایذا انجمنیٹا ہے۔ ہمیں اس کی قدر دانی کرنی ہے، اللہ کا خوف دل میں بٹھانا ہے۔ آج جو اللہ کی نافرمانی کی جا رہی ہے کہ اللہ کا بندہ اپنے مہربان رب کو واسطوں اور وسیلوں کے ذریعے پکارتا ہے، مرنے والی یہ اللہ کو ازیکٹ پکارتا ہے کہ بھگدائیں اس دنیا میں بھیج دے۔ جسے میں پھونڈ آیا ہوں۔ اس وقت اس سے یہ واسطے بننے سب گم ہو جائیں گے۔ اس وقت اسے وہ لفظی یاد نہیں آئے گی، جو آج یہ لکھتا ہے جب اس سے کہا جاتا ہے کہ اپنے رب کو براہ راست پکارو، وہ بلا واسطہ سب کی سنتے والا ہے۔ واسطوں نے اپنے جیت کی خاطر انسانیت کو کفر و شرک میں لگا دیا ہے۔ ایمان کا شفاء ہے کہ ان پریت کے بندوں کا کھل کر انکار ہو، یہ طاغوت ہیں اور طاغوت کے انکار کے بغیر ایمان مکمل نہیں ہوتا۔

دریا خان میں پروگرام کے بعد ساتھی والیں ڈیرہ اسماعیل خان آئے اور وہاں سے ضلع ٹانک کے علاقے ملائی کے لیے روانہ ہوئے اور تقریباً صلاۃ العظمیٰ کے وقت وہاں پہنچ گئے۔ مشکل حالات کے باوجود یہاں کے ناظم ابو بشام صاحب نے اپنے گھر پر ساتھیوں کی ضیافت کا بڑا بندہ است کر رکھا تھا۔ صلواتی انجمن والہام سے فراغت کے بعد مقامی مسجد میں جہاں کافی تعداد میں لوگ جمع ہو گئے تھے، محمدی گل صاحب نے پشتو میں سورہ بقرہ کے پہلے رکوع کے حوالے سے دس قرآن ریتے ہوئے ایمان، کفر اور منافقت کی وضاحت فرمائی۔ آپ نے بتایا کہ انسان اللہ کا محتاج ہے، سارے کے سارے انسان اللہ کے دے دیے تھے ہیں، اللہ تعالیٰ نے کسی کو کچھ بخش دیا کر نہیں بھیجا۔ آج ان کھر چھٹے والوں کا یہ

حالی ہو گیا ہے کہ انہوں نے اللہ کی صفات اللہ کے بندوں کے نام کر دی ہیں۔ اللہ کے بجائے تعویذیں پر ان کا بھروسہ ہے، بھجرا ایسے لوگوں کا کیا انجام ہوگا جنہوں نے آج دین کو کھیل قمار کاٹھا رکھا ہے۔ تقریر کے بعد لکھنؤ کی مکمل صاحب نے سوانہا لیا کے جواب دیے۔ مقامی سامعین نے بھی سوانہا لیا کے کہے کہ ابوہریرہؓ ام کیوں ہمارے ساتھ نماز نہیں پڑھتا، ہماری تقریرات میں شریعت نہیں ہو جا، وغیرہ۔ انہیں تفصیل سے مسلکی عقیدے کی غریبیاں بتائی گئیں جن کی موجودگی میں کوئی یکسو نہیں رہے گا۔ لوگوں کو ایسا کام نہیں ہونا چاہیے۔

صلوٰۃ العصر اور شام صاحب کے ذریعے پر ادا کی گئی۔ جس کے بعد یہ قافلہ ملکِ جان کے ذریعے داتِج کرک کے لیے روانہ ہو گیا۔ سفر کی طوالت اور راستہ بھول جانے کی وجہ سے کرک پہنچنے میں کافی تاخیر ہو گئی تاہم ساتھیوں کے پیچھے سے پہلے صوبہ سرحد کے امیر نیاز اللہ صاحب نے پروگرام شروع کر دیا اور حاضرین کے سوالات کے جواب دے دے تاہم اتنی تاخیر کے باوجود مقامی ساتھیوں نے اہل قافلہ کی ضیافت میں کوئی کمی نہیں جھوڑی اور باوجود اپنی مشکلات کے پھر پور مسلمان نوازی کی۔ رات کو یہیں قیام کیا گیا۔

بعد صلوات الفجر کراچی کے منور سلطان نے مختصر دس حدیث دیاں دس صحابہ
ستہ کی ان احادیث پر مشتمل فتاویٰ میں ایمان کی اہمیت کو واضح کیا گیا ہے مثلاً
تین چیزیں ہیں جن میں پائی جائیں اس نے ایمان کی حلاوت کو پایا (۱) جو
اللہ اور اس کے رسول سے سب سے زیادہ محبت کرے۔ (۲) جو کسی سے غش رکھے
جو شخص اللہ کے لیے، یعنی کوئی ذاتی غرض، مفاد اور لالچ نہ ہو اور (۳) جو سابقہ
دین میں جان ایسا ہی برا جانے جیسا آگ میں جانے کو برا جانتا ہے..... جس نے
اللہ کے لیے محبت کی اور اللہ ہی کے لیے دشمنی کی، اللہ کے لیے دیا اور اللہ ہی کے
لیے منع کیا، تو اس نے اپنے ایمان کی تکمیل کر لی..... کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا
جب تک کہ اپنے والدین، اولاد اور ساری انسانیت سے زیادہ نبی ﷺ سے محبت
نہ کرے وہ غیروہ۔ آپ نے احادیث کی ہی روشنی میں ایک ایک کلمے کی تفصیلی
وضاحت کی۔ اس کے بعد کچھ مقامی سامعین جن کا تعلق تبلیغی جماعت سے تھا
سے سوال وجواب کی نشست ہوئی جس میں ان کے عقیدے کی خرابیوں کو قرآن و
حدیث کی روشنی میں واضح کیا گیا۔

اشراقِ دانشت کے بعد یہ قافلہ پشاور کے لیے روانہ ہوا۔ پشاور میں اس قافلہ کے ساتھ امیرِ عظیم محمد حنیف صاحب اور شیمہ صدیقی صاحبہ بھی مل گئے۔ پشاور کی دذیر کالونی میں مقامی ناظمِ محبت اللہ صاحب کے ذریعے پرپوگرام ہو جہاں قرب و جوار کے ساتھی کافی تعداد میں جمع ہو گئے تھے۔ ٹھہرے پھل سے پہلے ساتھیوں کی خوب تواضع کی گئی۔ بعدِ صلوٰۃ الظہر محمدی علی صاحب نے سورۃ فاطر کی آیات ۳۹ تا ۴۳: **هُوَ الَّذِي يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ يَمْلِكُ خَلْقَ مَا يَشَاءُ فَيَكُونُ قَسَمٌ لِّكَ** کے حوالے سے پشتو میں درس قرآن دیا۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی صفات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ ایسا عظیم خالق ہے کہ جس نے بغیر ستونوں کے آسمان

کی تخلیق فرمادی۔ آج انسان کس قدر ترقی کر گیا ہے لیکن کیا ایک چھت بھی بغیر ستونوں کے بٹا سکتا ہے؟ لیکن یہ انسان کس قدر خالم ہے کہ اس نے ایک مردے کو اللہ کے برابر کر دیا! اس انسان نے اچھا تو وہ جانور ہے جو اسلئے اللہ کی تسبیح بیان کر رہا ہے اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرا۔ یہ جنت تو اسی کے لیے ہے جس کا ایمان خالص ہو گا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اسلام کے لیے قربانیاں دی تھیں، لیکن انہی صحابہ کا نام لیتے والے یہ مولوی علوی نے کاتب پوری بن چکا ہے۔ اس کا ہر ہر کام صرف پیسوں کے لیے ہے۔ اس نے انسانیت کو گمراہ کیا ہے۔ آج اللہ کے ذکر کے بجائے ان باباؤں کے نعرے ہیں۔ ہر علاقہ کا ایک علیحدہ بابا ہے۔ لیکن قیامت کے دن صرف ایک اللہ کی حکومت ہوگی۔ وہی انسانیت کے درمیان فیصلہ فرمائے گا اور کامیاب وہی ٹھہریں گے جن کا ایمان خالص ہو گا، جنہوں نے ایک اللہ کو اپنا داتا، دیکھ کر، مشکل کشا، راحت روا اور گمراہی ہٹانے والا سمجھا ہو گا۔ جنت کے یہی مقتدر ہوں گے۔

محمدی مخلص صاحب کی تقریر کے بعد امیر تنظیم نے عصر تک حاضرین کے سوالوں کے جواب دیے۔ سوال و جواب اور گفت شنید کا یہ سلسلہ مغرب تک جاری رہا۔ بعد صلوٰۃ المغرب قافلہ پبلیسی کے لیے روانہ ہواں یہاں انکے سے بھی سامحی آئے ہوئے تھے۔ صلوٰۃ العشاء کے بعد کراچی کے ساتھی شراعت اللہ صاحب نے سورہ الکہف کے آخری دو گوش کی آیات کے حوالے سے پشتو میں درس قرآن دیا۔ انہوں نے اپنی اس تقریر میں ”ان شاء اللہ“ کہنے کی اہمیت پر روشنی ڈالنے ہوئے موبی و نظر (ﷺ) و اقرتین اور یا جوج ماجوج کے واقعات کی وضاحت کی۔ آپ نے بتایا کہ عالم الغیب صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے، انبیاء (ﷺ) عالمِ اشیب نہیں تھے بلکہ غیب کی ان باتوں کی خبرائیں بذریعہ وحی دی جاتی تھیں۔ انہوں نے اصحاب کتب کے ہاتھ کی روشنی میں بتایا کہ ایمان ہی اصل ہے، اس کی ہر حالت میں حفاظت کرنی ہے۔ اگر آزمائش کی ایسی گھڑی آجائے کہ ایمان بچانا مشکل ہو جائے تو انسان ہجرت کر جائے لیکن ایمان سے ہرگز دست بردار نہ ہو کیونکہ آخرت کی کامیابی اسی پر منحصر ہے۔

رات مسجد توحید پشیمی میں قیام کیا گیا۔ فجر کے بعد امیر محمد نواز اللہ صاحب نے سورۃ الشعراء کی آیات ۶۹-۸۹: **وَإِنَّا عَلَيْهِمْ مُّسَوِّغُونَ** کے حوالے سے پشتو میں درس دیا۔ آپ نے ابن ابی نعیم الطبرانی کے واقعے کے ذریعے توحید کے مضمحلین کو اجاگر کیا اور شرک کی عقلی بیان کی۔ ناشتے سے فارغ ہونے کے بعد یہ قافلہ خرہٹلی پایاں، ضلع نوشہرہ کے لیے روانہ ہوا۔ آج جمعہ تھا اور یہاں صبح سے طلبہ کا تربیتی پروگرام چل رہا تھا۔ فیم القرآن کے پروگرام حصہ لینے والے تین نوجوانوں نے بڑی اچھی تقریر کیں۔ اس کے بعد محمدی فکر صاحب نے سورۃ اعراف کی آیات ۳۱-۳۴: **إِنَّ الَّذِي يَنْهَىٰ ذُلَّهَا لَیْسَ بِشَکْوَہٍ** کے حوالے سے جمعہ کی تقریر کی۔ انہوں نے بتایا کہ اطاعت امیر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول

وہی آتی تھی۔۔۔ تلاوت، شدہ آیات کی روشنی میں ان لوگوں کی بد انجامی کا بھی تذکرہ کیا گیا جو اللہ کے پیغمبروں کی دعوت کو چھوڑ کر طواغیت کو اپنا دوست بنا کر، ان کی پیروی شروع کر دیتے ہیں۔ شیطان کے زیر اثر ان شخصیات کا سحر انہیں حقیقت حال سے دور رکھتا ہے، لیکن آخرت میں جیسے ہی ان پر حقیقت کھلے گی تو ان کی تعریفیں کرنے والے نبی پر وکار حسرت و انہوس میں اپنے بازو پہنچائیں گے اور اپنے اکابرین سے برکت و جزاوی کا اعلان کریں گے۔ مگر اس وقت تو وہ ہونچکی ہوگی، اس وقت کی لافعلی انہیں کوئی فائدہ نہیں دے گی بلکہ ان کے حزان و مال کو مزید بڑھائے گی۔ ان سے قطع تعلق کرنا ہے تو مرنے سے پہلے ہی دنیا سے رنگ و بو میں کرنا ہوگا۔

اشراق و نشت سے فارغ ہو کر یہ قافلہ اگلے مرکز محل آباد، ضلع چارسدہ کے لیے روانہ ہوا۔ یہاں کی مسجد توحید میں نیاز اللہ صاحب نے سورہ غم سجدہ کی آیات ۳۶ تا ۳۷ کا کمال لکھ کر لکھنا شروع کیا تھا۔ ان کے حوالے سے پشتو میں تقریر کی۔ تقریر کی ابتدا میں انہوں نے حروف مقطعات کے متعلق بتایا کہ یہ مختارات ہیں جن کا علم سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی کو نہیں مگر لوگوں نے اپنے طور پر ان کے نہ جانے کیا کیا معنی بیان کیے ہیں جن کی قرآن وحدیث سے کوئی سند ثابت نہیں۔ قرآن فنی کی اہمیت کو بیان کرتے ہوئے آپ نے بتایا کہ آج لوگ قرآن کو طوطے کی طرح پڑھتے ہیں، انہیں اس کے معنی سے کوئی مطلب ہے اور نہ ہی اس بات کو جانتے ہیں کہ مالک نے اس کتاب ہدایت کے ذریعے ہمیں کیا علم دیا ہے۔ عرب کے مشرکین عربی جانتے تھے، اسی لیے انہوں نے اس کلمہ کا اقرار نہیں کیا جس میں ایک اللہ کی وحدانیت کا اعتراف تھا۔ آج کی یہ بد قسمت امت کل طیبہ کے معنی و مفہوم سے نا آشنا ہے۔ ایک اللہ کی وحدانیت کا انہوں نے عربی میں تو اعتراف کر لیا ہے لیکن انہوں نے گنج بخش، داتا اور دیگر دوسروں کو بتایا ہوا ہے، ادنیٰ میں جتنے بھی انبیاء علیہم السلام مبعوث فرمائے گئے، سب کی دعوت کا مرکز صرف ایک اللہ کی بندگی تھا۔ یہی وہ بنیاد ہے جو ایک انسان کو دائرہ اسلام میں داخل کرتی ہے اور اسی کا انکار انہیں اس دائرے سے خارج کر دیتا ہے۔ آج اس بات کی سخت ضرورت ہے کہ اس کلمہ توحید کو انسانیت کے سامنے رکھا جائے، انہیں اس کے معنی و مطالب سے روشناس کرایا جائے۔ اس تقریر کے بعد امیر تنظیم نے حاضرین کے سوالات کے جوابات دیے۔

مقامی ساتھیوں کا جوش و خروش دیدنی تھا۔ بڑی تعداد میں نوجوان تین ہو گئے تھے اور ساتھیوں کی خاطر ہمدرد کر رہے تھے۔ صلوٰۃ الفجر و طعام کے بعد اٹل قافلہ الیاسے کے لیے روانہ ہو گئے۔ پہاڑوں کے دامن میں گھری یہاں کی مسجد توحید زیر تعمیر تھی۔ صلوٰۃ العصر کے بعد محمدی محل صاحب نے سورہ تحریم کے پہلے رکوع کی آیات: **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا خُذُوا زِينَتَكُمْ مِمَّا فِي بَيْوتِكُمْ** کے تحت قرآن دیا۔ انہوں نے سورہ تحریم کے حوالے سے اس بات کو بیان کیا کہ کسی بھی جے کو حلال و حرام قرار دینا صرف اللہ کے لیے نہیں ہے، یہ اختیار اس نے اپنے کسی

محمد ﷺ کے حکم کی ہی وجہ سے ہے۔ اس کا فائدہ آخرت میں ملے گا۔ انہوں نے آدم علیہ السلام اور شیطان کا واقعہ بیان کرتے ہوئے بتایا کہ ہر ہر ساتھی مکمل طور پر اللہ اس کے رسول ﷺ اور اپنے امیر کی اطاعت کرے۔ اپنے نفس کو اللہ بنائے کہ شیطان کو اسے بہکانے کا موقع مل جائے اور پھر وہ اسے پستیوں میں لا بیٹھے گا۔ آج کا یہ مولوی شیطان کے ایجنٹ کی صورت میں ہمارے سامنے ہے، جس نے ایک اللہ کی الوہیت کے مقابلے میں ہزاروں الگ گھڑا لے دیں۔ اب ان کو یکا کرنا چاہتا ہے، ان کے نام کی نذر و نیاز ہے اور انہی کی وہابیاں ہیں۔ عورتیں کم محض ہوتی ہیں، وہ ان پیشہوروں کی باتوں میں جلدی آجاتی ہیں، وہ انہیں خاندان کے لیے تعویذ لکھ کر دیتا ہے، یہ تعویذ کا شرک کرتی ہیں اور اس طرح یہ شیطانی ایجنٹ ان سیدھی سادی عورتوں کو جہنم کا مستحق بنا دیتا ہے۔

اس تقریر کے بعد امیر تنظیم نے جمعہ کا خطبہ دیا۔ صلوٰۃ الفجر کے بعد امیر تنظیم محمد حنیف صاحب نے ساتھیوں کے سوالوں کے جواب دیے۔ اس نشست میں امیر تنظیم نے علم کی اہمیت پر بہت زور دیا۔ انہوں نے کہا کہ ساتھی قرآن تجویز کے ساتھ پڑھتے پڑھتے توجہ دیں، اس کے علاوہ عربی گرامر کی تعلیم حاصل کریں، خود مطالعہ کریں اور پھر یہ علم دوسروں تک پہنچائیں۔

صلوٰۃ العصر پڑھ کر ساتھی مسجد توحید شاہ بڑا کے لیے روانہ ہو گئے۔ یہاں کی مسجد چھوٹی مگر بڑی خوبصورت بنی ہوئی تھی۔ مقامی ساتھی اپنی کم مانگی کے باوجود اپنے گھروں سے مہمانوں کی ضیافت کے لیے سامان خورد و نوش لے آئے تھے۔ یہاں مغرب کے بعد شرافت اللہ صاحب نے سورہ حج کی آخری آیات کے حوالے سے پشتو میں درس قرآن دیا۔ انہوں نے کہا کہ شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے، وہ دوسروں کے ذریعے انسان پر حملہ کرتا ہے۔ مشرکین عرب اللہ کو مانتے تھے لیکن ان کے ساتھ دوسروں کو شریک کرتے تھے۔ آج وہی انداز اس امت نے بھی اپنایا ہے۔ اللہ پر ایمان کا دعوٰی ان کا بھی ہے لیکن اللہ کے بندوں کو انہوں نے مشکل کشائی، حاجت روائی کے منصب پر فائز کر دیا ہے۔ اب ان کی بگڑی بنانے والے، ان کو اولاد سے نوازنے والے۔۔۔ ان کے زعم میں یہ مردہ انسان بن گئے ہیں، انسانیت کو اس بد عملی نے کیا دیا ہے؟ یہی کہ یہ اللہ کے عذاب کے مستحق بن گئے ہیں جو ہر سوال پر مسدا ہے۔ درس قرآن کے بعد صوبہ سرحد کے امیر نیاز اللہ صاحب نے حاضرین کے سوالوں کے جواب دیے۔

صلوٰۃ العشاء کے بعد ساتھی واپس مسجد توحید خوب نشانی پایاں رواں ہو گئے۔ رات، جس قیام کیا گیا۔ صلوٰۃ الفجر کے بعد منیر سلطان نے سورہ فرقان کی آیات ۳۰ تا ۳۱: **وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً مِّنَ رَبِّكَ** کے حوالے سے بشریت انبیاء کے موضوع پر درس قرآن دیا۔ قرآن کی دیگر آیات کی روشنی میں بتایا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے جتنے بھی انبیاء علیہم السلام اس دنیا میں بھیجے، سارے کے سارے انسانوں کی طرح تھے، خلقی و فنی اعتبار سے ان میں اور عام انسانوں میں کوئی فرق نہ تھا۔ فرق تھا تو صرف مقام و مرتبے میں تھا اور یہ ان پر

رسولؐ کی بھی نہیں، یا اللہ کے حکم سے ہی کوئی چیز حلال یا حرام ٹھہرتی ہے۔ رسولؐ کی اطاعت بھی اللہ ہی کے حکم کے تحت کی جاتی ہے۔ ہم امیر کی اطاعت بھی اللہ اور اس کے رسولؐ کے حکم کے تحت کرتے ہیں۔ کوئی ایسا حکم جو خلاف شرع ہو، اس میں کسی کی کوئی اطاعت نہیں۔ اس کے علاوہ ہر حالت میں امیر کے حکم کی اطاعت کرنی ہے۔ امیر جتنے جو بھی ذمہ داری دے وہ اسے ادا کرنا قبول کرنی ہے۔ اسی طرح جب کسی سے کوئی ذمہ داری واپس لے لی جائے تو بھی وہ مکمل اطاعت کرے۔ امیر کی اطاعت میں اللہ کی خوشنودی ہے۔ انہوں نے کہا کہ آج متیرہ خراب پر دین فربشوں نے قید بھرا لیا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بڑھ کر بھی کوئی دیندار ہو سکتا ہے، وہ اپنے ہاتھوں سے محنت کر کے کھاتے تھے۔ آج کس نے اس رسولؐ کو پابند کیا ہے کہ وہ مسجد میں ناکار ہے؟ اللہ تعالیٰ نے یہ عبادت انسان پر فرض کی ہیں، ان کا اجر آخرت میں ملنا ہے۔ ہر لوگ اللہ کے حکم کے خلاف اس کو پیشہ بنائے بیٹھے ہیں، وہ کس چیز کی امید رکھتے ہیں؟ کیا ان کو ان سب چیزوں کا اجر ملے گا؟ جنہوں نے اپنی غاروں کو بیچا ہو، ان کو اجر نہیں، جہنم کا عذاب ملے گا۔ ہم نے اللہ تعالیٰ سے ایک ایسا ملک مانگا جس کی بنیاد لا الہ الا اللہ پر ہوگی۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایسا ملک بھی عطا فرما دیا۔ لیکن ہم نے کیا کیا اس الہ احد کو چھوڑ کر اس ملک کی ایک ایک ٹکلی میں دوہرا لیا۔ بنائیا۔ ہر ٹکلی میں ایک قبر ہے، ایک بابا بیٹھا ہے، وہی انہیں اولاد دینے والا سمجھا جاتا ہے، اسی کو پکارا جاتا ہے اور اسی کے نام کی تذکرہ نیاز کی جاتی ہے، یہ کھ پک پڑھنے والا آخر کیوں ساری دنیا میں ذلیل ہے، اسی لیے کہ اس نے اپنے رب سے کیے ہوئے خالص بندگی کے وعدے کو فراموش کر دیا ہے۔ اب اللہ نے بھی انہیں بھلا دیا اور دوسری قوموں کو ان پر مسلط کر دیا۔ اب بھی وقت ہے کہ اللہ سے توبہ کی جائے، اس کی توبہ کا اقرار کرتے ہوئے شرک سے بچا جائے تو ان شاء اللہ، اللہ کا وعدہ پورا ہوگا اور ان کو ملے پڑے والوں کو اللہ تعالیٰ دنیا میں بھی افضل کرے گا اور آخرت میں تو ان کے لیے نعمت بھری جنتیں ہوں گی۔ مغرب سے پہلے تیرا تہجد بھی اور بارش شروع ہوگئی۔ مگر مٹھائی ساتھیوں نے اس شدید موسم میں بھی اپنی روایتی مہمان نوازی نہیں چھوڑی اور ساتھیوں کی بھرپور تشریف کی۔ رشاد گنڈا پنازی گنڈ دگا ہوں میں سفر کرتے ہوئے، لیکن کائناتی بدلتے کیا تھا۔ اس لیے ساتھی وہ وہاں میں سوار ہو گئے۔ مغرب کے بعد قافلہ مسجد توحید، صومرہ بانڈہ کے لیے روانہ ہو گیا۔ سرسبز شاداب پہاڑوں کے دامن میں، بنی بھروئی کی اس مسجد میں عشاء کے وقت قافلہ پہنچا۔ صلوٰۃ کے بعد قافلہ بانڈہ کے عطا اللہ صاحب نے سورہ العصر کے حوالے سے پشتو میں سامعین کے سامنے اس بات کو رکھا کہ مالک قسم کھا کر کہتا ہے کہ ساری کی ساری انسانیت خسارے میں ہے۔ یہ کیوں خسارے میں ہے، اس لیے کہ انہوں نے اللہ کی ذات، صفات، حقوق، اختیارات میں دوسری ہستیوں کو شریک کر دیا۔ بندگی کے لائق صرف ایک ہی تھی۔ اور وہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ مالک نے قرآن میں بتا دیا ہے کہ تعجلی قومیں کیوں برباد ہوئیں؟ صرف شرک کی

وجہ سے۔ انہوں نے جب مردہ انسانوں کو اللہ کا ساتھی بنالیا، ان کی وفات کے بعد ان کی قبروں کو عبادت گاہ بنالیا، ان کے جسم کے پتہ پانے اور ان کی پرستش ہونے لگی تو پھر یہ قومیں تباہ و برباد کر دی گئیں۔ بتایا گیا کہ اس خسارے سے بچنے والے وہی ہیں جنہوں نے ایمان کو قبول لیا، اپنے ایمان کو شرک کی طاقت سے پاک رکھا، انسانیت کے سامنے اس دھوکے کی کھینچ کی اور پھر اس راہ میں آنے والی مصیبتوں کو خندہ پیشانی سے قبول کیا۔ ان چار قسم کے لوگوں کے علاوہ جتنے بھی لوگ ہیں، سارے کے سارے مکمل خسارے میں ہیں خواہ انہوں نے دنیا کا کتنا ہی اونچا مقام کیوں نہ حاصل کر لیا ہو، مکتا مال کیوں نہ شمع کر لیا ہو۔

رات اسی مسجد میں قیام کیا گیا۔ اگرچہ دورے کے دوسرے ماقول میں موسم گرم تھا، مگر یہاں سردی محسوس ہورہی تھی۔ صلوٰۃ اخیر کے بعد مٹی کی گلی صاحب نے سورہ الملک کی ابتدائی آیات کے حوالے سے پشتو میں درس قرآن دیا۔ بطور تمہید اس سورہ کی فضیلت بیان کرتے ہوئے انہوں نے بتایا کہ قرآن کی یہ آیات بڑی فضیلت والی ہیں۔ ان آیات میں وراہ دکھادی گئی ہے جو اللہ کی عظمت والی ہے۔ لیکن انہوں نے آج اس کتاب کو بڑوان میں لپیٹ کر اس پر طرہ لگا کر، الماری میں چھپ دیا جاتا ہے لیکن اس کو سمجھ کر پڑھنا نہیں چاہتا۔ حالانکہ کوئی شخص اگر کسی کو خط لکھتا ہے تو کتاب الہیہ اسے پڑھنا نہیں آتا تو کسی پڑھنے والا اس کو سن لیتا ہے، سمجھتا ہے کہ آیتیں کیا لکھی ہیں، اس کے مطابق عمل کرتا ہے۔ لیکن اس کتاب بذات کے ساتھ اس امت نے جو معاملہ کیا ہے، وہ سب کے سامنے ہے۔ اسی لیے تو آج یہ گمراہ ہو گئے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ہمت میں داخل صرف اللہ کی رحمت کی وجہ سے ہوگا، اور یہ رحمت بھی انہی پر ہوگی جنہوں نے اس کتاب کو پڑھا، اس کے مطابق اپنے عقائد بنائے اور اقبال کیے۔ نبی ﷺ نے اپنی بیٹی فاطمہؓ اور اپنی چھوٹی بیٹی حضرت زینبؓ سے فرمایا کہ اس دنیا میں کچھ لینا ہے تو مجھ سے لے لو لیکن آخرت میں ان میں تمہارے کام نہ آسکوں گا، وہاں جنت میں تمہارا داخلہ تمہارے اقبال کی وجہ سے ہوگا۔ انسان کو وہی سمجھانا ہے جو اس نے دنیا میں کیا۔ مسلسل تقاریر کرتے رہے محمدؐ کی گلی صاحب کا لگا ہوا اثر ہو گیا تھا۔ جب یہ زیادہ خراب ہو گیا تو ایضاً تقریر شرافت اللہ صاحب نے کی۔

پروگرام کے مطابق اگلی منزل مسجد توحید مدین تھی۔ مگر یہاں فرقہ پرست مہاوی نے حالات خراب کر ڈالے تھے جن میں اہل قافلہ کو مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا۔ چنانچہ پروگرام میں تبدیل کر کے جوئے کتیاڑی، ضلع ویر کی طرف روانہ ہو گئے۔

کتیاڑی کے راستے میں ایک جگہ بہان آباد میں بھی پروگرام کیا گیا۔ یہاں کے ساتھی عیدالرحیم صاحب نے اہل قافلہ کو مدعو کیا تھا۔ انہوں نے ساتھیوں کی خوب خاطر خواہ جمع کیا حالانکہ عصر کے وقت ان کی حدودی قرب کی ٹکانت تھی۔ ان کے کھنے کی مسجد میں صلوٰۃ الفجر کے بعد شرافت اللہ صاحب نے پشتو زبان میں سورہ آل عمران کے حوالے سے ساتھیوں کے سامنے اس بات کو رکھا کہ اللہ تعالیٰ

نے ہماری یہ ذیولٹی لکائی ہے کہ انسانیت کو اللہ کی طرف دعوت دیں۔ فرمایا کہ سب سے اچھی بات اسی کی ہے جو لوگوں کو اللہ کی طرف بلائیں، ان کے سامنے اس بات کو بیان کرے کہ میں "مسلم ہوں، یعنی وہ اس دعوت کا ایک عمل نمونہ بن کر لوگوں کے سامنے آئے۔ انہوں نے بتایا کہ آج انسانیت نے اللہ کے علاوہ مردوں کو پکارتا شروع کر دیا ہے، حالانکہ مالک کا تو فرمان ہے کہ یہ مردے ہیں، ان میں جان کی رقت تک باقی نہیں رہی۔ ان لوگوں کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ ان کے یہ خود ساختہ معبود قیامت کے دن ہماری سفارش کریں گے حالانکہ اللہ بیان فرماتا ہے کہ جن کو اللہ کے مقابلے میں پکارا جا رہا ہے، قیامت سے ان اپنے پکارے جانے کو رد کریں گے۔ قیامت کے دن کسی مشرک کی سفارش نہیں کی جائے گی۔ آج ان فرقوں کا عقیدہ ہے کہ نبی ﷺ مدینہ والی قبر میں زندہ ہیں جبکہ یہ عقیدہ قرآن وحدیث کا خلاف انکار ہے۔ یہ عقائد رکھنے والے قیامت کے دن اہل رسوائی سے دوچار ہوں گے۔ اقریر کے بعد سوالوں کے جواب نیاز اللہ صاحب نے دیے۔ بعد ازاں کیتاڑی کی طرف سفر بارہ شروع کیا۔

صلوٰۃ العصر کے وقت ساتھی میٹاڑی پہنچے۔ مسجد توحید کیتاڑی میں سلوٹا اور کے ساتھی قرعہ مرکز شعبان کے لیے روانہ ہوئے۔ صلوٰۃ المغرب کے بعد کراچی کے ساتھی شرافت اللہ صاحب نے سورہ اعراف کے حوالے سے پشتم میں درس قرآن دیا۔ اپنے درس میں انہوں نے فرقوں کے وہ بارے میں رمل مومن کے اور اصحاب کلمہ کے حوالے کو بیان کر کے ساتھیوں کے سامنے اس بات کو رکھا کہ ایمان والوں پر آزمائش تو آتی ہیں۔ وہ ان آزمائشوں کی بھی سے گدہ بن کر نکلتے ہیں۔ یہ آزمائشیں اس کے ایمان کے لیے عقل کا کام کر کے اسے چٹکا دیتی ہیں۔ مگر ایمان سے عقل طاغوت کا کفر لازم ہے۔ ایمان اس کے ساتھ شروع ہوتا ہے۔ طاغوت کا کفر بڑے حوصلہ کا کام ہے۔ یہ بڑی سخت آزمائش ہوتی ہے۔ لیکن ایمان والوں کے ایمان کا امتحان اسی طرح ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کھرے اور کھولے کو علیحدہ کرنا چاہتا ہے۔ مقرر نے کافی وضاحت سے حوالوں کے ساتھ مروجہ مسلک کے عقائد کے کفر و شرک کو واضح کیا اور سامعین پر زور دیا کہ ان سے لاشعری رکھیں ورنہ پھر تباہی و تہوہ بنے والی ہے۔ آخر کے بعد سوال و جواب ہوئے۔ یہاں کی مسجد ساتھیوں سے کچھ بھیج بھیجی ہوئی تھی۔ مقامی ناظم جاہان صاحب اور دیگر ساتھیوں نے بڑی تعداد میں ساتھیوں کی ضیافت کی۔

اس کے بعد ساتھی کیتاڑی واپس آئے اور رات میں قیام کیا۔ صلوٰۃ الفجر کے بعد محمد اعظم صاحب نے سورہ نمل کے حوالے سے ایک نصیحت جس میں خطاب فرمایا۔ انہوں نے عدل واحسان، درشت داریوں کے مطلق ادا کرنے، قرابت داریوں پر ترجیح کرنے، بے دیاہی کے کاموں سے اجتناب کرنے اور گنہگار و مصیبت کی باتوں سے دور رہنے پر ایک تفصیلی بیان فرمایا۔ انہوں نے کہا کہ عدل کے معنی یہ ہیں کہ کسی چیز کو اس کے اصل مقام پر رکھا جائے۔ اللہ کے مقام کو اس کے صحیح مقام پر رکھنا، اس کی وحدانیت کو تسلیم کرنا ہے۔ یہ ظلم و ناانصافی ہے کہ اس کا

یہ تمام کئی اور کوسے دیا جائے۔ اس بات کو اللہ تعالیٰ نے ظلم عظیم قرار دیا ہے۔ یہ شرک ہے اور شرک کرنے والا کبھی جنت کی خواہش بھی نہ پاسکے گا۔ حدیث جبریل علیہ السلام کے حوالے سے انہوں نے احسان کی تشریح کی کہ انسان اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کرے کہ گویا وہ خود اللہ کو کچھ رہا ہے یا پھر یہ تم ازلم یہ خیال کرے کہ اللہ تو اسے کچھ ہی رہا ہے۔ حقوق و فرائض کا ادا کرنا احسان ہے۔ مال انسان کو محبوب ہوتا ہے، لیکن مومن اس محبوب مال کو اللہ کی راہ میں لگا کر اپنے رب کی خوشنودی چاہتا ہے، وہ بڑا کی نہیں بلکہ آخرت کی بڑائی کا طالب ہوتا ہے۔ اپنے اس درس میں انہوں نے ساتھیوں کے سامنے ان باتوں کو رکھا جن پر عمل کر کے معاشرہ ایک مثالی امت بن جاتا ہے۔ امن، صلہ حاصل ہوتا اور انسان اللہ کی رست کا حقدار بن جاتا ہے۔ اللہ کے مومن و غیب بندے اسی اللہ کو اپناستے ہوئے اپنی زندگی گزارتے ہیں۔

ناشتہ وغیرہ۔ یہ فارغ ہونے کے بعد ساتھی نوابکہ واقعہ مسجد توحید کے لیے روانہ ہو گئے۔ یہاں محمدی کل صاحب نے سورہ نمل کے دو مرتبہ رکوع کے حوالے سے پشتم میں درس قرآن دیا۔ انہوں نے کہا کہ جب بھی دنیا میں کوئی نئی چیز پیدا ہو تو قوم کے بڑوں اور مولویوں نے ان پر طرح طرح کے فتوے لگائے۔ لوگوں کو دغا کر دیا، ان کی دعوت حق سے دور رکھا، یہی شیطان نے بھی جب اس دعوت کو پیش کیا تو آپ کی اپنی قوم والے آپ کے دشمن بن گئے۔ آپ ﷺ نے اپنی قوم کے علاوہ مخالف چار بھی اس دعوت کو پیش کیا۔ لیکن انہوں نے بھی آپ ﷺ کی الیہ نہ مانی۔ آج بھی جب انسانیت کے سامنے قرآن کی یہ باتیں پیش کی جاتی ہیں تو یہ "ہادی" "حضرت" "لوگوں کو بہکانے" کے لیے اسی طرح کی باتیں کرتے ہیں۔ اللہ کے بندوں کو قرآن کے قریب نہیں آئے دیتے۔ جہنم سے نجات کی ایک ہی راہ ہے کہ آپ اللہ کو یہ کہیں کہ "مطلق بن گیا ہے۔" اللہ ہماری فروریوں سے درگزر فرمائے گا اور ہم پر رحمت کرتے ہوئے اپنی جلتوں میں دانش فرمادے گا۔

درس کے بعد سوال و جواب کا یہ دورام نہا۔ امیر عظیم نے حاضرین کے سوالوں کے جواب دیے۔ بڑی تعداد میں حق ہو جانے والے ساتھیوں کی اچھی طرح خاطرہ رست کی گئی۔ اس کے بعد ساتھی واپس کیتاڑی کے لیے روانہ ہوئے۔ صلوٰۃ المغرب کے بعد محمدی کل صاحب نے سورہ آل عمران کے آخری رکوع کے حوالے سے پشتم میں درس دیتے ہوئے عقیدہ توحید کی وضاحت کی، شرک و بدعت کی عقلی و بدوئی کو قرآن وحدیث کے ذریعے واضح کیا، بارہ روہیان کی دین کے نام پر دکھائی دیے کہ انہوں نے کفر و کفر کی مختلف شکلوں کی شکل میں کی۔ بڑی تعداد میں حق ہو جانے والے ساتھیوں نے دلچسپی کے ساتھ اس بیان کو سنا۔ اس کے بعد امیر عظیم نے حاضرین کے سوالوں کے جواب دیے۔ ساتھیوں کی پھر وضاحت کی گئی۔ اس رات کو بھی یہیں قیام کیا گیا۔ صلوٰۃ الفجر کے بعد کراچی کے امور طالبان نے سورہ احکامات کے دورے

روکوع کے حوالے سے درس قرآن و آیات اس درس میں دین کے نام پر مختلف مسالک کی جانب سے پھیلائی جانے والی بددینی کو حوالوں کے ساتھ واضح کیا گیا اور بتایا گیا کہ اس کے نتیجے میں گمراہ ہونے والوں کا یہ چہرہ بھی ان کے گمراہ کرنے والوں پر ہو گا۔ درس میں بتایا گیا کہ رست پرستی و انکار پرستی شخصیات سے محبت کے نتیجے میں ہوتی ہے۔ ان کے عقیدت مند جو دو سے تجاوز کر کے انہیں بندے کے مقام سے الٹا کر رب کے منصب پر فہمادیتے ہیں لیکن قیامت میں یہی لوگ ان کے دشمن ہو کر انہی کے خلاف گواہی دیں گے۔ ان کی محبت کا جواب ان پر لعنت سے دیا گئے۔ لہذا کسی کی محبت میں حدود سے تجاوز کر کے بددینی اختیار کرنے والوں کو اس میں غور و فکر کرنا چاہیے۔ ان کے لیے اس میں درس عبرت ہے۔

ناشتے وغیرہ سے فارغ ہو کر قافلہ آگے روانہ ہو گیا۔ راستے میں ایک ساتھی مرزا خان صاحب کے گاؤں علی شاہ بابا میں مختصر قیام کیا۔ مرزا صاحب معاش کے سلسلے میں کراچی بھی آتے جاتے رہتے ہیں۔ انہوں نے ساتھیوں کی ضیافت کا پھر یہ انتظام کر رکھا تھا۔ انہوں نے وہ جگہ بھی دکھائی جو انہوں نے یہاں مسجد توحید کی تعمیر کے لیے وقف کر دی ہے۔ ساتھیوں سے ملاقات کے بعد قافلہ آگے روانہ ہو گیا۔

اگلا پروگرام نیاز اللہ صاحب کے گاؤں گڑھی ٹھٹھی ضلع ملائٹہ میں ہوا۔ یہاں بھی بڑی تعداد میں ساتھی جمع ہو گئے تھے۔ مغرب کے بعد محمدی گل صاحب نے سورہ طور کے حوالے سے پشتو میں درس دیا۔ انہوں نے سورۃ الطہ کے آیت کی اللہ تعالیٰ سے ملاقات اور فرعون کے دور میں بڑی گئی دعوت کو تفصیل سے بیان کیا۔ انہوں نے دیگر انبیاء علیہ السلام کی دعوت کا بھی ذکر کیا اور بتایا کہ تمام انبیاء علیہ السلام کی زندگی کا ایک ہی مشن تھا۔ سب نے ایک ہی دین و دین اسلام کی تبلیغ کی۔ مقرر نے اس بات پر زور دیا کہ انسان کی آخرت کا دار مدار اس کے ایمان پر ہے۔ اگر ایمان خاص نہ ہو تو پھر اعمال کی کوئی جزا نہیں ملتی۔ شرک ایمان کو کھٹکا جاتا ہے۔ ایک آدمی ایمان کا دعویٰ بھی کرے مگر اللہ کی مخلوق کو اس کا ہر شہرہ اے تو پھر اسے اللہ کے یہاں اپنی مغفرت کی کوئی امید نہیں رکھنی چاہیے۔ درس کے بعد سوال و جواب کا پروگرام ہوا۔ صلوٰۃ العشاء کے بعد ساتھیوں کی ضیافت کی گئی۔ رات کو سبیں کی مسجد توحید میں قیام کیا گیا۔

صلوٰۃ الفجر کے بعد کیتھولک کے بزرگ ساتھی ورنر جیر صاحب نے سورۃ ابراہیم کی ابتدائی آیات کے حوالے سے پشتو میں بلوچ خطاب کیا۔ متعدد آیات و احادیث کی روشنی میں آپ نے توحید کی اہمیت اور شرک و کفر کی سنگینی کو بیان کیا۔ فرقہ پر داری کی مذمت کرتے ہوئے ان کی پھیلائی ہوئی بدعتیں کو اجاگر کیا اور ساتھیوں پر زور دیا کہ اپنے ایمان کو بچانے کے لیے ان پشہور مسلویوں اور بیچ دلا سے دور رہنا چاہئے۔ وہ بدعت بھی جنہم میں جائیں گے اور ان کو بھی جو آنکھ بند کر کے ان کے پیچھے چل رہے ہیں، اپنے ساتھ لے جائیں گے۔

ناشتے وغیرہ کے بعد قافلہ پھر روانہ ہو گیا۔ اگلا پروگرام خزانہ کھلے میں ہوا۔

یہاں نزدیک نزدیک دو مساجد ہیں جنہیں مسجد نمبرا اور ۲ کے نام سے جانا جاتا ہے۔ مسجد نمبرا میں نیاز اللہ صاحب نے سورہ انفک کے پہلے روکوع کی آیات کے حوالے سے پشتو میں درس قرآن دیا۔ تمہید کے طور پر انہوں نے کہا کہ قرآن کی باتیں بڑی کھلی اور واضح ہیں۔ ان میں کوئی غم جو نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں آسان بنا دیا ہے کہ انسان اس کو آسانی سے سمجھ سکے۔ البتہ اس کی بعض آیات متشابہ ہیں جن کا غم کسی کو نہیں دیا گیا جیسے کہ اسی سورۃ کے شروع میں تم کے مطلع حروف۔ مگر قرآن کی زبان متشابہ آیات میں میزھنگائی جاتی ہے اور حروف مقطعات کے سن مانے معنی بیان کیے جاتے ہیں۔ اس طرح آیت اس امت کو گمراہ کر دیا گیا ہے۔ شریعت کے مقابلے میں جمہوری فیصلے کو اہمیت دی جاتی ہے۔ انہوں نے قوم نوح علیہ السلام کا ذکر کیا کہ کس طرح یہ لوگ مشرک بنے۔ انہوں نے الہ واحد کے مقابلے میں اپنی قوم کے وفات شدہ پانچ ٹیک افراد کو الہ بنالیا۔ ان کی قبریں بنائیں، پھر ان کے مزار بن گئے۔ آج بھی مردہ شخصیات کی قبریں عبادت گاہ بنی ہوئی ہیں۔ ان پر حاضر یاں ہیں اور انہی کے نام کی پکارتیں ہیں۔ ان کے یہ شرک عقائد و اعمال ہی ہیں کہ آج یہ امت اقوام عالم کے مقابلے میں بدترین بن گئی ہے۔ ان کا کوئی پرمانہ مال نہیں کیونکہ انہوں نے اللہ سے غداری کی ہے۔ اللہ کے غداروں کی کیا سزا ہوگی؟ یہی کہ اس دنیا میں بھی ذلیل ہوں اور آخرت میں تو ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔

درس کے بعد امیر عظیم محمد حنیف صاحب نے سوالوں کے جواب دیتے ہوئے کفر بالظاہر کی اہمیت پر تفصیلی بیان فرمایا۔ انہوں نے کہا کہ ظاہر کے کفر کے بغیر ایمان نہیں۔ ایمان اس کے ساتھ مشروط ہے، جو ایمان کا دعویٰ کرنے اور اس کے دل میں ان ظاہر کی محبت بھی ہو تو ایسے شخص کا ایمان اللہ کے یہاں قبول نہیں۔ انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب کا فیصلہ ہے کہ روح قیامت سے قبل نہیں لوٹائی جائے گی۔ اب اس کے خلاف احمد بن حنبل عقیدہ دیتا ہے کہ روح اس جسم میں واپس لوٹا دی جاتی ہے۔ اب جس کے دل میں ان کے لیے ذرا بھی مقام ہو تو اس کا ایمان اس کے منہ پر مار دیا جائے گا۔

مغرب کے بعد یہاں کی مسجد نمبرا میں پروگرام ہوا۔ محمدی گل صاحب نے قرآن وحدیث کے حوالوں سے جدت پسندی و روشنی خیالی کے نام پر دین میں پیدا کی جانے والی خرافات کو بیان کیا۔ انہوں نے آج کے نام نہاد "لبرل مسلمان" کا موازنہ اسوۃ رسول ﷺ اور آثار مصاہیہ سے کیا۔ ایک بڑی تعداد میں ساتھیوں نے دلچسپی سے بیان کو سنا۔ اس کے بعد امیر عظیم نے سوالوں کے جواب دیے۔ عشاء کے بعد پرکاش ضیافت کا اہتمام کیا گیا۔ رات کو یہیں قیام کیا گیا۔

دوسرے دن ناشتے وغیرہ کے بعد ساتھی کئی گز صوبائی کے لیے روانہ ہوئے۔ یہاں صلوٰۃ الظہر کے بعد انک کے ساتھی نے سورہ الزمر کی آیات کے حوالے سے اناور روح پر پشتو میں درس قرآن دیا۔ آیات و احادیث کے ذریعے اس کفریہ عقیدے کی سنگینی کو بیان کیا گیا اور اصول حدیث کی مدد سے اس

کی موافقت میں بیان کیے جانے والے آثار کو رد کیا گیا۔ درس کے بعد غزالی مغل صاحب نے سوالوں کے جواب دیے۔ اس کے بعد قافلہ آگے روانہ ہو گیا۔ راستے میں کفایت اللہ صاحب کے علاقے میں تھوڑی دیر قیام کیا گیا جہاں ایک ساتھی کے اسکول میں ساتھیوں کی ضیافت کا بندوبست کیا گیا تھا۔

مغرب کے بعد قافلہ ضلع صوابی کے گاؤں نارنجی کی مسجد قحید بہنپا۔ یہاں کے ناظم شاہجہان صاحب نے ان بڑے ساتھیوں کا تعارف کرایا جو علاقے کے روحانی تشدد و مخالف حالات کے باوجود ایمان خالص پر یکسو تھے۔ صلوٰۃ العشاء کے بعد کتھا ڈی کے ناظم زاہد خان صاحب نے سوز و غم سے حوالے سے پشتو میں تقریر کی۔ انہوں نے بتایا کہ جب نبی ﷺ کی بعثت ہوئی تو اس وقت مکہ کا ماحول بہت شراب تھا۔ وہ لوگ شراب مناجی گانے کے رسیا تھے۔ لوٹ مار عام تھی۔ اپنی بیٹیوں کو زکوٰۃ فتن کر دیتے تھے۔ اللہ کو مانستے تھے لیکن ساتھ میں انبیاء اللہ کے بت بنا کر ان کی عبادت بھی کرتے تھے۔ انہوں نے لات دمنات، عزرائی، مالک، اساف اور دیگر لاتعداد خفیات کے بت بتا رکھے تھے۔ اس ماحول میں اللہ کے آخری رسول محمد ﷺ صہوت ہوئے۔ اسی ماحول میں پروان چڑھنے کے باوجود آپ ﷺ نے نہ کبھی کسی بہت کو مانا اور نہ ہی کسی قسم کی کوئی بداعتالیٰ آپ کی عادت میں شامل تھی۔ آپ ﷺ کی راست بازی اور امانت داری پر لوگ آپ کو امین و صادق کے القابات سے پکارتے تھے۔ لیکن جب آپ نے مکے کی پہاڑیوں سے **إِنَّا كُنَّا إِلَٰهًا وَآلَٰهُنَا إِلَٰهٌ وَاحِدٌ** کی دعوت بلند کی تو انہی لوگوں نے اسے ماننے سے انکار کر دیا اور آپ کے دشمن بن گئے۔ پھر جو ہاتھ سلام کے لیے اٹھتے تھے وہ گریبان تک پہنچتے گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کے سامنے یہی بات رکھی کہ میں تو اس اللہ کی عبادت کرتا ہوں جو تمہاری موت پر قادر ہے، مجھے منع کر دیا گیا ہے کہ میں اللہ کے علاوہ ایسوں کو پکاردوں جو کسی نفع کے مالک ہیں اور نہ ہی نقصان پہنچا سکتے ہیں، اور اگر میں ایسا کروں تو یقیناً میں جہنم میں یعنی مشرکوں میں سے ہوں۔ اور یہ کہ اگر کسی کو تکلیف پہنچے تو کوئی اسے رفع نہیں کر سکتا سوائے اللہ کے اور اگر اللہ کسی کو خیر پہنچانا چاہے تو کوئی اسے روک نہیں سکتا۔ لیکن وہ قوم باز نہ آئی اور اپنے معبودوں کو چھوڑنا اس نے گوارا نہ کیا۔ لیکن قوم کے سعید الفقہر لوگوں نے اسے قبول کیا۔ اللہ کے فرامین پر ایمان لائے۔ اللہ کی آیات کو اپنے اوپر نافذ کیا، یہاں تک کہ مالک نے ان سے راضی ہونے کی سند عطا فرمادی۔ اقرار کے بعد مختصر سوال و جواب ہوئے۔ راست کو پیٹیں پر قیام کیا گیا۔

دوسرے دن ناشتے وغیرہ کے بعد ساتھی چار باغ کے لیے روانہ ہوئے۔ یہاں شرافت اللہ صاحب نے پشتو میں درس قرآن دیا۔ مختلف آیات کی مدد سے توحید و شرک کے مضمون کو واضح کیا گیا۔ انہوں نے اپنی تقریر میں ابراہیم علیہ السلام کی زندگی کا ایک نقش کھینچا اور بتایا کہ وہ کس قدر بزرگ و بزرگوار تھے۔ کس کس انداز میں انہیں آزمایا گیا اور کس طرح انہوں نے ایک فرمانبردار مسلم کی زندگی کا عملی نمونہ پیش کیا۔

اگلے روز گرام ہام ضلع صوابی میں ہوا۔ آج جمعہ تھا۔ جمعہ کا اجتماع مقامی ناظم عطاء الرحمن صاحب کے والد کی مسجد میں ہوا۔ محمدی مغل صاحب نے سورۃ الفاتحہ کے حوالے سے پشتو میں خطاب فرمایا۔ انہوں نے بتایا کہ اللہ کی کتاب لاریب ہے۔ اس کی کسی بات میں ہرگز شک نہیں کرنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے قرآن کو پڑھنے کے لیے آسمان کو پار ہی قرآن کتبنا ہے کہ اللہ کسی کا محتاج نہیں۔ وہ اس بات کا محتاج نہیں کہ کسی کے وسیلے سے سنے۔ وہ دنیا کے بادشاہوں کی طرح نہیں کہ اس کے وزیر اسے خبر دیں۔ وہ تو انسان کا خالق ہے۔ انسان کے دل کا حال جانتا ہے۔ اسے کسی وسیلے کی کیا ضرورت؟ وہ جو سارے انسانوں کا خالق ہے اس کے لیے تو یہ عقیدہ رکھنا چاہیے اور جو اس عظیم رب کی ادنیٰ مخلوق میں سے ہو۔ جس کے لیے قرآن **أَصْحَابُ الْغَيْثِ لَمْ يَسْتَمِعُوا** استعمال کرتا ہو۔ اسے قوت الاطمینان کہا جائے، صحیح بخش قرار دیا جائے! کیسے ما بد نصیب ہے یہ انسان کہ اس نے اللہ کی صفات اس کے بندوں کو دے ڈالیں اللہ کے مقابلے میں کسی کو داتا کہا اور کسی کو غریب نواز بنا ڈالا۔ اولاد دینے والا، مال و دولت دینے والا، عزت دینے والا، الفرض ضرورت کی ہر چیز دینے والا وہی ہے۔ اللہ کسی کو یہ عطا نہیں فرمائیں۔ ان صفات میں کسی کو شریک کرنا شرک ہے۔ اگر موت اسی عقیدے پر آجائے تو کوئی مثل اللہ کی بارگاہ میں قبول نہیں ہوگا۔ یہ صلوٰۃ و یہ صوم، یہ ساری عبادات انسان کے منہ پر مار دی جائیں گی۔ اللہ کے یہاں اعمال کی قبولیت صرف ایمان خالص کی بنیاد پر ہے۔ اقرار کے بعد افضل صاحب نے اذان دی اور امیر عظیم نے جمعہ کا خطبہ دیا اور امانت کی۔ بعد ازاں قافلہ آگے روانہ ہو گیا۔ وہاں سے ساتھی قریبی مرکز کے دورے پر گئے اور واپسی میں گدون ملاز کی میں واقع اشرف کاشمیری صاحب کی فیملی کاشمیری پٹی لنگن میں، جہاں پر عطاء الرحمن صاحب کام کرتے ہیں، صلوٰۃ العصر اور کی صلوٰۃ المغرب سے قبل ساتھی محمدی مغل صاحب کے گاؤں گدرف۔ ضلع صوابی پہنچ گئے۔ یہاں پہاڑی پر بنی ہوئی مسجد قحید میں صلوٰۃ المغرب اور کی جس کے دوران کھن گرج کے ساتھ بارش بھی ہونے لگی۔ صلوٰۃ کے بعد محمدی مغل صاحب نے سورہ بقرہ کے پہلے رکوع پر پشتو میں درس دیا۔ بطور تعارف انہوں نے اس سورہ کے بارے میں بتایا کہ یہ قرآن کی سب سے بڑی سورہ ہے، اس میں موسیٰ علیہ السلام کے ورکا ایک واقعہ بیان ہوا ہے جس میں گائے ذبح کرنے کا حکم دیا گیا تھا۔ اسی حوالے سے اس کا نام البقرہ ہے۔ ابتدا ہی میں اللہ تعالیٰ نے بتا دیا کہ یہ کتاب لاریب ہے یعنی اس میں کوئی شک نہیں۔ آج قرآن کے حافظ اور پڑھنے والے بہت ہیں۔ لیکن یہ اسے طوطے کی طرح پڑھتے ہیں اور اس میں بیان کیے گئے احکامات و فرامین سے ناواقف ہیں۔ اسی لیے قرآن کا پڑھنے والا آج اللہ کے علاوہ اس کی مخلوق کو عالم الغیب سمجھتا ہے۔ اس کا عقیدہ قرآن کے خلاف ہو گیا ہے۔ اللہ کے حرام کردہ کو آج یہ تحرک سمجھ کر کھاتا ہے۔ صحابہ کرام علیہم السلام سچے اولیاء اللہ تھے۔ انہوں اس کتاب کو دانتوں سے پکڑا، اسے سمجھا اور اس کے

انکلمات کے مطابق اپنی زندگیوں بنائیں۔ مومن بھی اس کتاب کو لایعینہ بھٹاتا ہے۔ اسی کے مطابق اپنے عقائد بناتا ہے۔ اس کے احکامات اپنی زندگی پر نافذ کرتا ہے۔ اس کی خواہشات، اس کی تقریبات، اس کی موت اس کی زندگی، اس کا جینا اس کا مرنا، سب اسی کے مطابق ہوتے ہیں۔ اس کے پابند ہوتے ہیں۔ غرضیکہ حیات کا راستہ اسی قرآن میں سمودھا گیا ہے۔ جنہوں نے اس کو سمجھ لیا اور اس کے مطابق عمل کیا تو پھر ان شاء اللہ وہ جنت میں ضرور جائیں گے۔

درس کے بعد سال و جواب ہوئے اور پھر ساتھیوں کی توضیح کی گئی۔ رات کو ہمیں قیام کیا گیا۔ صلوٰۃ الفجر کے بعد شرافت اللہ صاحب نے سورہ رعد کے حوالے سے پشتو میں درس قرآن دیا۔ انہوں نے ساتھیوں کے سامنے اس کتاب مقدس کے کرم و مقصد بیان کیا اور حدیث کے حوالے سے بتایا کہ یہی وہ کتاب ہے جو قوموں کو بلند کرتی یا انہیں ذلیل بنا دیتی ہے۔ جنہوں نے اس کتاب کے مطابق اپنے عقائد بنائے اور اعمال صالحہ کیے، اللہ نے ان بھیڑ بکری پرانے والوں کو زمین کا خلیفہ بنادیا۔ اس کے برخلاف وہ لوگ جنہوں نے اس کتاب پر ایمان لانے سے منع تو خوب کیے مگر اپنے اکابرین کے فتوؤں کو اپنے ایمان کی بنیاد بنالیا آج وہ دنیا میں ذلیل ترین مقام رکھتے ہیں۔ آج ان پر امت و رسوائی چھائی ہوئی ہے۔ یہ جگہ ذلیل و ننگ ہیں، ان کے گھر لہنے جا رہے ہیں، ان کی املاک چلائی جا رہی ہیں۔ لیکن یہ بس ہیں کوئی ان کا سہارا نہیں۔ انہوں نے اللہ کے سہارے کو چھوڑ دیا تو اب ان کے لیے دردناک عذاب ہی رہ گیا ہے۔

ٹائٹل وغیرہ سے فارغ ہو کر یہ قافلہ مسجد توحید ساجی شاہ، ضلع ایک پیچور ضلعو پالپھر کے بعد سرحد سلطانہ نے سورہ انفال کی ابتدائی آیات کے حوالے سے درس قرآن دیا۔ تمہید انہوں نے بتایا کہ جو مال چھاپا میں ہاتھ لگتا ہے اسے انفال کہتے ہیں۔ یہ ذی سورہ ہے۔ ذی سورتوں میں آخری سائل بیان کیے گئے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کی زندگی کا یہ ایک مثالی اور انتہائی عالی شان انداز تھا کہ آپ ﷺ نے دین کو زندگی کی نزراوقات کا ذریعہ نہیں بنایا تھا بلکہ اپنے اخراجات کس معاش کے ذریعے پورے کیے۔ نبی ﷺ کی حدیث ہے کہ میں نے بھی بکریاں پرانی ہیں۔ آج کے مولوی مدد بھر بھر کسحق رسول کا دعویٰ تو خوب کرتے ہیں مگر اس عالی شان اسد کا ان میں کوئی نز نہیں تھا۔ یہ لوگ ہاتھ باندھ کر گھر بیٹھ گئے ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سچے ایمان والے تھے، ان میں سے بھی کسی نے دین کو پیشہ نہیں بنالیا۔ مگر حیرت ہے کہ انہی صحابہ کے نام لیاؤں نے آج دین کو تجارتی جنس بنا دیا ہے جس میں ان کی ہر جھست بکیتی ہے۔ مومن اپنی زندگی کا اہتمام کرتا ہے۔ قرآن کی تعلیمات اور اس میں غور و فکر اس میں اتنی پیدا کرتی ہے کہ ہر سے بڑھ تک اللہ کی اطاعت انسان کو غلام راتوں سے بچاتی ہے۔ وہ اپنے تمام امور میں کتاب اللہ کو بنیاد بنا لیتا ہے۔ اب اس کی معاش کا معاملہ ہو یا سماجی تقریبات کا، شادی بیاہن کا یا موت غمی کا، وہ ہر جگہ ایک عمل نمونہ بن کر سامنے آتا ہے۔ آج ہمیں ایمان اس طرح قبول کرنا چاہیے کہ ہم اس کا نمونہ بن جائیں۔ ہمارا نقصان نہ ہو۔

مزید فرما رہا تھا۔ لیکن دین غرض ہر جہت قرآن و حدیث کے تابع ہونی چاہیے۔ وہ دینی ایمان ہی کیا کہ جس کا نفاذ مومن کے جسم پر نظر آئے۔

تقریر کے بعد سال و جواب کا ایک طویل پودہ گرام ہو جس میں امیر عظیم نے تقریر بعد میں ساتھیوں کے سوالوں کے جواب دیے۔ سوالوں کا سلسلہ رکن میں نہیں آ رہا تھا اور آگے بڑھتا جا کر پروگرام بھی کرنا تھا۔ اس لیے ساتھیوں سے معذرت لرائی گئی۔ اس کے بعد ساتھی مسجد توحید و کمال پورہ میں ایک کے لیے روانہ ہو گئے۔ یہاں صلوٰۃ الفجر کے بعد محمدی گل صاحب نے سورہ تحریم کے حوالے سے درس قرآن دیا جسے ایک بڑی تعداد نے دلچسپی سے سنا۔ انہوں نے اس سورہ کے حوالے سے بتایا کہ کسی بھی چیز کو حلال یا حرام قرار دینے کا حق صرف اللہ تعالیٰ کو ہے۔ اس نے یہ اختیار اپنے کما رسول کو بھی نہیں دیا۔ آج اللہ کے حرام کو ہر امت حلال کر دیتی ہے۔ اس کا مولوی جس چیز کے بارے میں فتویٰ دے رہا ہے، یہ اسے حرام یا حلال ماننے لگتے ہیں۔ قرآن کی جگہ حق فعلی اعمال مانی کتاب کو چھوڑنا چاہا ہے۔ اس کتاب میں تو مردوں کو قبر سے باہر بھی کراؤت لڑکے لڑکیاں لانے والا بیان کیا جاتا ہے۔ کیا یہ قرآن کا انکار نہیں؟ اس کتاب میں نام ہزار بزرگان دین کے تقو نے قصے بیان کیے گئے ہیں۔ منکران کی کہانیاں ہیں ان میں۔ قیامت کے دن یہ سارے مولوی، اچے اور ناگے، سر جھکا کر کھڑے ہوں گے۔ ان کی کوئی بات نہ سنی جائے گی قرآن کے مطابق فیصلہ ہوگا جس کو آج انہوں نے ترک کر دیا ہے۔ قیامت کے دن رسوائی سے بچنا ہے قرآن کی بات ماننا ہوگی، اس پر عمل کرنا ہوگا۔

اس کے بعد امیر عظیم نے حاضرین کے سوالوں کے جواب دیے۔ رات ہمیں قیام کیا گیا۔ صلوٰۃ الفجر کے بعد شرافت اللہ صاحب نے سورہ آل عمران کی آیات سے درس قرآن دیا۔ انہوں نے قرآن و حدیث کے متعدد دلائل سے اس بات کو واضح کیا کہ اللہ تعالیٰ تو رحیم و رحیم کا وسیلہ بنا کر جاتا ہے۔ مالک نے سورہ یونس میں انسانیت کے اس فعل کو مشرک قرار دیا ہے۔ نبی ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگیوں میں اس فعل کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ رسول اللہ ﷺ نے اسی بات کا درس دیا ہے کہ جب بھی کوئی، ال کرنا ہو تو اللہ سے کرو اور جب بھی بدو یا کجی ہو تو اللہ ہی سے مانگو۔ نبی ﷺ کی وفات کے بعد عمر رضی اللہ عنہ نے دور میں جب قتل پڑا تو انہوں نے نبی ﷺ کے چچا عباس رضی اللہ عنہ کو بلا کے لیے آگے لیا۔ انہوں نے اللہ سے ڈاڑھ نہ مائی۔ نبی ﷺ کا اس دماغ کوئی وسیلہ نہیں بڑھا گیا۔ آج جو اس امت میں شرک و تعبد آیا ہے تو یہ قرآن کی تعلیمات ہیں اور نبی ﷺ کا سکھا ہوا طریقہ ہے۔ مالک یہ مسلک پرستوں کی ایجاد ہے۔ یہ اللہ کے ساتھ شرک ہے۔ اس حالت میں موت پر ایسے شخص کے لیے جہنم کی آگ کے علاوہ کچھ نہیں۔ اس پروگرام کے ساتھ ہی صوبہ سرحد کا یہ دورہ اختتام پذیر ہوا۔ صوبہ سرحد اور کراچی کے بعض ساتھی یہاں سے رخصت ہو گئے۔ تمام امیر مہتمم و محمدی گل صاحب، عظیم صاحب اور سرحد سلطانہ اس سے آگے گئے تھیں کہ علاقے بھر بھر بھی گئے۔

والے نظمیں تیار کرنا۔

آج کے دور کے یہ نظمیں تیار کرنا۔
میں خانہ کلاں رہا ہوں جو گھر میں
نظمیں تیار کرنا۔

کل پاکستان تربیتی اجتماع برائے ناظمین

ناظمین کا یہ تربیتی اجتماع مسلم مسجد، کراچی میں منعقد ہوا۔
ایک روز کے اجتماع میں ناظمین نے
تھا۔ اور ان کے اجتماع میں ناظمین نے

مسجد الفجر کے بعد مسجدا کے امام عبد العزیز صاحب نے
آیت: لَقَدْ اَنشَأْنَا السَّمَوَاتِ السَّبْعَ فِي سِتِّ اَيَّامٍ لِّمَن يَذَّكَّرُ
کے حوالے سے تقریر کی۔ انہوں نے بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے
تعالیٰ کا کلمہ پانچ دن میں قائم کیا ہے۔ شیطان اس کا خلاف
ہوتا ہے اور اس اجتماع میں کوئی نہ کرنے کے لیے منع کیا گیا ہے۔
اس کا دشمن ہی یہ دیتا ہے کہ جو لوگ اس اجتماع میں شرکت
میں نہ آئے اور ان کے جذبات کو مشتعل کرے۔ اس طرح ان لوگوں کا یہ عمل
اجتماعیت میں رخنہ اندازی کا باعث بنتا ہے اور اس اجتماعیت کے انوار اور نور
داروں کے درمیان دیوار تعلق کو کمزور کرتا ہے۔ انہوں نے بتایا کہ مسجود
(سورہ کوثر) میں شیطان کا عمل ہے: اَلَيْسَ لَكَ اِلَٰهٌ غَيْرُيَاسِينَ
اجتماعیت کو تباہ کرتی ہے۔

امیر تنظیم محترم محمد حنیف صاحب نے انجیل صحت کے بارے میں
تقریر کیا۔ انہوں نے بتایا کہ اگر ہم کے مطابق انہوں نے پروگرام کے آخر میں
افتتاحی کلمات اور کرتے تھے لیکن قرآنی سورت کی وجہ سے پروگرام میں تباہی مچ گئی
اور انہوں نے افتتاحی کلمات اور شہادت پڑھنے سے روک دیا۔ انہوں نے قرآنی
آیات: فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تُبْطِلْ دِينَكَ وَلَا تَتَّبِعْ الْاَوَّلِينَ وَلَا تَتَّبِعْ الْاٰخِرِينَ وَلَا تَتَّبِعْ
مَنْ يَفْضَحُ عَنْ دِينِكَ وَلَا تَتَّبِعْ مَنْ يَفْضَحُ عَنْ دِينِكَ وَلَا تَتَّبِعْ مَنْ يَفْضَحُ عَنْ دِينِكَ
کے حوالے سے بتایا کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں
صرف ایمان والوں کا عمل قبول ہوتا ہے۔ وہ جو صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کوئی کے
لئے اپنے تئیں آمین کی بازی لگا رہے ہیں۔ امیر محترم نے صحابہ کرام علیہ السلام کے
واقعات سے اس بات کی وضاحت کی کہ کس طرح ان لوگوں نے اپنا سب بھجوا دیا
تعالیٰ کی راہ میں لگا دیا۔ امیر محترم نے مختلف طوافت کا کیا جو اللہ تعالیٰ کے دین
کی سب سے بڑی رکاوٹ ہیں۔ آخر میں آیت: اَلَمْ يَجْعَلْ لَّكُمْ اٰيَاتٍ لِّتَذَكَّرُوْا
کو حوالہ سے آپ نے ساتھیوں پر زور دیا کہ انہوں کو آپ کے دلائل اور مضامین
چاہیے تاکہ شیطان ان کی اجتماعیت میں رخنہ نہ ڈالے۔

امیر محترم نے افتتاحی کلمات کے بعد اصول تجویذ و قرأت کا پروگرام دیا
جس میں آخری دو سو دہائی کی مشق کر لی گئی۔ اس کے بعد کراچی کے ساتھیوں نے

اس کے لیے راہ پختہ کی۔ ایسی آگے چلائے۔ امیر تنظیم اور صاحب اور
کچھ دوسرے ساتھی بھی ساتھ ہو گئے۔ ظہر سے کچھ پہلے قافلہ مجسمہ و مسجد
توحید پہنچا۔ یہاں منہ رانی کے ساتھیوں نے اہل قافلہ کی شہادت کا اہتمام کر رکھا
تھا۔ یہاں کچھ ارتقا فی امور توحید کر صلہ و انصر کے بعد قافلہ مزد کی ہستی نہ مانے کی
مسجد توحید پہنچا۔ یہاں صلہ و انصر کے بعد قافلہ مزد کی ہستی نہ مانے کی
دوڑیں لگتے ہوئے تھے۔ ساتھیوں کی تواضع ہوئی۔ رات قیام کے لیے قافلہ مجسمہ
نے ناظم کو ہر صاحب کی دعوت پر ان کی رہائش گاہ پر پہنچا۔ یہاں صلہ و انصر اور
کھانے کے بعد مشورہ سلطان نے خدمت کرنے والے نو جوانوں کو کچھ کر
سورۃ الفلق کی آیات: اَلَمْ يَجْعَلْ لَّكُمْ اٰيَاتٍ لِّتَذَكَّرُوْا
سے درس دیا جس میں ایمان کی اہمیت کو واضح کیا اور ایمان کے تقاضے پر
کرنے کی ضرورت پر زور دیتے ہوئے نہا مین کو دعوت دی کہ وہ اپنی متاع ایمانی
کو بچانے کے لیے ازلی دشمن شیطان اور اس کے ایجنٹوں سے ہوشیار رہیں اور
منہ و مٹی کے ہر طرح سے تسلک و پس کو نکال دیا۔ ایسی بکری کو بھیڑ یا کھانا سب سے
انسانوں کا بھیڑ یا شیطان ہے۔ نظم سے کہنے یا اس کی خلاف ورزی کرنے والے
پر اس کا وار چلے گا۔ ہوتا ہے اللہ اس سے بچیں۔

دوسرے روز ناشتہ و صبح کے بعد قافلہ مجسمہ اور صاحب اور
ساتھی بھی رخصت ہو گئے۔ امیر تنظیم و کچھ دوسرے صاحب اور مشورہ سلطان یہاں سے
فیصل آباد روانہ ہوئے۔ فیصل آباد کے ساتھی لاری اڑے۔ پر مشے آ گئے تھے۔
شو کوٹ کے ساتھی طارق صاحب اپنی گاڑی لے کر آئے جس میں دیرہ غازی
خان تک سفر کیا گیا۔ راستے میں شو کوٹ کی دو مساجد میں نظیر کر وہاں کے
ساتھیوں سے ملاقات کی گئی۔ طارق صاحب کی مسجد میں ظہر ادا کی گئی۔ یہاں کچھ
ایک دھڑے نو جوان جمع ہو گئے تھے جنہوں نے امیر تنظیم سے اپنے درجہ و حالات
کہے۔ تاہم وقت کی قلت کے سبب مختصر جواب دے کر ان سے معذرت کر لی گئی
اور آگے سفر شروع کر دیا گیا۔ قافلہ قافلہ دیرہ غازی خان کی مسجد جس کے ناظم
صاحب ہیں و مغرب کے وقت پہنچے۔ مغرب کے بعد کچھ دوسرے صاحب نے
تقریر کی جسے ایک بڑی تعداد نے سنا۔ امیر پنجاب حکیم رمضان بھی اپنے ساتھیوں
کے ساتھ موجود تھے۔ کچھ دوسرے صاحب نے ایمان کی اہمیت، روحانیت اور نظم کی
اطلاعت جیسے مضامین کو آیات و احادیث کی روشنی میں بیان کیا۔ رات کے بعد
ہواؤں کے جواب دیتے گئے۔ رات یہیں قیام کیا گیا۔

فجر کے بعد مشورہ سلطان نے سورۃ الفلق کی آیات: اَلَمْ يَجْعَلْ لَّكُمْ اٰيَاتٍ لِّتَذَكَّرُوْا
مَنْ يَفْضَحُ عَنْ دِينِكَ وَلَا تَتَّبِعْ مَنْ يَفْضَحُ عَنْ دِينِكَ وَلَا تَتَّبِعْ مَنْ يَفْضَحُ عَنْ دِينِكَ
کے حوالے سے قرآن ادا کیا۔ دوسرے
ایمان کی اہمیت پر زور دیا گیا اور ایمان کے تقاضے پر زور دیا گیا۔ کچھ دوسرے
جائے ایمان والوں کی صحبت کو ترک کر دیتے، مرتد ہو جانے کی تلقین کو بیان کیا
گیا۔ ایمان و عقیدے پر مبنی اور اس پر استقامت رکھانے پر مشورے والے
احادیث بیان کیے گئے۔ فرائض میں ہر بار جانے اور پیچھے رہ جانے پر ہونے

سلطان نے سورۃ المؤمنون کی ابتدائی آیات کے حوالے سے تقریر کی جس میں انہوں نے مومنین کی صفات کا تذکرہ کیا کہ ایمان والے کامیاب ہو گئے، دلوں اور مابونی ایمان والے نہیں بلکہ خالص ایمان والے اور اللہ تعالیٰ کو ایسا ایمان پسند ہے جو ملاقات اور شرک سے نیکر پاک ہو۔ پھر خالی ایمان کا دعویٰ ہی کافی نہیں بلکہ اس کے ساتھ اعمال صالحہ لازم ہیں جن میں سلوۃ سب سے پہلے ہے اور وہ بھی خشوع و خضوع کے ساتھ جس کی پہچان یہ ہے کہ وہ ایمان پوری طرح اللہ کی طرف متوجہ ہو، دل میں خالص اللہ تعالیٰ کی پابندی نہیں کہ صلوٰۃ ادا کر رہے ہیں اور ساتھ ساتھ ہاتھ و پاؤں پر یا دھرا دھریں رہے ہوں، انگلیاں ناک میں گھونم رہی ہوں، نظریں دائیں بائیں دوڑ رہی ہوں، ذہن و کان کا حساب لگا رہا ہو، یہ سب باتیں خشوع کے معنائی ہیں۔ انہوں نے کہا کہ مومن ان آیات سے بچنے والے ہوتے ہیں اپنی جان اور مال کا تذکرہ کرتے ہیں، اپنی خواہشات کو روکنے والے، پاک و دھنی اختیار کرنے والے اور نظروں کی حفاظت کرنے والے ہوتے ہیں۔ انہوں نے متعدد آیات کی روشنی میں ایمان کے بعد اعمال صالحہ کی اہمیت پر روشنی ڈالی اور بتایا کہ یہ شیطان کا یہ کہنا ہے کہ ایمان قبول کرنے کے بعد اعمال کو کوئی اہمیت نہ دی جائے اور اسے غیر ضروری سمجھا جائے۔ مقرر نے بتایا کہ اعمال کی شکل میں ایمان کا ثبوت دیا جاتا ہے جن کا حکم بھی قرآن میں ہی دیا گیا ہے، اب جو اپنے ایمان کا ثبوت فراہم نہیں کرتا اور عقائد کی آیات پر ایمان رکھتا ہے تو اَکْثَرُ مُؤْمِنُونَ يَبْغِضُ الْيَكْثِبُ وَيَكْفُرُونَ وَيَبْغِضُونَ کا مصداق ٹھہرتے ہوئے قرآن کے بعض حصے کو ماننے والا اور بعض کا انکار کرنے والا ہوتا ہے۔ مقرر نے سورۃ الکہف کی آخری آیت کے حوالے سے بتایا کہ اللہ نے حکم دیا ہے کہ جو بھی اپنے رب سے ملاقات کرنا اور اس کی یادگاہ میں سر فروز ہونے کا متمنی ہے تو اس پر لازم ہے کہ وہ اعمال صالحہ کرے اور کسی کو اس کے ساتھ شریک نہ ٹھہرائے۔

اس کے بعد فہم القرآن کا پروگرام ہوا جس کا موضوع سورۃ البقرہ کی آیت ۱۷۷ تَحٰمِلُوا صُلُوبَ الْمُؤْمِنِينَ خُذُوا مَا آتٰكُمْ مِنْهُ عَتَمًا وَاَنْتُمْ مُوْتَقِنًا اِنَّ اللّٰهَ سَدِيدُ الْعِقَابِ تھا۔ اس پروگرام میں کراچی سے فیصل الرحمن، سرحد سے زاہد بیات، آزاد کشمیر سے ساجد محمود، شمالی علاقہ جات سے سمندر خان اور لاہور سے عبدالخالق نے حصہ لیا۔ تمام ساتھیوں نے اس آیت کے حوالہ سے سنت الرسول ﷺ کی اہمیت پر روشنی ڈالی اور بدعت کی شاعت کو واضح کیا اور بتایا کہ اتباع رسول کے بغیر ایمان مکمل نہیں کیونکہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ کا حکم عام ہے کہ جس بات کا بھی محمد ﷺ تمہیں حکم دیں اس کو لے لو اور جس سے بھی روکیں اس سے رک جاؤ۔ محمد ﷺ کا فرمان ہے کہ

لَا يَزَالُ أَحَدُكُمْ حَتَّى يَكُونَ هَوَاءَ تَعَالَى لِمَا جَنَّتْ بِهِ

”کوئی تم میں سے مومن نہیں ہو گا جب تک کہ اپنی خواہشات ہر سے لٹے ہوئے دین کے مطابق نہ کرے۔“

اس کے بعد چکالہ کے ساتھی قاری غلیل الرحمن صاحب کی تقریر ہوئی۔

انہوں نے سورۃ توبہ کی آیت ۳۴ لَا تَكُنَ مِنَ الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ آيَاتَ اللَّهِ لِيُفْضَلَ عَلَيْهِمْ الْكُفْرُ وَالشُّرْكَانَ لِيُكْفَلُوا أَمْوَالُ الْكَافِرِينَ بِالْبَاطِلِ وَيُفْضَلُوا عَنْ سَيِّئَاتِ اللَّهِ کے حوالہ سے واضح کیا کہ کیسے یہ مادی اور دین کو کاروبار بنائے بیٹھے ہیں، صرف لوگوں کا مال جھوٹ بول کر کھاتے ہیں بلکہ انہیں اللہ کے راستے سے بھی روکتے ہیں، یہ لوگ اللہ کے دین کو نہ صرف بچتے ہیں بلکہ اس پر پردہ بھی ڈالے ہوئے ہیں۔

اس کے بعد عربی تعلیم کا پروگرام ہوا جس میں عبد العزیز صاحب نے ساتھیوں کو افعال کی مختلف گروہوں کی مشق کرائی۔ اس کے بعد فیصل آباد کے ساتھی رفعت نواب نے سورۃ النحل کی آیت ۴۴: وَلِلَّائِمَاتِ مَا كَسَبْنَ وَاللَّائِمَاتُ لَا يُكْفَرْنَ کے حوالے سے فقہانہ احادیث کے موضوع پر تقریر کی جس میں انہوں نے سنت کی اہمیت کو واضح کیا اور کہا کہ اس کے بغیر دین نامکمل ہے کیونکہ سنت کی پیروی کا حکم خود مالک نے قرآن میں دیا ہے۔ مقرر نے آیات و احادیث کی روشنی میں بتایا کہ انکار حدیث کا فتنہ سب سے خطرناک فتنہ ہے جو قرآن و حدیث کے دین کی اساس پر تلخ اور ہوتا ہے اور جس پر بھی اس کا وار ہوتا ہے، اسے نفس کا بندہ بنا کر کہیں کا نہیں چھوڑتا۔ حدیث رسول ﷺ کی حیت خود قرآن کی متعدد آیات سے ثابت ہے، لہذا حدیث کا انکار ہی خود قرآن کا انکار ہی ہے۔

رفعت نواب کی تقریر کے بعد کراچی کے ساتھی محمد جاوید نے سورہ ابراہیم کی آیت ۲۸: اَلَمْ تَرَ اَنَّ الْيَتٰمٰی نَكَلُوا وَاَمَّا اِلٰھُكُمْ فَكُفَرُوْا اَلَمْ تَرَ اَنَّ الْيَتٰمٰی نَكَلُوا کے عنوان سے دلائل انگیز جو طبعی تقریر کرتے ہوئے منافقین اور مرتدین کے کردار کو واضح کیا کہ یہ وہ لوگ ہوتے ہیں جو دعویٰ تو ایمان کا کرتے ہیں لیکن ان کے دلوں میں منافقت چھپی ہوتی ہے، اجتماعیت میں دین الدعا کرتا، چھوٹی چھوٹی باتوں کو عداوت سے کر دینا، بدایا ان کا شیوہ ہوتا ہے حق بات کو یہ پہچانتے بھی ہیں اور بظاہر اس کے ساتھ بھی چل رہے ہوتے ہیں، لیکن غرور و تکبر کی وجہ سے ایمان ان کے دلوں میں داخل نہیں ہوا ہوتا اور آخر کار ایک وقت وہ آجاتا ہے کہ وہ اجتماعیت سے علیحدہ ہو جایا کرتے ہیں، ایسے لوگوں کا انجام دنیا میں بھی ذلت و رسوائی ہے اور آخرت میں ان کے لیے بدترین عذاب کے سوا کچھ نہیں۔

اس کے بعد سرگزلی شوری کے دکن محمدی گل صاحب نے سورہ بقرہ کی آیات ۲۵۶-۲۵۷: فَخَنِّيْكَفَرًا بِاللّٰهِ نَفْتًا وَيُفَضِّلُ الْكُفْرَ... کے حوالے سے نہایت ہی مؤثر خطاب فرمایا۔ انہوں نے اپنی تقریر میں طاغوت کے معنی، مفہوم کی وضاحت فرمائی۔ انہوں نے بتایا ہر امت کے وہ افراد جنہوں نے قرآن و حدیث کے دینے ہوئے عقائد کو رد کرتے ہوئے ایک نیا دین پھیلایا، وہی اصل میں طاغوت ہیں۔ ان لوگوں نے مسلمانوں کے نام تک بدل ڈالے۔ آج کا یہ نام نہاد مسلمان مسلم سے دیوبندی، الجھڑیٹ، بریلوی اور شیعہ بن گیا۔ کامیابی کا راستہ وہی ہے جو اس آیت میں بیان کیا گیا کہ جو کوئی بھی ان تمام طاغوتوں کا رد

کرتے ہوئے ایمان لایا تو اس نے مضبوطی سے پکڑ لیا جو بھی بولنے والا نہیں ہے۔
 پروگرام کے دوسرے دن صلوٰۃ الفجر کے بعد امیر پنجاب حکیم محمد رمضان صاحب نے سورہ خان آیات: **لَا تَجْعَلُوا دُورَ الْفَرَسِ مَعَكُمْ وَلَا تَجْعَلُوا دُورَ الْفَرَسِ مَعَكُمْ** کے حوالے سے ایک ایمان افروز درس قرآن دیا۔ اپنے اس درس میں انہوں نے دنیا کی بے ثباتی کا ذکر کیا اور بتایا کہ آخرت میں بچاؤ کے لیے کوئی بھی مددگار نہ ہوگا مگر وہ کہ جس پر اللہ کا رحم ہو جائے۔ انہوں نے قرآن کی مختلف آیات کے حوالے دے کر جہنم میں دیے جانے والے عذاب کی بیولہ کیوں کو بیان کیا۔ انہوں نے ساتھیوں کے سامنے اس بات کو بیان کیا کہ وہ اس بچاؤ کے لیے ابھی سے کوشش کریں۔

کشمیر کے ساتھی حقیق الرحمن صاحب نے سورہ کہف کی آیت: **قَالَ الَّذِي نَجَّى عَلَيْهِ آتَىٰ أَمْرُهُ الْفَتْنُ وَنَجَّىٰ نَجَّىٰ** کے حوالے سے تقریر کی۔ انہوں نے قبر پرستی کے شرک کے بارے میں بتایا کہ اس امت میں اس کی بنیاد فراہم کرنے والے احمد بن حنبل ہیں جنہوں نے خود روح کا عقیدہ دیا۔ خلاف قرآن اسی عقیدے کے نتیجے میں آج یہ مردہ قبر میں زندہ سمجھا جاتا ہے، ان سرے ہوؤں کو پکارا جاتا ہے۔ قرآن کہتا ہے کہ انہیں پکار دیجو تمہاری پکاروں کا یہ جواب دیں گے اگر یہ سنتے ہیں۔ یعنی ان کا پکارا جانا بالکل عبث ہے۔ قیامت والے دن تمام انبیاء، اولیاء اور شہداء اپنے پکارنے والے مشرکوں سے بیزار کی نگاہ کر کریں گے اور ان کے دشمن بن جائیں گے۔ مگر اس کے باوجود غیر اللہ کی پکاریں ہر طرف عام ہیں۔ انہیں نے بتایا کہ جیسے ہی کوئی انسان مرتا ہے تو اس کی جنت و دوزخ وہیں سے شروع ہو جاتی ہے۔ مرتے ہی اسے اس کے عقائد و اعمال کے حوالے سے محاکمہ مل جاتا ہے۔ اس کی روح قیامت سے پہلے دنیا میں لوٹ نہیں سکتی تو پھر اس روح سے خالی مروے میں دیکھتے سنتے کے اس کہاں سے آئے جو کہ روح نکلنے ہی سلب ہو جاتے ہیں۔

اس کے بعد قاری طیل الرحمن نے گزشتہ روز سکھائی گئی سورہیں اصول تجوید کی روشنی میں ساتھیوں سے سنیں۔ پھر پنجاب صوبے کی شورنی کے ایک رکن نے سورہ حم السجده کی آیت ۳۳: **مَنْ أَحْسَنُ حَقًّا لِّمَنْ دَعَا إِلَى اللَّهِ وَنَجَّىٰ نَجَّىٰ** کے حوالے سے اور قرآن وحدیث دیا۔ مقرر نے بتایا کہ سب سے بہترین بات لوگوں کو اللہ کی طرف دعوت دینا ہے۔ آج یہ مسلکی علماء لوگوں کو قرآن کی دعوت نہیں دیتے بلکہ جب بھی کسی کو دعوت دی جاتی ہے تو اس طرح کہ اپنے اپنے مسلک کی باتیں بتائی جاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ لوگوں کو قرآن کے ذریعے دعوت دی جائے، ہم نے قرآن کو آسمان بنا دیا ہے، لیکن یہ لوگ دین کی دعوت اپنے اپنے بزرگوں کے قصوں اور اقوال سے دیتے ہیں، قرآن کو مشکل بنا دالا ہے، اس کے ذریعے دعوت دینا تو ان کے لیے گویا شجر ممنوع ہے۔ مقرر نے اس بات پر زور دیا کہ داعی کو اپنے عمل سے خود کو لوگوں کے سامنے بہترین مسلم کا ایک نمونہ پیش کرنا ہے۔ جو لوگ اس احسن

قول کی طرف بلانے کا فریضہ ادا کر رہے ہیں، وہ جب تک خود کو ایک بہترین مسلم کے عملی نمونے کے طور پر پیش نہیں کریں گے تو وہی گئی دعوت کا کوئی اثر سامنے والے پر کیسے ہوگا؟ ایمان لانے کے بعد اعمال صالحہ کی اورانگی، اپنے حق و من پر اس ایمان کا اظہار، ایک لازمی چیز ہے۔ مومن ایک کسو بند ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ کے احکامات کا خود کو مجاہد کر بھٹتا ہے، انہیں پورا کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اس طرح کوشش کرتے ہوئے جب وہ اپنے رب کے پاس جائے گا تو اس کا بھرپور بدلہ دلا جائے گا (انشاء اللہ)۔

اس کے بعد صوبائی رفکار کار کا جائزہ پیش کیا گیا۔ تمام صوبوں کے اسرار نے حلقہ جاتی رپورٹس پیش کیں۔ سامعین نے نہایت دلچسپی کے ساتھ انہیں سنا اور رفکار کار میں اضافے پر اللہ کا شکر ادا کیا کہ نامساعد حالات، وسائل کی کمی اور گونا گوں مشکلات کے باوجود یہ سب اللہ کا کرم ہے کہ شہر شہر گھاؤں گھاؤں اللہ کے دین کی یہ دعوت پھیل رہی ہے۔

پروگرام کے اختتامی کلمات آواز کشمیر کے امیر محمد آزاد خان صاحب نے ادا کیے۔ انہوں نے سورہ صف کی ابتدائی آیات: **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ تَقْوًا يَؤْتِيهِمْ هَٰذَا لِيَتَفَعَّلُوا لَكُمْ** کے حوالے سے خطاب کیا۔ انہوں نے بتایا کہ مومن تو وہ ہوتا ہے کہ جس کے قول و فعل میں تضاد نہ ہو، جس بات کو کہے اس پر پوری طرح عمل کر کے دکھائے۔ ہم سب نے محض اللہ کی رضا اور اپنی نجات کے لیے ایمان قبول کیا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگی کا مقصد صرف اللہ کے دین کی سر بلندی تھا۔ اب ہمیں بھی جو کچھ کرنا ہے اللہ کے دین کی سر بلندی کے لیے کرنا ہے۔ یہ بات نہ ہو کہ سوچنے لگیں ہم سے بہت کچھ کر لیا ہے، اتنی دعوت، بے دری ہے اور اب ہم تھک گئے ہیں اب آرام کا وقت ہے۔ مومن کی تو زندگی ہی اس کے لیے وقف ہو، زندگی کا ایک ایک لمحہ اسی کوشش میں گزرنا ہے، اس میں کوئی وقفہ نہیں۔ زندگی کے آخری لمحے تک اپنی کامیابیوں کو جاری رکھنا ہے۔ انہوں نے کہا کہ یہ انتہائیت ایک دوسرے پر انتہائی گمان کے سہارے قائم ہے، ساتھیوں کا اپنے ناظم پر اور ناظم کو اپنے ساتھیوں پر مکمل بھروسہ اور اعتبار ہونا چاہیے۔ اگر کہیں کوئی مسئلہ ہو تو ساتھیوں کا اعتماد بحال کیا جائے۔ میرت و کردار کو اولین ترجیح دی جائے۔ جس نے ایمان قبول کیا وہ فوری اطاعت میں آگیا۔ ایمان ہر حالت میں خاصا ہونا چاہیے، آہا تیر آہا تیر، آہا تیر، آہا معاملہ ہو۔ پروگرام کے حوالے سے انہوں نے حاضرین کے نظم و ضبط کو سراہا، مقامی لوگوں نے جس انداز سے مہمان داری کی ہے تو یقیناً انہوں نے اس کا حق ادا کر دیا۔ آزاد صاحب کے ان کلمات کے ساتھ ہی یہ پروگرام اپنے اختتام کو پہنچا۔

کل پاکستان تربیتی اجتماع برائے طلباء و ناظمین

طلباء و ناظمین کا یہ اجتماع ۹ مارچ ۲۰۲۰ء کو مسلم مسجد، سکایاں لاہور میں منعقد ہوا۔ صلوٰۃ الفجر کے بعد آواز کشمیر کے ساتھی الطاف صاحب نے

سورہ فلقیت کی ابتدائی آیات کے حوالے سے درس قرآن دیا۔ انہوں نے بتایا کہ صرف دو ہی ایمان پر نجات نہیں بلکہ جس نے ایمان کا دعویٰ کیا اس کی آزمائش لازمی ہے۔ یہ اس لیے ہے کہ اللہ چاہے اور چاہوں بوجھد کرم ہے۔ اگر کوئی ایمان کا دعوٰی کرے لیکن اس کا کردار اس کا شہوت نہ دے تو اس کا دعویٰ ہرگز سچ نہ ہوگا۔ اس کا یہ اندازہ مانتا ہے۔ وہ ایمان والوں کے ساتھ صرف نظر رہا ہے۔ اس کا قلب نہیں ادا رہا ہوا ہے۔ کیا اللہ تعالیٰ کے یہاں اس کو اس جزا سے نوازا جاسکتا ہے جو مومنوں کے لیے بخش ہے؟

اشرافؒ نے جیسے کہ آیت کے بعد لاہور کے ساتھی سردار علی نے سورہ کہف کی آیت ۱۳: **لَا تَتَّبِعُوا الْاَوَّلِيْنَ وَلَا الْاٰخِرِيْنَ وَلَكِنْ كُلٌّ فِئْتَرَفٍ مِّنْهُ** کے حوالے سے اسلام میں جو دونوں کے سردار کو مانجھ لیا۔ انہوں نے بتایا کہ اس آیت میں اسی بات کا درس دیا گیا ہے کہ اصل چیز ایمان ہے۔ جو شہودی ایمان لاتے ہیں۔ یہی اس کی اہمیت کو سمجھتے ہیں۔ لیکن بات بتائی گئی ہے کہ جب کبھی ایمان کی آزمائش کا موقع آجائے تو انسان کو اپنا ایمان بچانا چاہیے جس طرح کہ اصحاب کہف نے بچایا۔ جنہوں نے اپنے ایمان کی خاطر اپنے گھر بار، مال و دولت و رشتہ دار سب کو چھوڑ دیا لیکن اپنے ایمان کی حفاظت کی۔ اس کو نہ چھوڑا۔ قرآن کی یہ آیت جو ان کے لیے ایک اہم سبق ہیں۔

اس کے بعد راجیہ کے خالد عزیز اور عبد اللہ عمر کی نگرانی میں "ایصال ثواب" کے موضوع پر تحریری امتحان ہوا۔ ایک کثیر تعداد میں فوجیوں اور ساتھیوں نے اس میں حصہ لیا۔ مگر گودھا کے عطا اللہ نے ۸۶ نمبر لے کر پہلی پوزیشن حاصل کی۔ فیصل آباد کے شبہار ارشد نے ۷۷ اور راولپنڈی کے محمد اہمل نے ۷۲ نمبر لے کر بالترتیب دوسری اور تیسری پوزیشن پر رہے۔ جن ساتھیوں نے اس تحریری امتحان میں شرکت نہیں کی ان کے لیے ترقی دہشت الی اللہ کی تلقین کا چرچہ گرام ہوا۔ اس کے بعد مردانہ صوبہ کے نور اللہ نے سورہ النساء کی آیت **مَنْ يُّضِلَّ الْفَرَسَ فَاَنْتَ لَهَا سَيِّئٌ مَّا كُنْتَ تَعْمَلُ** کے حوالے سے درس قرآن دیا۔ انہوں نے قرآن و حدیث کے حوالے سے کمر اپنا دیا۔ رسول اللہ کی اہمیت پر زور دیا۔ نور اللہ صاحب کی تقریر کے بعد فہم اختر آقا کا پرکردہ سوال سورہ نمل کی آیت **قُلْ لَا يَمْلِكُ لَكُمْ مِّنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْعَذِيبُ اِلَّا اللّٰهُ** کے حوالے سے غم غیب کے

موضوع پر تین ائمہ پر جو میں۔ کتیاوی کے عرفان اللہ راولپنڈی کے محمد علی بٹ اور فیصل آباد کے شبہار ارشد نے اس موضوع پر قرآن و حدیث کے حوالے سے یہ بات بیان فرمائی کہ عالم الغیب صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے جس میں اس کا کوئی شریک نہیں۔ نبی ولی و نگران انسان و فرشتے اور جن کوئی بھی اس صفت کو حامل نہیں۔ انبیاء علیہم السلام کو ہر وہ دعویٰ غیب کی باتوں کی خبر دی جاتی تھی۔ آئی امت میں چھپا ہوا یہ عقیدہ کہ مخلوق میں بھی کوئی۔ لم الغیب ہے مکمل طور پر شرک کا نام ہے۔ اس کے بعد شیخ پورہ کے ساتھی عبد اللطیف حسن صاحب نے سورہ قمر سورہ کی آیت کے حوالے سے تقریر کرتے ہوئے اس بات کو بیان فرمایا کہ کامیابی انہما

کے لیے ہے جو ایمان لانے کے بعد اس پر جم جائیں اس راہ میں آنے والی مشکلات کا مقابلہ کریں۔ آخر باتیں انہیں تو اپنے ایمان کی حفاظت کریں۔ ایسی ہی لوگوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ان کی موت کے وقت فرشتے ہزل ہوتے ہیں ان کو ان جنتوں کی خوشخبریاں دیتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے ان کی یہ باتی کے لیے تیار کی ہیں۔

اس کے بعد جنی اللہ شاد اور اس کے "متمن" یحیٰ عیوبی سے سپر گزرا کا ایک پروگرام ہوا۔ لاہور کے دہم انکرم نے سوالات پر بحث۔ تمام ساتھیوں سے سوالات کیے گئے اور ان میں سے ساتھی اگلے مرحلے میں گئے جس سے مزید تین تین سوالات کیے گئے اور پھر ان میں تین ساتھی اگلے مرحلے میں گئے۔ ان تینوں کے درمیان سپر گزرا کا مقابلہ ہوا۔ شبہار ارشد (فیصل آباد) نے پہلی جگہ ادا (لاہور) نے دوسری اور محمد رفیق (راولپنڈی) نے تیسری پوزیشن حاصل کی۔

اس کے بعد جنی رنی پروگرام ہوا جس کی نظامت لاہور کے ساتھی معراج الدین صاحب نے کرنا بھی مگر پروگرام کے انتظامات میں مصروف ہونے کی وجہ سے ان کی جگہ ضرار لطیف صاحب نے اس پروگرام کی نگرانی کی۔ آخر میں کل پاکستان حلقہ طلبہ و فوجیوں ایمان کے ناظم ارشد صاحب نے امتحانی کلمات ادا کیے۔ انہوں نے سورہ مدہم کی آیت ۴۲: **قُلْ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا كَلِمٰتٌ سَلٰطٰتٌ لِّقَوْلِكُمْ اَوْ يَكُوْنُ لَكُمُ الْغَوِيْ** کے حوالے سے ساتھیوں کے سامنے اس بات کو بیان کیا کہ شرک سب سے گھناؤنا جرم ہے۔ یہی وہ جرم ہے کہ جس کی وجہ سے قوموں کی قومیں تباہ و برباد کر دی گئیں۔ انہوں قرآن میں بیان کردہ مختلف قوموں کے واقعات بیان کر کے اس بات کو واضح کیا کہ یہوں یہ قومیں تباہ کر دی تھیں۔ اللہ نے ان کو ناپا میں سر انداز سے نوازا لیکن اللہ کی وحدانیت کے انکار پر ان کو تباہ و برباد کیا گیا۔ آج ان کے کھنڈر اس کی دہشتاں سناتے کے لیے رہ گئے ہیں۔ تباہی و بربادی سے بچنے کا یہ بھی ایک ہی راہ ہے کہ اللہ پر خالص ایمان ہو۔ ملائمت کا کھل کر کفر ہو۔ اللہ سے توبہ و استغفار کی جائے اور اپنے اعمال کو قرآن و سنت کے مطابق ڈھال دیا جائے۔

امیر مسلم و رفقاء کا دورہ شمالی علاقہ جات

سورہ سجدہ کی آیت ۱۷ سے شمالی علاقہ جات و آزاد کشمیر کا دعویٰ و تبلیغی دورہ کیا گیا جس میں ساتھیوں کی بڑی تعداد نے حصہ لیا۔ کراچی سے مرکزی شہر کی کے ارکان و دیگر ساتھی ۳ رجوان کو روانہ ہو گئے۔ اگلے دن لاہور پہنچ کر چکوال کے لیے کوچ تھے۔ فرمایا جس نے وہ پیر کے بعد چکوال پہنچا پورہ و ہاں شمالی علاقہ جات کے امیر محمد اشرف صاحب ایک ویگن کے ساتھ موجود تھے۔ دورے کا تمام سفر ای ویگن میں کیا گیا۔ سفر سے کچھ قبل ساتھی جو یادگار کی مسجد قریب میں پہنچ گئے جہاں ملائمت شہرہوں کے کافی ساتھی پہلے سے موجود تھے۔ ان کی چال چلنی گرمی اور محض تھی۔ مغرب سے کچھ پہلے موسم نہ ٹھکرا ہوا تھا پٹنڈی ہوا انہیں پہلے لکھن اور باران

رحمت نے فقہ ایک دم تبدیل کر دی۔ یہاں تک کے ماحول کے مطابق مغرب کے بعد عقیقی نظم نے کھانے کا بندہ بست کیا ہوا تھا۔ ایک بڑی تعداد میں ساتھیوں کی مہمان نوازی کی گئی۔ عشاء کے بعد محمدی گل صاحب نے تقریر کی اور طائفوں کی نشاندہی کرتے ہوئے مہمانوں کو ان سے اجتناب کرنے کی تلقین کی۔ اس کے بعد ساتھیوں کے سوالوں کے جواب دیے۔ کچھ نے ساتھی بھی آئے ہوئے تھے اور اپنی گفتگو کے لیے کافی سوالات کر رہے تھے۔ یہ سلسلہ آخر چار بجے رات تک چلا رہا، اس کے باوجود ساتھی صبح چار بجے سے پہلے ہی فجر کے لیے مستعد تھے۔ فجر کے بعد منور سلطان نے سورہ تم السجدہ کے حوالے سے استفادہ دین پر درس دیا۔ ساتھیوں کو بتایا گیا کہ ایمان کی آزمائش ہوتی ہے، ابتلاء میں مبتلا کیا جاتا ہے، صداقت کی جانچ پرکھ کی جاتی ہے، کھوٹ کی چھان بھگان ہوتی ہے اور سرفروشی ہوتا ہے جو ان میرا آزمائش پر ثابت قدمی کے ساتھ مضبوطی سے ڈھار ہے۔ ایمان تو وہی ہے کہ کوئی بھی آزمائش اس کو کسی سبب و سبب میں مبتلا نہ کر سکے، یہ باجماع اس کے پائے استقامت کو کوئی جنبش نہ دے سکے ورنہ وہ ایمان ہی کیا کہ کسی مخالف کا لڑ بچہ پڑھا کسی منکر حدیث کی کوئی تحریر نظر سے گزری اور شکوک و شبہات کے ناگ اپنے بچھن بچھانے لگے۔ ایمان خالص اس بات کا متقاضی ہے کہ ان ساتھیوں کو بچل دیا جائے نہ کہ خود کو ان سے ڈسوا لیا جائے۔

صبح ناشتہ کے بعد ساتھی راہ لینڈی مرکز کے لیے روانہ ہو گئے۔ وہاں کچھ دیر قیام کر کے بالاکوٹ کے لیے سفر شروع کر دیا۔ اہیت آباد اور مانسہرہ سے کافی ساتھی ساتھ ہو گئے اور کئی گاڑیاں قافلے میں شامل ہو گئیں۔ کلیر عصر مانسہرہ میں ادا کیں اور زلزلے کی تباہ کاریوں کا مشاہدہ کرتے ہوئے چار بجے کے بعد بالاکوٹ پہنچے۔ یہاں پہاڑ کے آدھن میں زلزلے سے تباہ شدہ بازار میں تین مقامات پر افضل صاحب، محمدی گل صاحب اور کینین ارشد نے انڈیا عام کیا اور کافضل نے یہاں انڈیا کو پھیل کرتے ہوئے لوگوں کو کھول کر بتایا گیا کہ اگر شرک سے باز نہ آئے تو اس سے بڑے بڑے زلزلے اور طوفان آئیں گے اور وہ چلی پھیلے گی کہ کچھ بھی نہ بچ سکے گا۔ لوگوں کی بڑی تعداد نے دعوت کو سنا۔ تینوں مقامات پر کچھ خاتونیں بھی آگئے اور سخت مست کہتے ہوئے انتظامیہ کو بھی اطلاع کرتے گئے۔ زلزلے کے فوری بعد جب امیر تنظیم نے یہاں کا دورہ کیا تھا تو کوئی مکان و مکان سلامت نہ تھی۔ زلزلے نے سب کو تباہ کر دیا تھا۔ بوٹی عمارتیں اور عیاشی کے اٹال زمین ہوں ہو گئے تھے۔ لیکن اب پھر سے بڑا بازار آباد ہو گیا تھا۔ ساتھی پورے بازار میں پھیل گئے اور ہزاروں کی تعداد میں زلزلے اور طوفان کا یہ غلط تقسیم کیا۔

دعوت الی اللہ کا بھرپور پروگرام کر کے ساتھی مغرب کے بعد مانسہرہ پہنچے۔ بالاکوٹ کے ناظم فی زمان صاحب، جن کی ٹانگ کی پٹی زلزلے سے ٹوٹ گئی تھی، اس پورے سفر میں تھارے ساتھ رہے اور ساتھیوں کی میزبانی کرتے رہے۔ یہاں عنایت الرحمن صاحب کے مکان پر مغرب ادا کی گئی جس کے بعد محمدی گل صاحب نے سورہ التہائم کے حوالے سے تقریر کی اور امیر تنظیم نے سوالوں

کے جواب دیے اور اس کے بعد صلوة العشاء ادا کی گئی۔ دونوں بڑے کمرے ساتھیوں سے بھرے ہوئے تھے۔ رات قیام کا بھی یہیں انتظام تھا لیکن مہمانوں کی دشواری، پانی کی کمی اور طبیعت وغیرہ کے خیال سے ایک گاڑی رات وحشی پنڈی روانہ ہو گئی اور فجر سے ایک ڈیڑھ گھنٹے پہلے پنڈی مرکز پہنچ گئی۔

صبح ناشتہ وغیرہ کے بعد ساتھی چکالہ کی مسجد توحید کے لیے روانہ ہو گئے۔ چکالہ کے ناظم قاری خلیل الرحمن و دیگر نے ساتھیوں کا استقبال کیا اور میزبانی فرمائی۔ یہاں ٹھہرے پہلے پروگرام تھا۔ ساتھیوں کی ایک بڑی تعداد سوچو تھی۔ منور سلطان نے سورہ لقمان کے حوالے سے درس قرآن دیا اور شرک کی تباہ کاریوں کو واضح کیا۔ اس کے بعد ایک گھنٹے تک سوالوں کے جواب محمدی گل صاحب نے دیے اس لیے کہ امیر تنظیم اس پروگرام میں اس وجہ سے شرکت نہ کر سکے کہ آپ خلیل ہو گئے تھے کیونکہ چند ماہ قبل ہونے والے آپریشن کے بعد خلیل اسفار سے ڈاکٹروں نے منع کر دیا تھا مگر اس کے باوجود بالاکوٹ کا طویل پہاڑی سفر کیا گیا جس نے آپ کی صحت کو متاثر کیا۔

چکالہ سے ساتھی راہ لینڈی کی تحصیل گڑگال کے لیے روانہ ہو گئے۔ سخت گرمی اور ٹور میں سفر کرنا ہوا قافلہ عصر تک پہنچ کر مسجد توحید گڑگال پہنچا۔ یہاں کے ناظم احمد خان صاحب اور دیگر ساتھیوں نے قافلے والوں کا استقبال کیا اور ان کی تواضع کی۔ مغرب کے بعد محمدی گل صاحب نے سورہ التورہ کے حوالے سے تقریر کی اور اللہ اور اس کے رسول کے احکامات ماننے کی اہمیت کو واضح کیا۔ عشاء کے بعد ایک ساتھی کے گھر پر ضیافت کا بندہ بست کیا گیا تھا جس کے بعد رات دیر تک محمدی گل صاحب نے سوالوں کے جواب دیے۔ صلوة فجر کے بعد سورہ عم السجدہ کے حوالے سے کینین ارشد صاحب نے ایمان کی اہمیت کو واضح کیا اور استقامت دین پر لٹنے والے اعمالات کا ذکر کیا اور آزمائشوں سے ٹھہرا کر چلت جانے پر ہونے والے خسارے کو قرآنی آیات کی روشنی میں بیان کیا۔

یہاں سے قافلہ ایک دوسری تحصیل گوہر خان کے گاؤں پکری، بکمالاں روانہ ہوا جہاں کینین صاحب کا آبائی گھر واقع ہے۔ یہاں کی مسجد توحید میں گیارہ بجے سے کلیر کے بعد تک پروگرام چلا رہا۔ محمدی گل صاحب نے سورہ النساء کے حوالے سے بتایا کہ قرآن مومنوں کے لیے نہیں بلکہ زندوں کے لیے نازل ہوا ہے۔ قرآنی آیات کی روشنی میں آپ نے مانع موتی کے عقیدے کی تباہ کاریاں واضح فرمائیں۔ اس کے بعد منور سلطان نے سوالوں کے تفصیلی جواب دیے۔ یہاں چند اہم حدیث آئے ہوئے تھے جو اپنے مسلک کا افق کرتے ہوئے حوالات کر رہے تھے اور خود کو کوئی فرقہ تسلیم نہیں کرتے تھے۔ جب ان کو بتایا گیا کہ اہلحدیث کے نام سے مختلف جماعتیں پائی جاتی ہیں جو مختلف عقائد کی حامل ہیں۔ اس پر ان کا اسرار تھا کہ اس کے باوجود محمدی یہ سب ایک ہی جماعت ہیں اور اس حدیث کا مصداق ہیں جس میں یہ بتایا گیا ہے کہ امت کا ایک گروہ غالب رہے گا۔ اس پر انہیں بتایا گیا کہ حدیث میں جس طائفے کا ذکر ہے وہ قرآن و

حدیث میں بیان کردہ حدیث اہمال کی حامل مور ایک لکیر پر متفق ایک متبرہ
 جماعت ہے نہ کہ مختلف مذاہب کی حامل منتشر جماعتیں جن کے اپنے اپنے امراء
 ہیں نظم بھی جو ابدانے اور عقائد اہمال میں بھی شدید اختلاف پایا جاتا ہے۔
 لیکن صاحب کے بھائی اور مقامی فہم نے ساتھیوں کی ضیافت کا انتظام کر رکھا تھا۔
 یہاں سے یہ قافلہ راہِ پختہ کی مرکز واپس آ گیا۔ یہاں مغرب کے بعد محمدی
 گل صاحب کا بیان تھا۔ ملت اسلامیہ کے کافی ساتھی پہنچے جو اسے حق پر مسجد کھچا
 کھانگ بھری ہوئی تھی۔ سورۃ الکہف کے حوالے سے محمدی گل صاحب نے بشریت
 انبیاء کو بیان فرمایا۔ مثلاً: اور کھانے کے بعد رات گئے تک امیر تنظیم نے سوالوں
 کے جواب دیے۔ صلوٰۃ النحر نے بعد منور سلطان نے سورۃ المؤمنین کی آخری
 آیات کے حوالے سے سوال آخرت کو بیان کیا۔

مؤرخ ۸ جون کو ناشتے اور اشراق کے بعد قافلہ آزاد کشمیر کے لیے روانہ
 ہو گیا۔ دوسرے شہروں سے بھی کافی ساتھی قافلے میں شامل ہو گئے تھے۔ چنانچہ
 ایک سڑک پر لے لی گئی۔ بلند و بالا پہاڑوں کی دشاؤں گزرا اور جنگ
 وادیوں میں سفر کرتا ہوا یہ قافلہ، تنگائی نہ لے پھرتا۔ راستے میں آزاد کشمیر کے
 امیر آزاد صاحب اور سابق امیر ارشد ظفر صاحب جو کہ بیرون ملک مقیم تھے،
 قافلے میں شامل ہو گئے۔ کافی راستہ پہاڑوں کے خدیب و فراز میں پیدل بھی
 چلا کیا کہ وہاں گاڑیاں نہیں جا سکتی تھیں۔ تھکن سے چور یہ قافلہ مسجد قحید سے
 ملت میں اس کے ناظم فیاض صاحب کے گھر پہنچا جہاں سیز بانوں نے قافلے والوں
 کی ضیافت کا بندوبست کر رکھا تھا۔ صلوٰۃ الظہر کے بعد امیر تنظیم نے قرآن و
 حدیث سے تسک کرنے کی اہمیت پر تقریر کی اور سوالوں کے جواب دیے۔

یہاں سے قافلہ راہ الاکوٹ کے لیے روانہ ہو گیا۔ پہاڑوں کے دامن میں
 گھومتی گاڑی سے راہ الاکوٹ کی خوبصورت مسجد قحید پر نظر پڑی تو دل خوش
 ہو گیا۔ یہاں پہنچ کر دیکھا کہ دڑلے نے اوپر کی دو منزلوں کے ستونوں کو اور چھٹی
 منزل کے فرش کو تباہ کر دیا تھا۔ دڑلے سے متاثرہ حصوں کی مرمت کا کام تیزی
 سے جاری تھا۔ یہاں پر صلوٰۃ العصر ادا کی گئی۔ یہاں کے ساتھیوں نے اہل قافلہ
 کی ضیافت کا بندوبست کر رکھا تھا۔ مجلس تمام فارغ ہو کر مجلسِ مدخل کے لیے روانہ
 ہو گئے۔ یہ بھی دشاؤں گزرا ہوں پر واقع تھا۔ یہ بھی جگہ ہے جہاں آج سے تقریباً
 بیس سال پہلے ڈاکٹر عثمانی پانچ گھنٹے پہاڑوں میں پیدل چل کر یہاں پہنچے تھے۔
 یہاں کی مسجد قحید ایک بلند پہاڑی پر پتھروں سے بنائی گئی تھی۔ دڑلے سے اس
 کی ساری دیواریں منہدم ہو گئیں تھیں، صرف چھت باقی رہی تھی جو چار محبتوں پر
 کھڑی تھی۔ یہ گھٹن راستے کے کر کے ساتھی مغرب کے بعد یہاں پہنچے۔ محمدی گل
 صاحب نے تقریر کی اور امیر تنظیم نے سوالوں کے جواب دیے۔ تنظیمی نو جوانوں
 نے خوب خوب حق میزبانی دلا کیا۔ اگرچہ جون کا مہینہ تھا مگر یہاں رات بہت
 ٹھنک تھی۔ لیکن کئی سردی محسوس ہو رہی تھی۔ پھر کے بعد منور سلطان نے سورۃ النحر کی
 آخری آیات کے حوالے سے درس قرآن دیا اور تادمِ آخر بندگی رب کو واضح کیا۔

ناشتے اور اشراق کے بعد قافلہ واپس راہ الاکوٹ کی مسجد قحید پہنچا۔ آج
 جمعہ کا دن تھا۔ اسے یہ جوا کہ محمدی گل صاحب یہاں جمعہ پڑھا کریں گے اور امیر
 تنظیم بھی کھڑی مسجد میں۔ محمدی گل صاحب، افضل صاحب اور کافی ساتھی راہ الاکوٹ
 کوٹ میں ہی رہ گئے۔ راہ الاکوٹ کے بازار میں صلوٰۃ الجُمُعہ کے بعد تین مقامات
 پر مرکزی شوری کے اراکین افضل صاحب، صابر علی صاحب، اشرف صاحب
 (ایرانی ملاوچہ) اور ذریہ غازی خان کے ساتھی سجاد نے دعوت الی اللہ کی
 تقاریر کیں اور کھل کر دعوت کی نشاندہی کی اور طائفہ پرستی کی تباہ کاریاں واضح
 کیں۔ دعوت الی اللہ کے بعد ساتھی گل صاحب باقی قافلے سے جا ملے۔ کئی گل کی
 مسجد بھی بہت خوبصورت تعمیر ہوئی ہے۔ بلند و بالا پہاڑوں کی وادیوں میں کھڑے
 خوبصورت القامت چنے اور پیار کے درختوں کے درمیان بہت خوبصورت منظر پیش
 کرتی ہے۔ یہاں بعد کا خطبہ اہمیت امیر تنظیم نے فرمائی۔ آپ نے سورۃ البہق
 کی آخری آیات کے حوالے سے دنیا کی رتبینوں میں مست و مغمن اور اس کے
 مقام و منصب کے حصول کے لیے کوشاں گرد اور دوسرے اس گردہ کی نشاندہی کی
 جو آخرت کی کامیابی کا حلیہ ہے۔ یہاں کے ناظم عتیق الرحمن صاحب نے
 عصر کے بعد تک کا پروگرام ترتیب دے رکھا تھا۔ چنانچہ اس کے بعد منور سلطان
 نے سورۃ حمد کے حوالے سے سنت کی اہمیت اور بدعت کی مذمت کو واضح کیا۔ اس
 کے بعد علی سہیل کے ساتھی محمد مشتاق نے، جو قافلے کے سمرات آئے تھے، دعوت
 الی اللہ کی تقریر کی۔ دونوں مقامات پر ہمراہیان قافلہ کی خوب نہ طریقہ پیش کی گئی۔

صبح ناشتے کے فوراً بعد قافلہ میر پور بھمبر کے لیے روانہ ہو گیا۔ یہاں کا موسم
 طلی سہیل اور راہ الاکوٹ کے بالکل برعکس سخت گرم اور خشک تھا۔ طلی سہیل اور مسلسل
 سفر کی صعوبتوں نے امیر تنظیم کی صحت پر اثر ڈالا۔ چنانچہ آپ یہاں سے واپس پٹنہ
 روانہ ہو گئے۔ بھمبر میں مقامی ناظم گوہر صاحب کے گھر صلوٰۃ الظہر ادا کی۔ یہاں
 ایک المجدیٹ نو جوان آیا ہوا تھا۔ اس کے سوالوں کے جوابات منور سلطان نے
 دیے۔ گوہر صاحب نے اہل قافلہ کی ضیافت فرمائی۔ یہاں سے قافلہ وحدہ ڈی
 مسجد قحید پہنچا اور یہاں کے ساتھیوں سے ملاقات کر کے اور کچھ انتظامی
 امور طے کر کے ساتھی مصر کے وقت تھہرائی کی مسجد قحید پہنچے۔ یہاں
 ساتھیوں نے اپنے کپڑے دھوئے اور غسل کیا۔ یہاں گھبرات سے بھی کچھ ساتھی
 آ گئے تھے۔ صلوٰۃ المغرب تک محمدی گل صاحب نے تقریر کی اور مغرب کے بعد
 منور سلطان نے سورۃ طہ کی آیات کے حوالے سے حجت حدیث کو ثابت کیا۔
 قرآنی آیات کی روشنی میں سنت کی اہمیت اور حدیث سے تسک پر زور دیا گیا۔
 آپ نے بتایا کہ احادیث کو چھوڑ کر ہم ایک تہذیبی دین کی راہ پر نہیں چل سکتے۔
 کوئی بھی عبادت نہیں کر سکتا! احادیث کو چھوڑ کر اللہ کی نہیں بلکہ خواہش و نفس کی
 بندگی ہو سکتی ہے۔ اس کے بعد ورتک سوالوں کے جواب دیے گئے۔

پھر کی صلوٰۃ کے فوراً بعد نزدیک واقع مسجد قحید پر ہمارا روانگی ہوئی۔ یہاں
 کے منور محمد ناظم دوسرے گھر ساتھیوں نے ناشتے کا انتظام کر رکھا تھا۔ ناشتے کے بعد

امیر شمالی علاقہ جات محمد اشرف صاحب نے سورۃ الانعام کی آیت ۶۵ وغیرہ کے حوالے سے شرک کی پاداش میں ملنے والی سزاؤں کو بیان کرتے ہوئے بدلتجاری کی ہولناکیوں سے ڈرایا۔

اگلی منزل گجرات کا شیرجیلا پور ضلع تھی۔ روانگی سے قبل کشمیر کے ساتھیوں نے رخصت کیا۔ جلالپور میں امیر پنجاب حکیم محمد رمضان اور دوسرے ساتھی بھی پہنچ گئے۔ یہاں کے سرگرم قلمیوں میں حکیم صاحب نے سورۃ الحجۃ کے حوالے سے مانتین کو ملنے والے انعامات بیان کیے اور حق کے انکار یوں کی بد انجامی کا بھی ذکر فرمایا۔ اس کے بعد سوال و جواب کی طویل نشست رہی۔ مقامی ساتھیوں نے میزبانی فرمائی۔

کشمیر کے بعد قافلہ منڈی بہاؤ الدین کے علاقے آدرگہ بستی تو حید آباد کے لیے روانہ ہوا۔ یہاں کے عالم کلام قادر صاحب نے ایک بڑی خوبصورت مسجد تعمیر کی ہے جس میں آپ ربانی، طہارت، بکلی کی مسلسل قراہی، روشنی، آواز بیکر وغیرہ کا بڑا احسن انتظام کیا ہوا ہے۔ اطراف کے شہروں سے یہاں بہت بڑی تعداد میں ساتھی جمع ہو گئے تھے جن کی میزبانی بڑی خوبی کے ساتھ کی گئی۔ مغرب کے بعد سورۃ الفہم کے حوالے سے محمدی مجلس صاحب نے سچے اور بھونے لوگوں کی پہچان کر دی۔ اس کے بعد سواٹوں کے جواب دیے گئے۔ فجر کے بعد نیت انکری کے حوالے سے تنور سلطان نے درس دیا اور مختلف مسالک کی بد عقیدگی کی نشاندہی کراتے ہوئے کفر باطاعت پر نثار دیا، طاغوت کی مختلف شکلوں کی وضاحت کی اور ان سب سے نفرت و بیزاری اور مکمل اجتناب کی تلقین کی۔

ناشتے کے بعد ساتھی دورے کے آخری مقام گجرانوالہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ یہاں بھی بہت بڑی تعداد میں ساتھی اکٹھے ہو گئے تھے۔ اگرچہ بکلی چلی گئی تھی، اس کے باوجود ساتھیوں نے محمدی کل صاحب کا طویل خطاب توجہ پور دلچسپی سے سنا۔ اس کے بعد حکیم رمضان صاحب نے سوالوں کے جواب دیے۔ سوالات کا سلسلہ کسی طرح رکنے میں ہی نہیں آ رہا تھا اور لاہور روانگی کا وقت ہو گیا تھا جہاں سے کراچی کے ساتھیوں نے واپسی کی ٹرین پکڑنی تھی۔ مجبوراً مقامی انکم کو یہ سلسلہ کوانا خزاں کھانے اور نظیر کی صلوٰۃ کے بعد قافلہ لاہور روانہ ہو گیا۔

لاہور پہنچ کر شمالی علاقہ جات کے امیر محمد اشرف صاحب اور پنڈی وغیرہ کے ساتھیوں نے کراچی کے ساتھیوں کو رخصت کیا۔ اگلے دن ۱۳ جون کو ساتھی شمالی علاقہ جات و آزاد کشمیر کا میاب دورہ کر کے کراچی، لیٹ، واپس پہنچ گئے۔

دسویں سالانہ تو حید و سنت کانفرنس

اس کانفرنس کی روداد تاریخ سے موصول ہوئی، اس لیے پچھلے شمارے میں شامل نہ ہو سکی جس کے لیے ہم معذرت خواہ ہیں۔

دسویں سالانہ تو حید و سنت کانفرنس گزشتہ سال امریکی ریاست کیلی فورنیا (California) کے شہر اس انجلس (Los Angeles) میں بروز جمعہ ۱۱ جولائی ۱۹۸۵ء

اور ۲ اگست ۱۹۸۵ء ہوئی جس میں امریکہ کی مختلف ریاستوں سے ساتھیوں نے شرکت کی۔ بیشتر شرکار جمہرات کی شام کو ہی پہنچ گئے تھے جن کی رہائش کا انتظام مقامی ہوٹل میں کیا گیا تھا۔ گزشتہ سالوں کے برخلاف اس سال کانفرنس کے انعقاد کے لیے مقامی مسجد کا انتخاب کیا گیا تھا۔ پروگرام کا آغاز حسب معمول صلوٰۃ الجمعہ کے ساتھ ہوا جو کہ ریاست مسوری (Missouri) کے ساتھی ڈاکٹر حسین خالد نے پڑھائی جس کے بعد مقامی ممالیوں سے بات چیت ہوئی۔ صلوٰۃ سے پہلے بھی ساتھیوں نے ان لوگوں کی مختصر اپنی دعوت کے بارے میں بتا دیا تھا۔ ساتھیوں نے وفات النبی ﷺ کے موضوع پر قرآنی آیات اور صحیح احادیث سے یہ ثابت کیا کہ نبی کریم ﷺ وفات پا کر اس دنیا سے رخصت ہو گئے ہیں اور اب مدینے والی قبر میں نہیں بلکہ جنت کے اعلیٰ ترین مقام "النبی" میں زندہ ہیں۔ جواب میں ممالی صاحبان اور ان کے ممالیوں نے قرآن و احادیث سمیت کے بجائے اپنے منسلکی اکابرین کے حوالے دیکر دعوئی لیا کہ نبی ﷺ کو ایک خاص میاں دی گئی ہے ایسی دنیوی مہم کے ساتھ۔ اس خلاف شرع باطل دعوے کو ثابت کرنے کے لیے ممالیوں نے وہی منکر و معصوم روایت پیش کیں جن کی حقیقت ہمارے کتابچوں میں واضح کر دی گئی ہے۔ یعنی

(۱) نبی ﷺ پر درود و ماس مٹا کر پیش کیا جاتا ہے۔

(۲) انبیاء شہیم السلام کے جسم کو نمی نہیں کھائی۔

(۳) نبی ﷺ اپنی قبر پر پڑھا جانے والا درود و سلام خود سنتے ہیں

اور آپ ﷺ پر ماس پھینکا ہے تو انکس سے بھی پڑھا جائے۔

(۴) انبیاء شہیم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نمازیں پڑھتے ہیں۔

جب ان لوگوں کے سامنے ان روایات کی حقیقت لائی گئی اور قرآنی آیات پیش کی گئیں جن میں واضح کیا گیا ہے کہ مردے قبر میں زندہ نہیں ہوتے، وہ قبر میں سے جاری ہیں انہیں کسی بات کا شعور نہیں ہوتا، اور یہ کہ نبی ﷺ بھی قبر والوں کو نہیں سنا سکتے، وغیرہ تو انہوں نے پیشہ وارانہ جالبدستی دکھاتے ہوئے ان سب آتش کو رد کر دیا اور کورد منکر اور معصوم روایتوں کو قرآن کی حکم آیات اور صحیح احادیث پر مقدم کرتے ہوئے ان کے درست ہونے پر اصرار کیا۔ ممالیوں کی چال بازی اور بہت بھڑائی کو دیکھتے ہوئے ساتھیوں نے ائمہ اربعہ کو لیا کہ یہ لوگ صرف وقت ضائع کرنا چاہتے تھے اور ان کا مقصد بین بیکھنا اور سکھانا نہیں بلکہ اللہ کے دین کی راہ میں روڑے اٹھانا ہے۔ انہی جیسے لوگوں سے ایمان والوں کو غیور وار کرتے ہوئے قرآن میں بتایا گیا ہے کہ یہ لوگوں کا مال بھی باطل طریقوں سے کھاتے ہیں اور انہیں اللہ کے راستے سے بھی روکتے ہیں۔ قرآن میں ان جیسے لوگوں کے متعلق یہ بھی بتایا گیا ہے کہ یہ لوگ حق کو اس طرح پیچھا لیتے ہیں جیسے اپنی اولاد کو گمراہی کے باوجود کتاب اللہ کے پیغام کو چھپاتے ہیں۔ حق کا اتمان کرنے والے ایسے ہی لوگوں کے بارے قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے کہ ان پر اللہ کی لعنت تماماعت کر کے دلوں کی لعنت ہے۔

اس بات حیرت کے منتقام پر ظہرات ہوا جس کے دوران ساتھیوں نے یہ فیصلہ کیا کہ یہاں مزید پروگرام جاری رکھنا مناسب نہ ہوگا۔ چنانچہ کانفرنس کے شرکاء یہاں سے روانہ ہو کر مقامی سماجی جمیع صاحب کے ہاں چلے گئے جہاں صلوحۂ العصر کے بعد پروگرام کا دوبارہ آغاز ہوا۔ ارشد ظفر صاحب نے اپنی تقریر میں سورہ یونس کے آخری دو آیت کی آیات کو اپنا موضوع بناتے ہوئے بیان کیا کہ ہر مسلمان میں اپنے دین کے بارے میں کسی قسم کا کوئی ریب و شک نہیں ہونا چاہیے کیونکہ شک و شبہات میں پڑنا تو ایمان کا انکار ہے۔ انہوں نے بتایا کہ رب العالمین پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ اس کی پوری پوری اطاعت کی جائے اور اس کے سوا کسی اور کی بندگی نہ کی جائے۔ انہوں نے کہا کہ اللہ نے اپنے نبی ﷺ کو یہ نعم دیا کہ اللہ کے مقابلے میں اگر وہ کسی اور کی اطاعت اور بندگی کریں گے تو ظالموں میں سے ہو جائیں گے۔ انہوں نے تلاوت شدہ آیات کی تشریح کرتے ہوئے کہا کہ اگر اللہ تعالیٰ کسی پر کوئی مشکل ڈالنا چاہے تو کوئی بھی نئی پاؤں اس مشکل کو نال نہیں سکتا اور اگر اللہ تعالیٰ کسی کے لیے کوئی آسانی پیدا کرنا چاہے تو دنیا کی کوئی طاقت اس پر کوہ نہ نہیں سکتی۔ انہوں نے مزید کہا کہ اگر کوئی اس وسوسہ حق کو قبول کرتا ہے تو اس میں خود اسی کا ہلاک ہے اور اگر وہ اس دعوت کو ٹھکرا دیتا ہے تو خود اپنا ہی نقصان کرتا ہے۔ اس کا خمیازہ خود اسی کو بھگتنا پڑے گا جس کا وبال کسی اور پر نہ پڑے گا، انبیاء و رسل اور دینی کام کرنے والے ان کے حیر دکار ایسے لوگوں کے لیے وارنہ ہونا چاہئیں جیسے گئے۔

اس تقریر کے بعد مختصر سوال و جواب ہوئے اور پھر صلوحۂ العصر پر ادویاتی مسئلوں کے بعد پاکستان میں دینی سرگرمیوں پر ایک مختصر رپورٹ پیش کی گئی جس میں بتایا گیا کہ پاکستان میں الحمد للہ دعوت کا کام اچھی رفتار سے پیش رہا ہے؛ نئی نئی مساجد اور مراکز پر سے ملک میں بن رہے ہیں جن کی تعداد اسی سطح پر بڑھ چکی ہے۔ تیار ہو کر گئی ہے اور مزید مساجد اور مراکز کی تعمیر زیرِ غور ہے۔

اس رپورٹ کے بعد باہمی مشاورت سے اگلی کانفرنس کے انعقاد کے لیے مقام اور تاریخ کا تعین کیا گیا۔ قرارداد کا جائزہ لیتے ہوئے اسے بڑھانے کی تلقین کی گئی اور ساتھیوں کو انداز فی سبیل اللہ کے لیے تحریک دلائی گئی۔ ساتھیوں کو ترغیب دی گئی کہ وہ دینی سرگرمیوں کو بڑھانے کے لیے ہر ماہ ایک متعین رقم تنظیم کے فنڈ میں جمع کرائیں، تعلیم کے تعلیمی ادارے مسلم اکیڈمی کراچی کو کامیاب بنانے کے لیے کم از کم ایک بچے کی سرپرستی فرمائیں اور تنظیم کے قانونی مسائل کے حل کے لیے بھی حسبِ مہولت بابائے اسلام اندامانت فرمائیں۔ اس مشاورت کے بعد اس دن کے پروگرام کا اختتام ہوا۔ پہلے دن مجموعی طور پر ۳۳ شرکاء پروگرام میں موجود تھے۔

دوسرے دن پروگرام کا آغاز ۱۱ بجے صبح ہوا۔ یہ پروگرام قریب کے ایک ہوٹل میں ہوا جہاں ایک کانفرنس روم حاصل کرایا گیا تھا۔ ابتدائی دو گھنٹے کی نشست کا پروگرام انگریزی زبان میں ہوا جس میں تین تقاریر کی گئیں۔ سورۃ الاحزاب کی

آیت ۹۶ کو موضوع بناتے ہوئے پہلی تقریر ڈاکٹر قسین خالد نے کی۔ انہوں نے بتایا کہ امت مسلمہ کی بربادی اور ذلت و خواری کی جب اسلام سے دوری ہے، یہ عقیدگی اور بدامالی نے انہیں پیچھے دھکیل دیا ہے، ایمان کی جگہ شرک نے اور سنت کی جگہ بدعت نے قبضہ کر لیا ہے۔ انہوں نے مثالیں دے کر بتایا کہ اللہ کو چھوڑ کر نیویں اور لہوئوں کو رسالت نے الوہیت کے درجے پر فائز کر دیا ہے، شرک و کفر کی وجہ سے یہ امت جو کبھی امام تھی، آج مقتدی بننے کے قابل بھی نہ رہی۔ انہوں نے کہا کہ اس ذلت و دسوائی سے نکلنے کا صرف ایک ہی راستہ ہے کہ ایمان کو درست کیا جائے اور آخری نبی ﷺ کی سنت کو اپنا اور حجتا پھوٹا دیا جائے جب ہی اللہ کی روٹھی ہوئی مرتبیں اور برکتیں ہماری طرف متوجہ ہوں گی اور پھر ہمیں اس ذلت و دسوائی سے نجات ملے گی۔

اس کے بعد کیلی فورنیا سے تعلق رکھنے والے سرامتی عمریٹ صاحب کی تقریر تھی جس میں قرآن وحدیث کے حوالوں سے بتایا گیا کہ دنیا کی زندگی چند روزہ ہے اور یہ حقیقی زندگی تو آخرت کی ہے؛ جو کچھ ہم اس دنیا میں کریں گے اس کا نتیجہ ہمیں آخرت میں ملے گا۔ انہوں نے حدیث قدسی کے حوالے سے بتایا کہ اگر کوئی شخص اللہ سے ابراہامی حال میں ملے گا اس نے گناہوں سے ڈھین بھر دی ہو مگر شرک نہ کیا ہو تو اللہ تعالیٰ اتنی ہی مغفرت کے ساتھ اس سے ملاقات کرے گا جتنی شرک کے سوا ہر گناہ اللہ کی مشیت کے مطابق قابلِ معافی ہے۔

اگلی تقریر یزید صدیقی صاحب کی تھی جن کا تعلق بھی کیلی فورنیا سے ہے۔ اپنی تقریر میں انہوں نے اخلاق و کردار کو بہتر بنانے پر زور دیا۔ انہوں نے کہا کہ اخلاق و کردار دوسرے دین کا ذریعہ ہیں؛ بارہ اخلاق و کردار ہماری شناخت ہے؛ ہمیں دوسروں میں کھل کر اپنی شناخت نہیں کھونی چاہیے۔ انہوں نے کہا کہ ہمارا لباس بھی ہماری شناخت ہے اور ہمیں اپنا لباس پہننے میں کوئی جھجک اور کسی قسم کی جھک یا غرور نہ ہونی چاہیے۔ انہوں نے خاص طور سے خواتین کو اسلامی لباس اور حجاب پہننے پر زور دیا۔

صدیقی صاحب کی تقریر تقریری نشست کی آخری تقریر تھی جس کے بعد کھانے اور صلوحۂ کا وقت ہوا۔ وقفے کے بعد دوبارہ پروگرام کا آغاز ہوا۔ پہلی تقریر عمران قیصر صاحب کی تھی جنہوں نے سورۃ المائدہ کی تیسری آیت کے حوالے سے بتایا کہ اللہ نے انبیاء میں مکمل کر دیا ہے اللہ کے رسول ﷺ اگرچہ وفات پا چکے ہیں مگر وہ اپنا اسوہ حسنہ سنت کی صورت میں ہماری ہدایت کے لیے چھوڑ گئے ہیں۔ انہوں نے حاضرین سے سوال کیا کہ اللہ کا چند یہ دو دین اسلام ہے مگر اس کے ماننے والے اتنی زیادہ تعداد میں ہونے کے باوجود کیوں سب سے زیادہ دھکی حالت میں ہیں؟ انہوں نے اپنے سوال کا جواب خود ہی دیتے ہوئے کہا کہ مسلمان قرآن وحدیث کے پیغام سے دور ہیں، ان کے عقائد اور اعمال قرآن وسنت کی تعلیمات کے بالکل عکس ہیں۔ مرض کی تشخیص کرتے ہوئے انہوں نے

باقی صفحہ ۶۳ پر

سلسلہ سوال و جواب

از افادات ڈاکٹر مسعود الدین عثمانی رحمۃ اللہ علیہ

ترتیب: ۳۰ مہر ایام الدین والا دور

جواب: جی ہاں۔ نبی ﷺ کو سرخ رنگ پسند نہیں تھا۔ صرف یہاں تک اجازت دی ہے کہ اگر کوئی دھاریاں ہوں جیسا کہ آپ ﷺ کا ایک جب تھا جس پر سرخ دھاریاں تھیں۔ لہذا، صرف دھاریوں کی حد تک اجازت ہے۔ لیکن اس کے باوجود لوگوں نے اپنا ایک اسٹینڈرڈ بنالیا ہوا ہے۔ کوئی کہتا ہے ایشیا، سرخ ہے، کوئی کہتا ہے ایشیا ہنر ہے۔

سوال: مقام محمود سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد وہ بلند مقام ہے جس کا حامل شخص میدانِ محشر میں ایمان والوں کی قضاامت کرے گا۔ مقامِ محشر میں اللہ تعالیٰ اپنے ایک بندے کو یہ موقع دے گا کہ وہ سب سے زیادہ "مومن" کی سفارش کرے گا اور وہ بندہ ہوگا اللہ تعالیٰ کا آخری رسول ﷺ۔ انہی کے لیے اذان کے بعد مقامِ سیلہ کی دعا کی جاتی ہے جس کے لیے آپ ﷺ نے فرمایا ہے کہ وہ سیلہ وہ مقام ہے جو اللہ کے یہاں سب سے زیادہ عزت والا اور رحمت والا ہے اور وہ صرف ایک شخص کو ہی دیا جائے گا اور مجھے امید ہے کہ وہ شخص میں سے ہوں گا۔ اسی دعا کے ذریعہ ان میں سے نبی ﷺ کے لیے مقامِ محمود کی بھی دعا کی جاتی ہے۔ اور یہ یہ مقام ہے کہ سفارش کا سب سے زیادہ موقع پر درگاہِ آپ ﷺ کو ہی دے گا۔ میدانِ محشر میں رہنا ازل سے آخر تک کے تمام لوگ موجود ہوں گے اور ان سب کے سامنے یہ بتایا جائے گا کہ سب سے زیادہ محبوب بندے یہ ہیں۔ لیکن یہ بات بہر حال بتادی گئی کہ اس سفارش کی تو آپ اجازت مانگ سکیں گے، نہ ہی رب تعالیٰ کی اجازت کے بغیر آپ کبھی اپنی کی جاسکے گی اور نہ ہی آپ کو یہ خبر ہوگی کہ کس کی سفارش کرنی ہے۔ آیت الکرسی اور سورۃ النبا کی آخری آیات میں یہی بات بتائی گئی ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ کو ساری دنیا کا تو علم ہے نہیں، صرف اللہ کے اشارے پر ہی آپ لب لبوس کے کھلاؤں کے لیے سفارش کیجیے۔ بالکل اسی طرح جیسے تاریخ میں آتا ہے کہ امیرِ معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس ان کے ساتھی بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک صاحب نے اپنی حادثہ بیان کی۔ لوگ خاموش رہے۔ امیرِ معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آپ لوگوں کو چاہیے کہ اس کی سفارش کریں کہ یہ امیرِ معاویہ ہے، آپ کا بھائی ہے۔ جو کچھ اس دینا دلوانا ہے، وہ تو اللہ کی مرضی، مگر آپ لوگ اپنے بھائی کے لیے کچھ تو سفارش کرتے۔ امیرِ معاویہ نے بھی سفارش کرنے کا ذکر ہے۔ نبی ﷺ کا ایک وفد بھی آپ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک صاحب نے اپنی کوئی درخواست پیش کی۔ سنا

سوال: امام بخاری اور امام مسلم نے مسجد نبوی میں نماز پڑھی تھی، جبکہ وہاں نماز نہیں ہوتی یہاں قبریں ہوں۔ وضاحت فرمائیے۔

جواب: یہ تو کہنے کی بات ہے۔ درحقیقت کوئی ثبوت نہیں کہ ان ائمہ نے وہاں صلوٰۃ ادا کی۔ اگر کسی کے پاس کوئی ثبوت ہو تو ضرور پیش کرے۔ بہر حال اگر پڑھی ہوگی تو غالب گمان یہی ہے کہ اس تو سبع شدہ شخصے میں پڑھی ہوگی جو عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں تعمیر ہوا جس کے بعد ساری مسجد پشت پر آگئی ہے۔ ۹۹ عیسوی تک عمر بن عبدالعزیز کی خلافت میں تو یہ ہوا تھا کہ صحابہ نے ایک ایسا کھنڈی نکلی اور قبروں اور مسجد میں حد فاصل کھڑی کر دی تھی۔ اگر آپ اجتہاد کو مانتے ہیں تو سمجھ لیجیے کہ انہوں نے اپنے اجتہاد سے ایسا کیا تھا۔ ان کا اجتہاد بھی یہی تھا کہ اگر ان قبروں کو مسجد سے الگ نہ کیا گیا تو وہاں نماز نہ ہو سکے گی۔ تاریخ کی کتابوں میں ایسا ہی لکھا گیا ہے۔ عاشرہ جیلانیہ اگر وہاں ادا کرتی ہوں تو یہ ان کی جمہوری تھی کہ وہی ان کا گھر تھا۔ پھر بھی انہوں نے پردہ اٹال کر قبروں کے حصے کو علیحدہ کر دیا تھا۔ امت کی خیر خواہی میں انہوں نے ایسا کیا۔ یہ ان کی ایک بہت بڑی قربانی تھی کہ انہوں نے اپنی جائیداد کو اس عظیم مقصد کے لیے استعمال کیا کہ امتِ قبر پر ہی میں نہ پڑ جائے۔ بخاری روایت لائے ہیں کہ عاشرہ جیلانیہ فرماتی تھیں کہ اگر اس بات کا خوف نہ ہوتا کہ نبی ﷺ کی قبر کو مجاہدہ گا دیا جائے گا تو آپ کی قبرِ محشر سے باہر نکالی جاتی۔ مگر چونکہ آپ ﷺ کو فرماتے تھے کہ انبیاء کی قبروں کو ان کی قوموں نے مجاہدہ دیا یا تو صحابہ ڈرے کہ اگر یہ قبریں باہر ہوں گی تو زیادہ امکان ہے کہ امت ان کی پوجا شروع کرے۔ میرا خیال یہی ہے کہ ان ائمہ کے زمانے میں بھی یہ حصہ الگ ہی ہوگا۔ اگر کوئی نہیں مانتا اور یہی کہتا ہے کہ انہوں نے قبروں کی موجودگی میں نماز پڑھی تو کوئی اس کا ثبوت دینے کے لیے مجھے نہیں ملے گا۔

سوال: آل سے کیا مراد ہے، مثلاً آلِ محمد، آلِ فرعون، وغیرہ۔

جواب: اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو کسی کو صدقِ دل سے مائیں اس کی پیروی کریں۔ فرعون کو جو لوگ اپنا مالک مانتے، وہ آلِ فرعون کہلاتے۔ اسی طرح آلِ محمد سے مراد وہ لوگ ہوں گے جو نبی ﷺ کو اپنا نبی مان کر ان کی پیروی کریں۔ اس سے مراد کوئی خانہ دانی، نسلی تعلق نہیں جیسا کہ شیعہ سمجھ بیٹھے ہیں۔

سوال: کیا سرخ رنگ نبی ﷺ کو پسند تھا؟

نہ ہوش بیٹھے رہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ایمان کا حق ہے کہ ان کے لیے سفارش کی جائے کہ ان کی حد فرمائیں۔ پھر یہ آیت تلاوت فرمائی:

مَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا

یعنی جو شخص کسی ایک امر کی سفارش کرنے کو اس کو اس کے اجر میں حصہ ملے گا۔ تو مقامِ قنور بخش کا وہ مقام ہے جو نبی ﷺ کو معصوموں کی سفارش کے لیے عطا کیا جائے گا۔ اور اس مقام کے ملنے کے بعد آپ ﷺ کا مقام وسیلہ پہنچ جائیں گے جو جنت کا سب سے اونچا مقام ہے۔

سوال: ان کی رکعت میں سورۃ اخلاص، دوسری رکعت میں سورۃ صافات پڑھنا صحیح ہے تو ان میں سورۃ قرآنی ترتیب سے پڑھنی چاہئیں؟

جواب: بالکل پڑھ سکتے ہیں۔ لوگ ترتیب نے لیے زور دیتے ہیں مگر اس کا کوئی ثبوت نہیں دیتے۔ لیکن بخاری لائے ہیں کہ قرآن کو بلا ترتیب پڑھا جاسکتا ہے اور اس کے ثبوت میں حدیث پیش کی ہے کہ نبی ﷺ نے اس طرح صلوات پڑھا کی کہ پہلے سورۃ البقرہ پڑھی، پھر سورۃ انفصا اور پھر سورۃ آل عمران۔ اس سے ثابت ہوا کہ قرآن کو ترتیب سے پڑھنے کی جو شدت آج دکھائی جاتی ہے، بلا ضرورت ہے۔ شدت ہی اُتر دکھائی ہے تو قرآن کے مطابق عقیدہ بنانے میں دکھائیں، قرآن پامل کرنے میں دکھائیں۔ ویسے بھی قرآن میں اللہ نے حکم دیا ہے کہ قَاذِرًا وَاَمَّا تَتَسَوَّرَ مِنَ الْقَدَرَانِ (السورۃ ۱۰۰) یعنی قرآن سے جو بھی آسانی سے پڑھ سکو تو پڑھ لو۔

سوال: قرآن میں آیا ہے کہ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّبِعُوْا اَمْرًا مِّنْهُنَّ حَتّٰى يَكُوْنَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَمَّا تَتَسَوَّرَ مِنَ الْقَدَرَانِ (السورۃ ۱۰۰) یعنی قرآن سے جو بھی آسانی سے پڑھ سکو تو پڑھ لو۔

جواب: یہ سورۃ انفصا کی آیت ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ جو انسان کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے لکھنے والے فرشتے مقرر کر رکھے ہیں جو اس کے اعمال کو لکھ رہے ہیں۔ اس میں وہی اقبال آتے ہیں جس کو وہ دیکھ سکیں یعنی انسانی بدن کے انعامی۔ دل کے خیالات، ارادے اور نیت سے یہ واقف نہیں ہو پاتے۔ وہ تو اللہ ہی جانتے ہیں۔ یہ تو صرف وہ کام جانتے ہیں جو ان کے سامنے آجائے۔ غیب کا جانتے والا تو اللہ کے ہاں کوئی ہے ہی نہیں، خواہ انسان دونوں یا فرشتے، جن یا کوئی اور مخلوق۔ قرآن میں اس کی ضرورت گروئی گئی ہے۔

سوال: بتاتے اگر عورت طلاق لینا چاہے اور اس کا شوہر طلاق نہ دے تو عورت طلاق کیسے لے گی اور اگر طلاق ہو جائے تو مہر اور اگر ملازمت سے پائیں؟

جواب: عورت کا طلاق لینے کا ایک ہی طریقہ ہے جسے طلع کہتے ہیں۔ اس کے لیے عدالت میں وہ شکایت پیش کرے کہ مجھے اس مرد سے الگ کر دیا جائے۔ عدالت قانونی تحقیقات کرے، اس کے شوہر کو مدافعی کا موقع دے اور پھر فیصلہ دے گی۔ ہو جائے گی۔ ان کا قسم ہو جائے گا۔ طلع میں میرا نہیں کی جاتی۔ شوہر اگر خواہ اپنی مرضی سے طلاق دے تو اسے مہر اور اگر ملازمت سے ہے تو مہر پہلے ادا کیا ہو۔

سوال: کیا چیزیں گروہی رکھنا جائز ہے؟

جواب: جی ہاں بالکل جائز ہے۔ سورۃ بقرہ کے آخر میں اس کا ذکر ہے جہاں اوصار لکین دین نے قواعد بتائے تھے جس کے اس اوصار کو لکھ لینا چاہیے اور اگر حالتِ سفر میں اس معاملے کی کوئی دستاویز نہ لکھی جائے تو کوئی چیز دین رکھ لینی چاہیے۔ وَلَیْسَ لَکُمْ عَلٰی سَفَرٍ وَّلَا عَلٰی حِلٍّ مِّنْ شَيْءٍ مِّنْ اُولٰٓئِکَ وَلَیْسَ لَکُمْ عَلَيْهِمْ اِثْمٌ

طے کر لی جاتی ہیں۔ البتہ شے مریض سے کسی قسم کا تعلق یعنی فائدہ نہیں لینا چاہیے کہ یہ مدت رہن ہیں۔ ایک امانت کی طرح ہوتی ہے۔ لیکن اگر کوئی موبیلی چانور رہن میں رکھا گیا جس کو زندہ رکھنے کے لیے مرہون یعنی جس کے پاس رہن رکھا گیا ہے۔ اس چانور کو دانا پانی بھی دے گا۔ تو ایسی صورت میں اس موبیلی کے دودھ سے استفادہ کیا جاسکتا ہے ورنہ دوسری طرح کی مرہونات سے کسی قسم کا کوئی تعلق جائز نہ ہوگا۔ عام چیزوں میں اس کی اجازت نہیں۔

سوال: ذاکر صاحب مسجد میں اکثر لوگ ایسے ہیں جن کے سروں پر ٹوپی نہیں۔ ننگے سر نماز پڑھنا کرنا ہی صحابہ کرام سے ثابت ہے جبکہ حدیث میں تو یہاں تک ہے کہ اگر نماز کی حالت میں ٹوپی گر جائے تو اٹھا کر سر پر رکھ لیں؟ تو پھر یہ لوگ کدھر سے دلیل لاتے ہیں؟

جواب: ننگے سر نماز پڑھنے کا کوئی ثبوت مجھے تو نہیں ملا۔ اللہ کے رسول ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سب سر ہاٹ کر نماز پڑھتے تھے۔ ان کے سر صرف حالتِ احرام میں ننگے رہتے تھے جب سر کھلا رکھا جاتا ہے۔ احرام کی حالت میں سر بند نہیں کیا جاسکتا۔ یہی اس کی دلیل ہے۔ باقی اللہ کے نبی ﷺ کی جتنی حدیثیں آتی ہیں ان میں سر کے اوپر یا تو عمامے کا ذکر آتا ہے یا کسی ٹوپی کا ذکر ملتا ہے یا پھر قصہ اللہ یعنی نبی ٹوپی کا۔ بخاری نے باب باندھا ہے کہ ٹوپی کو اتنی حرکت دی جاسکتی ہے کہ اوپر پیچ کر سکتے ہیں یعنی حالتِ نماز میں ٹوپی درست کی جاسکتی ہے۔ مگر بغیر ٹوپی کے نماز پڑھنے کی تو ایک روایت بھی نہیں ملتی۔ جس روایت سے یہ لوگ ننگے سر نماز پڑھتے ہیں وہ جواز نکالتے ہیں وہ جابر رضی اللہ عنہ کی ایک روایت ہے جو بخاری و مسلم لائے ہیں۔ جابر بن عبد اللہ بن حرام بن ملحان رضی اللہ عنہما آخری صحابی ہیں جنہوں نے مدینے میں وفات پائی اور مدینے میں ہی دفن کیے گئے۔ اور آج یہ قبروں میں۔ سب کچھ ہونے کا عقیدہ رکھنے والے یہ بھولی بات مشہور کرتے ہیں کہ ان کی قبر اور ایک دوسرے صحابی عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی قبر عراق میں بغداد کے قریب موجود ہیں۔ ان کی قبروں میں پانی دیا گیا کہ انہوں نے عراق کے بادشاہ فیصل کو جسے اس کے جنرل قاسم نے بعد میں قتل کر کے وہاں سے بادشاہت کا خاتمہ بھی کر دیا، اس نے ۱۹۵۷ء میں یہ مشہور کر دیا کہ ان صحابہ نے اس کے خواب میں ذکر قبروں میں پانی آنے کی اطلاع دی اور دوسرے کچھ دفن کیے جانے کی درخواست کی۔ یہ سب فریب ہے۔ میں نے کتنے ہی دہائیوں میں اس کو پڑھا ہے۔ ان صحابہ نے مدینے میں وفات پائی اور جنت البقیع میں دفن کیے گئے۔ انکی جابر رضی اللہ عنہ کے شاگرد بیان کرتے ہیں

جوان کا معاشرہ چاہے راستہ چاکر تھر اورے دیتے ہیں خواہ وہ ہنسے یا نہ ہنسے۔ جس کو کوئی حیا دار انسان سن کر کانپ جائے۔ ایسے ایسے غلط اور فحش جہاز میں جن کو ان لوگوں نے قانوناً جائز کر رکھا ہے جیسے ٹکس قوم لوط۔ اب یہ ایک قانونی چیز ہے۔ اب اس کے خلاف کوئی چارہ جوئی کوئی کارروائی نہیں کی جاسکتی۔ کورسٹ میں اسے کوئی جرم کوئی گناہ نہیں سمجھا جاتا۔ پولیس کا تحفظ حاصل ہے۔ عصمت و عیرو کی کوئی وقعت باقی نہیں رہی۔ یہاں تک پہنچ گئے ہیں کہ خواہ امریکہ کے بڑے بڑے سچے اور لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ آج وہاں کسی باکروٹھواری بڑی کواکھوٹا ایسا ہے جیسے گھاس کے اسیروں میں سوئی تلاش کرنا یعنی جس طرح گھاس پھونس کے ڈھیر سے سوئی نکالنا منکھل ہے اسی طرح اس امر کی معاشرے سے ایک باکروٹھواری کو دھوٹا، شاد ہے۔ اگر گھاس کے ڈھیر سے سوئی نکال سکتی ہے تو اس معاشرے سے ایسی لڑکی بھی مل سکتی ہے۔ ایسے غلط معاشرے کی چمک دک سے آنکھیں خیرہ کرنا کہاں کی عقلندی ہے۔ ہوش کے ناخن لو۔ دنیا بھر حال چنور وارہ ہے۔ اس پکا پونہ کے پیچھے کب تک بھاگنا، اس کے بعد تو جہنم کی آگ ہے۔ مالک بھی فرما ہے کہ لَا يَعْزُوكَ يُعْكَبُ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي الْبِلَادِ مَلَكًا قَلِيلًا لَّكُم مَّا لَمْ تَحْشُرْ جَهَنَّمَ وَلَا يُوَيْسُ إِلَيْهَا وَلَهُ أَلْ عَمَلُونَ ۝۱۰۶، یعنی تمہیں ان کافروں کی جہنم میں کسی دھم کے میں جہنم نہ کروے، یہ دنیا، یہ حسن و جمال کی شیطانی دعوت دینے والے، یہ ناج رنگ دکھانے والے اور اس کے بعد تو جہنم کی عجز کئی ہوئی آگ ہے جس میں یہ سب جھونک دیتے جائیں گے۔ تم ان کی پولیس نہ کرو، ان کے راستے پر نہ چلو۔ سنت کو اپنا، صحابہ کے راستے پر چلو۔ یہی

کہ ایک مرتبہ جابرؓ نے ایک ہی کپڑے یعنی ایک ہی چادر میں نماز پڑھائی
 جبکہ دوسری چادر آپ کے سامنے ہی لٹکی ہوئی تھی۔ بعد میں ان سے اس فعل کے
 متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے بتایا کہ میں نے ایسا اس لیے کیا کہ تم جیسا کوئی
 یہ توقع نہ کرتے تو بتاؤں کہ ہم میں سے نبی ﷺ کے زمانے میں کس کے پاس وہ
 کپڑے ہوتے تھے۔ اس زمانے میں ایک چادر نیچے تہ بند کے طور پر باندھنے اور
 ایک اوپر ڈالنے کا رواج تھا۔ اس کے اوپر چادر نہیں ڈالیتے تھے بلکہ تمام باندھتے
 تھے چاندلو، ٹوپی پہنتے تھے: نبی ﷺ بھی کبھی کبھی کالی پٹی بھی باندھ لیا کرتے تھے۔
 جابرؓ بتاتے ہیں کہ میں نے تمہارے سامنے اس لیے کر کے دکھایا ہے کہ میں
 نے نبی ﷺ کو جو ایسا کرتے دیکھا ہے یعنی یہ بھی جائز ہے کہ اگر صرف ایک ہی
 کپڑا ہو تو اسی میں صلوٰۃ ادا کی جاسکتی ہے۔ اس کو بیچھوپیت کہ اس کی گرہ گردن
 کے پیچھے باندھ لی جائے گی۔

بخاری نے یہ روایت لکھنا ثابت کیا ہے کہ یہ صرف چادر کا معاملہ تھا، ٹوپی یا
لٹامے کی کوئی بات نہیں تھی۔ مگر یہ لوگ ان کو دلیل بنا کر نئے سرخراز پرستے ہیں جو
مگر بالکل خلاف سنت ہے۔ میری بہت سے لوگوں سے اس بارے میں بات
ہوئی۔ میں ان سے کہتا ہوں کہ تم ٹوپی بھیج کر دیتے ہو اور نیچے سر کھڑے ہو جاتے
ہو۔ اس کی کوئی ایک دلیل تو لاؤ مگر آج تک کوئی ایک دلیل بھی پیش نہیں کر سکا
ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی دلیل ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اسے
سامنے تو لاؤ، زبان سے کہہ دینا تو بہت آسان ہے۔ ہوائے احرام کی حالت کے
نہی ﷺ سے نیچے سرخراز پہننا کسی ایک حدیث میں تو لکھا ہے اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ
لَا تَلْبَسُوا فِيهِ ثِيَابًا (انوار) جب اللہ کے سامنے جھکتے ہو تو اپنی
زینت کو اختیار کرو۔ یہ لٹامہ ٹوپی مسلمان کی زینت ہوتی ہے۔ یہ کہتے ہیں ہماری
زینت نہیں۔ میں کہتا ہوں تم نے اگر اسے بدل دیا تو یہ تمہارا اپنا فعل ہے ورنہ
اللہ کے نبی ﷺ اور صحابہ کرام سے عام طور سے علماء باللہ ثابت ہے یا قلندہ
پہننا یا کبھی کبھی ٹوپی پہنی باللہ تھا۔ جس چیز کا موقع رواج تھا وہی معاملہ تھا، ٹوپی اس
کے قائم مقام ہوتی ہے۔ ہر حال ٹوپی بھی یہی مطلب نے اسقہال کی ہے۔ میرے
خیال میں آج تک کوئی بھی اس کو ثابت نہ کر سکا کہ مسجد میں اگر نیچے سرخراز
پڑھیں۔ ہاں اگر ٹوپی نہ ہو تو بھر بیور دی ہے۔ اس کے لیے یہ کیا جاتا ہے کہ
مسجد دل میں ٹوپی یا رکھ دی جاتی ہیں۔ ایسی ٹوپیاں جن کو پہن کر آدمی کہیں جاؤ
پہن نہ کرے۔ چٹائی کی ٹوپیاں جن کو پہن کر کوئی باہر نکلے سے بھی شامے، جنہیں
بیرنگ ایک مسلمان کی زینت نہیں، بنایا جاسکتا۔ اگر ٹوپیاں ہی رکھتی ہیں تو کم از کم
ایسی تو رکھو جو زینت بن نلتی ہوں۔ کوئی ایسی چیز لایے جو ہر حال زینت کے معنی
میں آجائے جس کو اختیار کر کے کالہ نے منعم دیا ہے۔

اپنے ساتھیوں سے تائب نہیں در خواست کروں گا کہ ان کو ہر طرف فیشن کا دور دراز ہے۔ اس دوزخ میں جھڑ لینا ایمانداروں کے شایان نہیں۔ یہ تو خاص چایر متوی کا معاملہ ہے جو نوائے شہس کے پیرا می جس۔ جو مات دلی میں آجائے۔

تحریکی ساتھی توجہ فرمائیں

تنظیم کے ساتھیوں کو مطلع کیا جاتا ہے کہ آپ کے سامنے کوئی درمی مسئلہ ہو یا کوئی وضاحت مطلوب ہو یا تنظیم کے لیے تجاویز ہوں تو درج ذیل پتہ پر رابطہ کریں۔

محمد حنفی

18-E رفاہ عام سوسائٹی، ملیر ہالٹ، کراچی

بلا تبصره

روزنامه پیکار، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، ۱۴۴۶، ۱۴۴۷، ۱۴۴۸، ۱۴۴۹، ۱۴۵۰، ۱۴۵۱، ۱۴۵۲، ۱۴۵۳، ۱۴۵۴، ۱۴۵۵، ۱۴۵۶، ۱۴۵۷، ۱۴۵۸، ۱۴۵۹، ۱۴۶۰، ۱۴۶۱، ۱۴۶۲، ۱۴۶۳، ۱۴۶۴، ۱۴۶۵، ۱۴۶۶، ۱۴۶۷، ۱۴۶۸، ۱۴۶۹، ۱۴۷۰، ۱۴۷۱، ۱۴۷۲، ۱۴۷۳، ۱۴۷۴، ۱۴۷۵، ۱۴۷۶، ۱۴۷۷، ۱۴۷۸، ۱۴۷۹، ۱۴۸۰، ۱۴۸۱، ۱۴۸۲، ۱۴۸۳، ۱۴۸۴، ۱۴۸۵، ۱۴۸۶، ۱۴۸۷، ۱۴۸۸، ۱۴۸۹، ۱۴۹۰، ۱۴۹۱، ۱۴۹۲، ۱۴۹۳، ۱۴۹۴، ۱۴۹۵، ۱۴۹۶، ۱۴۹۷، ۱۴۹۸، ۱۴۹۹، ۱۵۰۰، ۱۵۰۱، ۱۵۰۲، ۱۵۰۳، ۱۵۰۴، ۱۵۰۵، ۱۵۰۶، ۱۵۰۷، ۱۵۰۸، ۱۵۰۹، ۱۵۱۰، ۱۵۱۱، ۱۵۱۲، ۱۵۱۳، ۱۵۱۴، ۱۵۱۵، ۱۵۱۶، ۱۵۱۷، ۱۵۱۸، ۱۵۱۹، ۱۵۲۰، ۱۵۲۱، ۱۵۲۲، ۱۵۲۳، ۱۵۲۴، ۱۵۲۵، ۱۵۲۶، ۱۵۲۷، ۱۵۲۸، ۱۵۲۹، ۱۵۳۰، ۱۵۳۱، ۱۵۳۲، ۱۵۳۳، ۱۵۳۴، ۱۵۳۵، ۱۵۳۶، ۱۵۳۷، ۱۵۳۸، ۱۵۳۹، ۱۵۴۰، ۱۵۴۱، ۱۵۴۲، ۱۵۴۳، ۱۵۴۴، ۱۵۴۵، ۱۵۴۶، ۱۵۴۷، ۱۵۴۸، ۱۵۴۹، ۱۵۵۰، ۱۵۵۱، ۱۵۵۲، ۱۵۵۳، ۱۵۵۴، ۱۵۵۵، ۱۵۵۶، ۱۵۵۷، ۱۵۵۸، ۱۵۵۹، ۱۵۶۰، ۱۵۶۱، ۱۵۶۲، ۱۵۶۳، ۱۵۶۴، ۱۵۶۵، ۱۵۶۶، ۱۵۶۷، ۱۵۶۸، ۱۵۶۹، ۱۵۷۰، ۱۵۷۱، ۱۵۷۲، ۱۵۷۳، ۱۵۷۴، ۱۵۷۵، ۱۵۷۶، ۱۵۷۷، ۱۵۷۸، ۱۵۷۹، ۱۵۸۰، ۱۵۸۱، ۱۵۸۲، ۱۵۸۳، ۱۵۸۴، ۱۵۸۵، ۱۵۸۶، ۱۵۸۷، ۱۵۸۸، ۱۵۸۹، ۱۵۹۰، ۱۵۹۱، ۱۵۹۲، ۱۵۹۳، ۱۵۹۴، ۱۵۹۵، ۱۵۹۶، ۱۵۹۷، ۱۵۹۸، ۱۵۹۹، ۱۶۰۰، ۱۶۰۱، ۱۶۰۲، ۱۶۰۳، ۱۶۰۴، ۱۶۰۵، ۱۶۰۶، ۱۶۰۷، ۱۶۰۸، ۱۶۰۹، ۱۶۱۰، ۱۶۱۱، ۱۶۱۲، ۱۶۱۳، ۱۶۱۴، ۱۶۱۵، ۱۶۱۶، ۱۶۱۷، ۱۶۱۸، ۱۶۱۹، ۱۶۲۰، ۱۶۲۱، ۱۶۲۲، ۱۶۲۳، ۱۶۲۴، ۱۶۲۵، ۱۶۲۶، ۱۶۲۷، ۱۶۲۸، ۱۶۲۹، ۱۶۳۰، ۱۶۳۱، ۱۶۳۲، ۱۶۳۳، ۱۶۳۴، ۱۶۳۵، ۱۶۳۶، ۱۶۳۷، ۱۶۳۸، ۱۶۳۹، ۱۶۴۰، ۱۶۴۱، ۱۶۴۲، ۱۶۴۳، ۱۶۴۴، ۱۶۴۵، ۱۶۴۶، ۱۶۴۷، ۱۶۴۸، ۱۶۴۹، ۱۶۵۰، ۱۶۵۱، ۱۶۵۲، ۱۶۵۳، ۱۶۵۴، ۱۶۵۵، ۱۶۵۶، ۱۶۵۷، ۱۶۵۸، ۱۶۵۹، ۱۶۶۰، ۱۶۶۱، ۱۶۶۲، ۱۶۶۳، ۱۶۶۴، ۱۶۶۵، ۱۶۶۶، ۱۶۶۷، ۱۶۶۸، ۱۶۶۹، ۱۶۷۰، ۱۶۷۱، ۱۶۷۲، ۱۶۷۳، ۱۶۷۴، ۱۶۷۵، ۱۶۷۶، ۱۶۷۷، ۱۶۷۸، ۱۶۷۹، ۱۶۸۰، ۱۶۸۱، ۱۶۸۲، ۱۶۸۳، ۱۶۸۴، ۱۶۸۵، ۱۶۸۶، ۱۶۸۷، ۱۶۸۸، ۱۶۸۹، ۱۶۹۰، ۱۶۹۱، ۱۶۹۲، ۱۶۹۳، ۱۶۹۴، ۱۶۹۵، ۱۶۹۶، ۱۶۹۷، ۱۶۹۸، ۱۶۹۹، ۱۷۰۰، ۱۷۰۱، ۱۷۰۲، ۱۷۰۳، ۱۷۰۴، ۱۷۰۵، ۱۷۰۶، ۱۷۰۷، ۱۷۰۸، ۱۷۰۹، ۱۷۱۰، ۱۷۱۱، ۱۷۱۲، ۱۷۱۳، ۱۷۱۴، ۱۷۱۵، ۱۷۱۶، ۱۷۱۷، ۱۷۱۸، ۱۷۱۹، ۱۷۲۰، ۱۷۲۱، ۱۷۲۲، ۱۷۲۳، ۱۷۲۴، ۱۷۲۵، ۱۷۲۶، ۱۷۲۷، ۱۷۲۸، ۱۷۲۹، ۱۷۳۰، ۱۷۳۱، ۱۷۳۲، ۱۷۳۳، ۱۷۳۴، ۱۷۳۵، ۱۷۳۶، ۱۷۳۷، ۱۷۳

بھارت: پر مود مہاجن کی صحت یابی کیلئے
نی جے ٹی کے ہیڈ کوارٹر میں قرآن خوانی

نئی دینی (پلی ٹی آئی) کابینہ میں بی بی کے دشمنی و ہتھ اور سابق وزیر پر موجود مہاجرین کی جلد
حکومت چلی گئی 300 مولویوں نے قرآن خوانی کی ۱۰۰ تحفے تکے ہونے والی تلاوت کلام پاک
کے بعد انکی خدمت چلی گئی، ہا کی ٹی وی میں بی بی سے بی کے بیٹے کو ان کے قرآن خوانی کے
اس موقع پر ملائی، تلاوت بی بی کی اقیقیت شایخ کے صمد دھویر حیدر مظاہنی کر رہے تھے اس
موقع پر شریک ہونے والے دیگر اہم مذہبی رہنماؤں میں درگاہ حضرت نظام الدین کے سید علی
مولیٰ پٹھانی اور ربی کے مولانا گلشن رضا نے بھی شرکت کی، پارٹی نے اس سے قبل اپنے بیٹے
کو ان میں مرقی النبی اور کیا تری مستر اکا اہتمام بھی کیا تھا، پارٹی کے قریب ان نے بتایا کہ اس
سے قبل قرآن پاک کی تلاوت انھوں میں پارٹی کے قیام کے موقع پر کی گئی تھی اس واقعہ کے بعد
جس قسم کی دوسری تقریب تھی۔

جسٹس رانا بھگوان داس کی والدہ کی آخری رسومات ادا کر دی
گئیں۔ رابطہ کمیٹی کا اظہار افسوس

کراچی (اسٹاک رپورٹر) سپریم کورٹ آف پاکستان کے قائم مقام چیف جسٹس مسٹر جسٹس دانہ بھکوان داس کی والدہ جسٹس انتقال جس کے روز ہو گیا تھا، کی آخری رسومات ہفتے کے روز ہو گئی ہیں۔ آخری رسومات میں چیف جسٹس کشر عبدالحیدر اور مسند بائی کورٹ کے چیف جسٹس مسیح الدین احمد، ڈائریکٹر کے منتر جی۔ سپریم کورٹ کے سابق چیف جسٹس اور جج صاحبان اور اعلیٰ قضیات کے علاوہ سپریم دہائی کورٹ کے اصرار اور حکام نے شرکت کی۔ متحدہ قومی سوسائٹی کی رابطہ کمیٹی نے جسٹس دانہ بھکوان داس کی والدہ کے انتقال پر تہہ تیغ غم کا اظہار کیا۔ ایک تعزیتی جان میں رابطہ کمیٹی نے مرحومہ کے خدام کو دعاؤں تحنن سے دی تعزیت اور ہمدردی کا اظہار کرتے ہوئے انہیں صبر کی تحنن کا۔ رابطہ کمیٹی نے مرحومہ کی شہرت اور بلند درجات کیلئے دعا کی۔

نئی دہلی، سونیا گاندھی نے اسلامک کلچرل سینٹر کا افتتاح کیا
تقریب میں ممتاز مسلم رہنماؤں کی شرکت

کراچی (رپورٹ۔ سراج) انگریزوں کی متعدد دسویں صدی کے مژبہ روزنامیوں کی معروف علامتوں کے نام
الدین اودھی روزنامہ پرائیڈن اسلامک ٹیچرل سینٹر کا افتتاح کیا، بتایا گیا ہے کہ یہ سینٹر مسلم کمیونٹی نے اپنی مدد آپ
کے تحت 30 کروڑ روپے کی لاگت سے تیار کیا ہے اور جدید آباد کوئٹہ کے ایک مسلمان اور بھارت کی بصرہ
مسلم کمیونٹی نے ٹیچرل سینٹر کے کھانے میں نمایاں کردار ادا کیا ہے سینٹر کی افتتاحی تقریب میں بصرہ کمیونٹی کے
روحانی پیشوا سید ہار الدین کے خواجہ کے نے خصوصی میں شرکت کی جو بیت اللہ کے دیوبند کے جنرل سیکرٹری
ممبر راجہ سجاد اسلام آباد اور احمد دینی ٹیچر سینٹر کے چیئر مین سید سراج الدین اور اکیس سینٹرز میں مقصد زمین کے علاوہ
ممتاز مسٹر رہنماؤں نے تقریب میں شرکت کی۔ (روزنامہ جنگ، کراچی، ۱۳ دسمبر ۲۰۰۶ء)

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

مَا مِنْ نَبِيٍّ بَعَثَهُ اللَّهُ فِي أُمَّةٍ قَبْلِي إِلَّا كَانَ لَهُ مِنْ أُمَّتِهِ حَوَارِئُونَ وَ
أَصْحَابٌ يَأْخُذُونَ بِسُنَّتِهِ وَيُقَاتِلُونَ بِأَمْرِهِ ثُمَّ انْفَتَحَتْ خُلُفٌ مِنْ بَعْدِهِمْ
خُلُوفٌ يَقُولُونَ مَا لَا يَفْعَلُونَ وَيَفْعَلُونَ مَا لَا يُؤْمَرُونَ فَمَنْ
جَاهَدَهُمْ بِيَدِهِ فَهُوَ مُؤْمِنٌ وَمَنْ جَاهَدَهُمْ بِلِسَانِهِ فَهُوَ مُؤْمِنٌ وَمَنْ
جَاهَدَهُمْ بِقَلْبِهِ فَهُوَ مُؤْمِنٌ وَلَيْسَ وَرَاءَ ذَلِكَ مِنَ الْإِيمَانِ حَبَّةُ خَرْدَلٍ
(مسلم: كتاب الايمان، باب كون النہی... وبقصص)

”اللہ تعالیٰ نے مجھ سے پہلے کوئی نبی ایسا مبعوث نہیں فرمایا کہ جس کی امت میں
اس کے حواری اور اصحاب نہ ہوں، جو اس کی سنت پر چلتے اور اس کے حکم کی پیروی
کرتے ہوں۔ پھر ان کے بعد ان کے ایسے جانشین پیدا ہوتے ہیں جو انکی باتیں
کہتے ہیں جو کرتے نہیں، اور وہ کام کرتے ہیں جس کا انہیں حکم نہیں دیا گیا۔ پھر
جو کوئی ان سے اپنے ہاتھوں سے لڑے تو وہ بھی مؤمن ہے، اور جو کوئی اپنی زبان سے
ان سے لڑے تو وہ بھی مؤمن ہے، اور جو لڑے ان سے اپنے دل سے (یعنی دل
میں برا جانے) تو وہ بھی مؤمن ہے، اس کے بعد رائی کے دانے کے برابر بھی
ایمان نہیں۔“